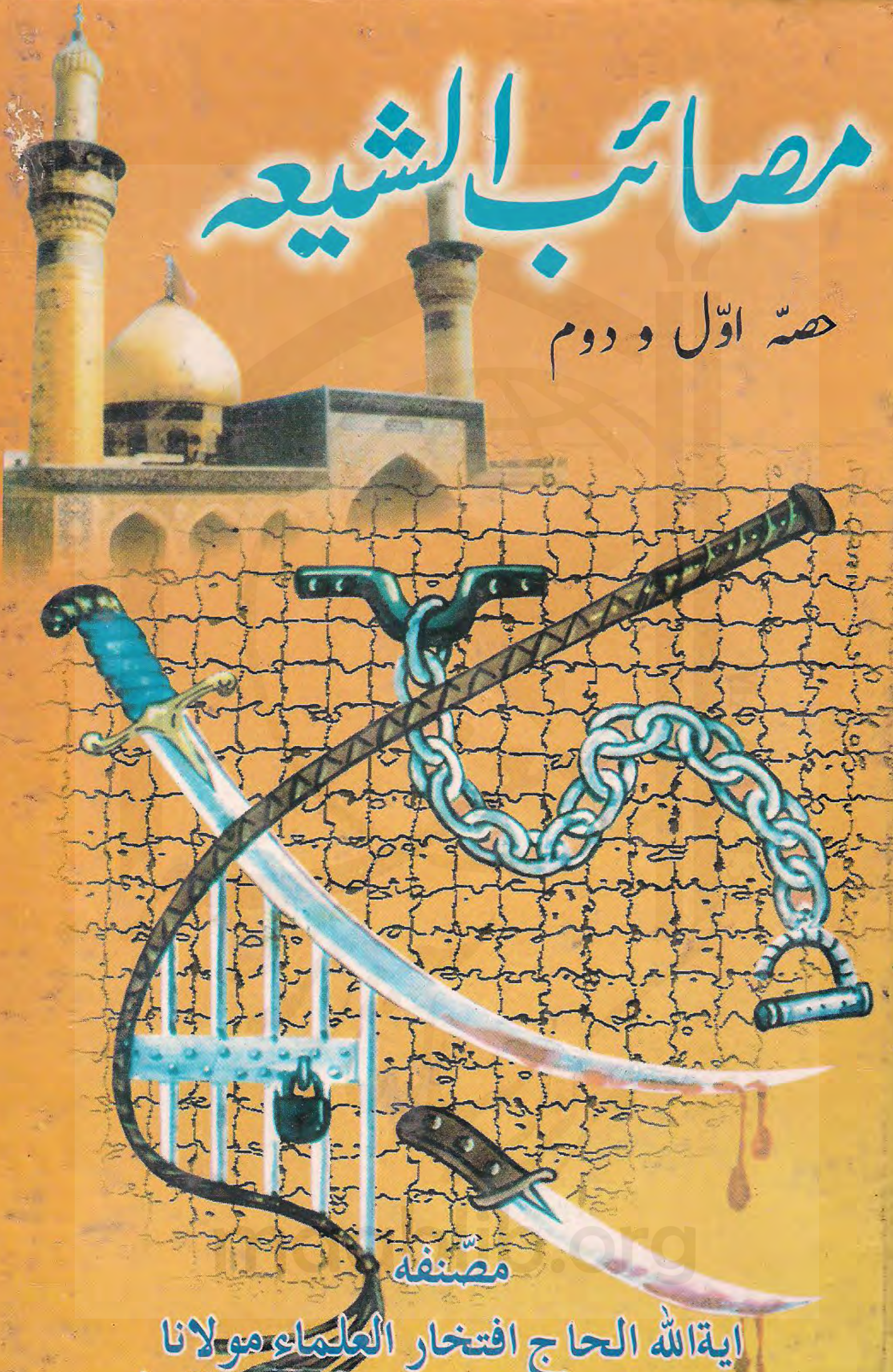
مصائب الشیعہ

حصّہ اوّل و دوم



مصنّفہ
ایۃاللہ الحاج افتخار العلماء مولانا
سعادت حسین صاحب طاب ثراہ اعلیٰ اللہ مقامہ

مصائب الشیعہ

جلد اول و دوم

ا ھ سے ۶۰ ھ تک کے
عبرتناک واقعات

مصنفہ

آیۃ اللہ الحاج افتخار العلماء
مولانا سعادت حسین خاں صاحب
طاب ثراہ اعلی اللہ مقامہ

پیش کردہ
ادارہ ناصر العلوم

ناشر
شیعہ مشن، ۵۵/۳۹۰، حسین مارکٹ، رستم نگر، لکھنؤ۔۳

نام کتاب : مصائب الشیعہ

مصنف : مولانا سعادت حسین خاں طاب ثراہ

پیش کردہ : ادارہ ناصر العلوم

ناشر : شیعہ مشن، ۵۵/۹۰/۳، حسین مارکٹ،
رستم نگر، لکھنؤ۔۳

کمپوزنگ : حیدر کمپیوٹر، نیو مفتی گنج، لکھنؤ، فون : ۲۴۹۷۸۳۔

تعداد : دوہزار (۲۰۰۰)

سنہ طباعت : مئی ۲۰۰۱ء

مطبوعہ : اے۔بی۔سی۔آفسیٹ پریس، دہلی

ہدیہ :

ملنے کے پتے

شیعہ مشن، ۵۵/۹۰/۳، حسین مارکٹ، رستم نگر، لکھنؤ۔۳

فون۔268969 فیکس 260923 (0522)

عباس بک ایجنسی، درگاہ حضرت عباسؑ، رستم نگر، لکھنؤ۔۳

فون۔269598 ,260756 فیکس 260923 (0522)

انتساب

شیعوں کی عدیم المثال قربانیوں،
لازوال کارناموں،
محیر العقول ایثار
اور
ایمان افروز صبر وضبط و تحمل
کے اس مجموعہ کو
تحفظ شیعیت کی خاطر اُس
"پہلے شہید"
ہونے والے کے نام نامی سے
منسوب کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہوں
جو اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی
بطن میں شہید کر دیا گیا۔

سعادت حسین

پیش گفتار

باسمہ تعالیٰ

۱۹۹۴ء میں قم ایران سے تعلیم حاصل کر کے واپسی کے بعد سب سے پہلا کام میں نے اپنی ایران سے فرستادہ کتابوں اور گھر میں جد محترم سرکار افتخار العلماء مولانا سعادت حسین خاں صاحب مرحوم طاب ثراہ کے محفوظ مخطوطات اور مصنفات و تالیفات کو یکجا کر کے منظّم کرنے کے ساتھ ان کے تحفظ اور بقا کا مستحکم انتظام کرنے میں لگ گیا اس کے لئے میں نے اپنے امکان بھر لوہے کی الماریاں بنوائیں اور کتابوں کی جلدیں بنوا کر ان الماریوں میں محفوظ کیا۔ یہ تو وہ کتابیں تھیں جو مخطوطات کی شکل میں مرحوم کی تصنیفات و تالیفات تھیں جو مرحوم افتخار العلماء طاب ثراہ اپنے ساتھ میرے والد ماجد صغیر احمد خان صاحب (خویش مرحوم) کے مکان میں رکھتے تھے۔ جب کہ خود مرحوم افتخار العلماء کا مستقل کتب خانہ جو ہزاروں نادر و نایاب مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابوں پر مشتمل تھا مرحوم کے اپنے ذاتی مکان غازیمنڈی وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ میں تھا جس کو خود میں نے ایران جانے سے قبل ۱۹۷۹ء میں فہرست وار ترتیب دیا تھا۔ مگر جب میں ۱۹۸۱ء میں ایران چلا گیا تو اس کی دیکھ بھال کی ذمہ داری جن لوگوں نے لے لی تھی

انھوں نے صحیح طور پر اپنی ذمہ داری کو پورا نہیں کیا اور نا قدری کا ثبوت دیا جس کی وجہ سے مرحوم کی کافی تعداد میں نادر و نایاب کتابیں دیمک کی نذر ہو گئیں جو بچ گئی تھیں وہ مکان فروخت ہو جانے کے بعد دالان میں پڑی رہنے دی گئیں جس کو میں اس وقت اٹھوا کر لایا جب کوئی اس کو اٹھانے والا سامنے نہیں آیا۔ یہ تمام بوسیدہ کتابیں اور محفوظ مطبوعہ کتابیں اور مخطوطات مع مرحوم کی جملہ تصانیف و تالیفات ایک مستقل کتابخانہ کی شکل میں بنام "مکتبۃ الحسینؑ" حسین مارکیٹ کشمیری محلّہ روڈ، رستم نگر، لکھنؤ میں محفوظ ہیں۔

ابھی مرحوم افتخار العلماء کے کتب خانہ کو پوری طرح مرتب و منظّم کر بھی نہ پایا تھا کہ مختلف ممالک اور اپنے ملک عزیز ھندوستان میں پھیلے ہوئے ہزاروں عقید تمندان افتخار العلماء مرحوم کا اسرار و دباؤ مجھ پر پڑنے لگا کہ آپ اپنے جد مرحوم سرکار افتخار العلماء کی تمام مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف و تالیفات کو پہلی فرصت میں منظر عام پر لائیے خود میرے دل میں بھی بے حد تمنا تھی کہ جس عظیم علمی ہستی نے مجھ کو اپنی آغوش تربیت میں پالا ہے اور مجھ کو زیور علم سے آراستہ و پیراستہ کیا ہے اور میرے بنانے اور سنوارنے میں اپنے چین و سکون کا مطلق خیال نہیں کیا ہے اس عظیم محقق اور تاریخ داں فقیہ و عارف کی جملہ تصنیفات و تالیفات کو چھپوا کر منظر عام پر لا کر مومنین کی علمی تشنگی کو بجھاؤں۔ مگر سب سے بڑا مسئلہ میرے سامنے مالی اسباب کا فراہم کرنا تھا جس کی وجہ سے میرے قدم آگے نہیں بڑھ پا رہے تھے مگر جب جذبہ صادق ہو اور دل میں امنگ ہو اور حوصلہ بلند ہوں تو اہل خیر اور علمی قدر داں

مؤمنین آگے آکر مدد فرماتے ہیں۔۔۔۔

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزارہا شجر سایہ دار راہ میں ہیں

اس طرح ایک مخلص علم دوست اور سچے عاشق اہلبیتؑ مظلوم شیعوں کا درد رکھنے والے محترم شخص۔۔۔۔ نے مالی تعاون دے کر کے "مصائب الشیعه" کی آٹھوں جلدوں کو چھپوانے اور نشر کرنے کا ادارہ "ناصر العلوم" اور "شیعه مشن" کو موقع فراہم کیا ہے۔ خدا ان کو اس کی جزائے خیر دنیا و آخرت میں عطا فرمائے۔ کتاب مصائب الشیعه کی ساتوں جلدیں کئی کئی ایڈیشن چھپ کر مومنین تک پہونچ چکی ہیں صرف آٹھویں جلد مرحوم نہیں چھپوا سکے تھے جو مخطوطہ ہے۔ انشاء اللہ اس مرتبہ نئے ڈھنگ سے دو جلدوں کو ایک جلد میں کر کے آٹھوں جلدوں کو چھپوایا جارہا ہے تاکہ کتاب دیدہ زیب اور خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ منظر عام پر آسکے۔ اس مرتبہ بجائے کاتب سے لکھوانے کے کمپیوٹر سے کتابت کرائی گئی ہے تاکہ کتاب صاف اور واضح حروف میں ہو۔ کتابت کے بعد نظر ثانی کر کے خامیوں کو دور کیا گیا ہے۔ پھر بھی انسان سے غلطی ہو سکتی ہے اگر کوئی کمی رہ گئی ہو تو برائے مہربانی غلطیوں سے آگاہ فرمائیں اور محترم قارئین اپنے مفید مشوروں سے نوازیں تاکہ آئندہ طباعت میں اصلاح کی جاسکے۔ ادارۂ شیعه مشن آئندہ دیگر تصانیف افتخار العلماء و مضامین و تالیفات مرحوم اور دیگر نامور شیعه علماء و مصنفین کی تصانیف کو مختلف زبانوں میں چھپوا کر قارئین کی خدمت

میں پیش کرنے کا مکمل ارادہ رکھتا ہے۔ السعی منی و الاتمام من اللہ۔

آخر کلام میں، پہلے میں برادرم آفتاب خطابت مولانا میثم زیدی صاحب کا شکر گذار ہوں جنھوں نے اپنی ذاتی کتابیں، مصائب الشیعہ کی ساتوں جلدیں طباعت کے لئے مرحمت فرمائیں اسی طرح برادر خورد حجۃ الاسلام مولانا محمد مہدی صاحب افتخاری امام جمعہ و جماعت تنزانیہ افریقہ، خطیب اہلبیت مولانا غلام حسین صاحب صدف جونپوری، حجۃ الاسلام مولانا مسیّب رضوی صاحب قمی، مولوی عالم صاحب بارہ بنکوی ممتاز الافاضل اور مولانا ڈاکٹر تقی علی عابدی سند الافاضل حضرات کا تہہ دل سے شکر گذار ہوں جنھوں نے اپنا وقت عزیز دے کر اس عظیم تاریخی کتاب "مصائب الشیعہ" کی طباعت میں ہر ممکن مدد فرمائی۔

ادارۂ شیعہ مشن اس گراں قدر کتاب مصائب الشیعہ کو تمام مومنین و مومنات و شہدائے راہ حق اور عالمی دہشت گردی کے شکار شہیدوں اور جاں نثاروں کے لئے ایصال ثواب کرتے ہوئے جملہ مومنین و مومنات خصوصاً مرحوم مصنف کے لئے سورۂ فاتحہ کی التماس کرتا ہے۔

والسلام علیکم

ظہیر احمد خان افتخاری

۱۶/۲/۲۰۰۱

ادارۂ شیعہ مشن،

۵۵/۳۹۰، رستم نگر، لکھنؤ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

مختصرت حالات
سرکار افتخار العلماء
مولانا سعادت حسین خاں صاحب اعلیٰ اللہ مقامه
از
مولانا علی اختر صاحب شعورؔ گوپال پوری

سرکار افتخار العلماء کے حالات زندگی چوراسی سال کے طویل عرصہ میں بکھرے ہوئے ہیں۔ان بکھرے نکھرے نقوش کو یکجا کرنے کی کوشش ایک دشوار گذار مرحلہ ہے۔ علم و دانش سے بھرپور ان مجاہدانہ سرگرمیوں میں شجاعت و سماحت، تدبر و تفکر، سکون و وقار، عزم و احتیاط، رضا بالقضاء، استغنا، توکل و تفویض، تسلیم و رضا، صبر و شکر زہد و عبادت، ورع و تقویٰ، اخلاص و انابت، ایثار الھی علی الباطل کے شاندار و جاندار نمونے آفتاب تازہ کی طرح، بھٹکے ہوئے اور فرائض سے غافل لوگوں کو راستہ دکھانے کے لئے زندگی کے ہر موڑ اور ہر سطح پر موجود ہیں۔

ایک فقیہ کی زندگی ولایت کا اعلان ہوتی ہے، انبیاءؑ کی زندگی کا نمونہ، ائمہؑ کے احساسات و جذبات کا پرتو، قرآن کے الفاظ کا مفہوم و مطلب۔اس لئے اس کی پاکیزہ زندگی کا احاطہ عصری تشنگی کے لئے آب حیات کے مترادف ہے۔

قرآن کا اعلان ہے کہ ہر عہد اور زمانہ میں خدا کی حجت ہوتی ہے۔ آج وہ حجت حضرت ولی عصرؑ اور ان کے جانشین علماء ہیں۔ یہ علماء انبیاءؑ کی طرح خدا کے بندوں کو خوف و رجاء کے تاثرات سے شاداب اور تقویٰ و پرہیزگاری سے سرشار کرتے ہیں تاکہ ان پر زمین و آسمان سے برکتوں کے دھانے کھل جائیں۔ وہ بتاتے رہتے ہیں کہ خدا کی تدبیروں سے بے خوف ہو جانا خسران مبین ہے۔ زمانۂ نبوت میں یہ کام انبیاء نے انجام دیا اور ان کے بعد یہ خدمت ائمہ معصومینؑ انجام دیتے رہے۔ انقطاع وانسداد باب العلم کے بعد یہ ذمہ داری علماء نے سنبھال رکھی ہے۔ وہ ہدایت و فرقان کی مشعل لئے قریوں قریوں شہروں شہروں، بستی بستی اپنوں بیگانوں کو دولت عرفان لٹاتے رہتے ہیں۔

علماء حق بھی نبوت کے ورثہ دار ہوتے ہیں وہ معاشرے میں کردار و مقصد نبوت کے رسوخ کی مخلصانہ جدوجہد کرتے ہیں۔ ان کی نظر سیرت انبیاءؑ پر ہوتی ہے اپنے ذاتی مفاد پر نہیں ہوتی۔ وہ دنیا میں اپنی پذیرائی سے زیادہ آخرت کی سعادتوں اور ائمہ معصومینؑ کی خشنودی کے لئے فکرمند ہوتے ہیں۔

علماء فقہا اور علوم ائمہ کے ورثہ دار آج کے دور میں اسی طرح ہمارے لئے حجت ہیں جس طرح انبیاءؑ اپنے وقت میں خدا کی حجت تھے۔ ایسے حقیقی علماء اپنے فیضان کے اعتبار سے ابر باراں کی طرح ہوتے ہیں وہ اپنی محنتوں اور جانفشانیوں سے زمین پر قانون الٰہی کے اجراء کا ماحول سازگار کرتے ہیں۔ اپنی سطح پر معاشرے میں حکم خداوندی کا اثر و رسوخ پیدا کرنے

کی جدو جہد کرتے ہیں۔ ان کی اپنی محنت ایک سمت میں ہوتی ہے۔ کچھ لوگ اسی سے خود فائدہ اٹھاتے ہیں دوسروں کو شرمندہ نہیں کرتے۔ کچھ اپنی ذات کو بھی روحانیت سے شاداب کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی سیراب کرتے ہیں اور کچھ بدقسمت ان تعلیمات سے قطعی بے تعلق ہوتے ہیں۔ یہ تیسری قسم اپنوں میں بھی ہوتی ہے اور بیگانوں میں بھی۔ بیگانے دانش و ہدایت سے بے تعلق ہونے کی بناء پر نظر انداز کرتے ہیں۔ لیکن اپنوں کی بے تعلقی تعصب، تنگ نظری، طبقہ بندی اور نظریاتی مخالفت کی وجہ سے ہوتی ہے۔

افتخار العلماء کے کردار میں تفقہ، تقدس روحانیت اور اجتہادی بصیرت کا تمام تر جلال و جمال موجود تھا۔ وہ اسی اعتبار سے مکمل فقیہ تھے کہ لوگوں کی خدا کی رحمت سے مایوسی نہیں کرتے تھے اور خدا کی تدبیروں سے بے خوف نہیں بناتے تھے۔ ان میں علم بھی تھا، حلم بھی تھا اور صحت بھی۔ ان کے قلب میں ھدایت وارشاد کی شمع روشن تھی۔ ان کا یقین سورج کی شعاعوں کی طرح تھا۔ وہ اپنی نظر سے دیکھتے تھے اور بصیرت کو کام میں لاتے تھے۔

رسول اکرمؐ نے ایسے علماء کی قربت کا حکم دیا ہے جو تکبر کے بجائے تواضع پیدا کریں۔ ریاکاری کے بجائے اخلاص کی پرورش کریں۔ شک کے بجائے یقین کی دولت سے مالامال کریں۔ دنیاداری کے بجائے زاھد کی تعلیم دیں۔ عداوت کے بجائے نسیحت کا رویہ اختیار کریں اور افتخار العلماء کی سیرت میں یہ انداز پوری طرح درخشاں تھا۔

ارشاد نبویؐ ہے کہ قیامت کے دن میں بارگاہ خداوندی میں تین طبقے کے لوگوں کی شفاعت کروں گا اور خدا میری شفاعت قبول فرمائے گا۔ انبیاءؑ، پھر علماء اور اس کے بعد شہداء۔

حضرت علیؑ کا ارشاد گرامی ہے کہ قیامت میں علماء کی روشنائی کو شہداء کے خون کے مقابلہ میں وزن کیا جائے گا تو علماء کی روشنائی کا پلہ شہداء کے خون کے مقابلے میں گراں تر رہے گا۔

مولائے کائناتؑ فرماتے ہیں کہ مومن عالم کا اجر روزہ دار، عابد شب زندہ دار اور خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے سے کہیں بڑھ کر ہے۔

یہ تمام احادیث افتخار العلماء کا سراپا تیار کرتی ہیں ان کے مفاہیم سے جو پیکر تیار ہوتا ہے اس پیکر نے نصف قرن سے زیادہ دین اسلام شریعت، تشیع اور علوم آل محمدؑ کی نشر و اشاعت کا مخلصانہ فریضہ انجام دیا۔

نام: اسماء کا اثر سیرت انسانی پر جزوی ہی سہی لیکن پڑتا ضرور ہے اسی لئے حدیثوں میں اچھے نام رکھنے کی تاکید کی گئی ہے اور اسے والدین پر بچوں کے حق سے تعبیر کیا گیا ہے۔ افتخار العلماء کا نام ان کے والدین نے فقیر حسین رکھا تھا۔ یہ نام دیہات کی طبعی خاکساری اور امام حسینؑ سے والہانہ عقیدت کا غماز تھا اسی نام سے وہ اپنے گھر اور وطن میں مشہور ہوئے۔ لیکن جب گھریلو تعلیم ختم کر کے اعلیٰ تعلیم کے لئے لکھنؤ پہنچے تو ان کا نام شفیق استاد نے بدل کر سعادت حسین کر دیا۔ وہ اپنی خود نوشت سوانح عمری میں فرماتے ہیں کہ والدین نے میرا نام فقیر حسین رکھا لیکن جب میں ناظمیہ میں

داخل ہوا تو استاد سید ہادی حسن صاحب مرحوم نے جو علم جفر کے ماہر تھے اسے بدل کر سعادت حسین کر دیا۔ اس وقت سے میں اسی نام سے مشہور ہوں۔

والد کا نام : آپ کی خود نوشت سوانح عمری کے مطابق آپ کے والد ماجد کا نام منور حسین تھا جو امہٹ ضلع سلطان پور سے تعلق رکھتے تھے۔

ولادت : آپ نے اپنی ولادت خود اپنے قلم سے ۲۱/ صفر ۱۳۲۵ھ تحریر فرمائی ہے حالانکہ صاحب الذریعہ آغابزرگ تہرانی نے آپ کی تاریخ ولادت حدوداً ۱۳۰۰ھ لکھی ہے۔ افتخار العلماء نے اپنی ایک کتاب کے سلسلہ میں صاحب الذریعہ کے مقام طباعت کے اشتباہ کا تو تذکرہ کیا ہے جس کا ذکر آگے آئے گا۔ لیکن اپنی تاریخ ولادت کی غلطی پر کوئی تبصرہ نہیں فرمایا ہے۔ شاید وہ اس طرف متوجہ نہ ہوئے ہوں۔

خاندانی حالات : افتخار العلماء نے وراثت میں شجاعت و حق پسندی کا وافر حصہ پایا ہے۔ آپ کے خاندانی حالات میں ان صفات کی فراوانی ہے وہ خود فرماتے ہیں کہ۔۔۔۔ ہمارے جد اعلیٰ بریار سنگھ مسلمان ہو گئے تھے ان کی اولاد میں جو مسلمان ہوئے تھے وہ آج کل سلطان پور اور پرتاپ گڑھ میں آباد ہیں ان کے مسلمان ہونے کے بعد ان کا نام بریار خاں ہو گیا تھا۔

بریار خاں کی اولادیں ان اضلاع میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان ہیں لیکن سوائے راجہ حسن پور موضع مئیار پور اور امہٹ کے سب ہی سنی ہیں۔ امہٹ میں تشیع ہمارے دادا کے دادا بخشی خاں کے سبب آیا۔ اس لئے

خود انہوں نے ہی سرکار دو عالمؐ کی زیارت کی تھی۔ مگر جب حضرت کو سلام کیا تو حضرتؐ نے منہ پھیر لیا۔ نخشی خاں نے حضرتؐ سے اس کا سبب پوچھا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں نے تمہاری طرف سے اس لئے منہ پھیر لیا کہ تم اہلبیتؑ کو دوست نہیں رکھتے تو نخشی خان نے عرض کی اب سے ان کو دوست رکھوں گا۔ انہوں نے اپنے ایک دوست سے اس خواب کو نقل کیا تو انہوں نے خواب کی تعبیر بتائی کہ آپ کو شیعہ ہونے کی ھدایت کی گئی ہے۔ چنانچہ وہ شیعہ ہو گئے اور ان کے ساتھ کل آبادی شیعہ ہو گئی۔

افتخار العلماء کے خاندان میں علوم دینیہ کا سلسلہ شروع ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا حالانکہ سلطان پور کے علاقوں میں علم و دانش کی تاریخ صدیوں پرانی ہے۔ قریب ہی جائس اور نصیر آباد کی بستیاں ہیں۔ ان دونوں بستیوں میں شیعت لگ بھگ دو صدی قبل اپنے پیر جما چکی تھی پھر علم کے نورانی اثرات اپنے گرد و پیش کا احاطہ کیوں نہ کر سکے۔ یہ بظاہر ایک پیچیدہ سوال ہے لیکن ھندوستان کے حالات کا علم رکھنے والے حضرات کی نظر میں اس کا جواب ہوگا اور وہ جواب ہے انگریزوں اور ھندوستانیوں کے درمیان جنگ۔۔۔افتخار العلماء کی تحریر کے مطابق سب سے پہلے ان کے خاندان میں ان کے چچا مولانا مختاور علی خاں صاحب مرحوم نے دین کی طرف توجہ کی۔ انہوں نے ھندوستان کے مقدمات تعلیم طے کر کے عراق کا سفر کیا۔ اور ایک عرصہ کے بعد اجتہادی اجازہ کے ساتھ وہ ھندوستان واپس آئے۔ خود افتخار العلماء فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے میرے چچا اپنی ریلوے کی ملازمت

رفت اور ولائے آل محمدؐ کی خوشبو سے تمام شریعتکدہ باغ و بہار تھا
۔۔۔۔۔ خود مولانا فرماتے ہیں کہ زمانۂ تحصیل میں جریدۂ الصراط کی ادارت کے فرائض تقریباً چار سال انجام دیئے۔ مولانا محسن نواب صاحب، سعید الملت مولانا سعید صاحب اور مولانا مرزا احمد حسن صاحب کے مشورے سے عربی ادب میں مہارت حاصل کرنے کے لئے جناب نصیر الملت صاحب کی صدارت میں نادی الادباء کی بنیاد رکھی۔ جس میں افاضل مقالے پڑھتے تھے۔ الادیب کے نام سے ایک ماہوار عربی مجلّہ بھی جاری کیا گیا۔

ھندوستان کے تعلیمی مراحل طے کرنے کے بعد آپ نے ۱۳۵۲ھ کے اواخر میں عراق کا رخ کیا اور وہاں عظیم ترین علماء و مراجع کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرتے رہے درس خارج میں بھی شریک ہوتے رہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ اپنی صلاحیتوں کو تصنیف و تالیف اور تراجم کے مشغلوں میں بھی الجھائے رہے۔ زمانۂ قیام نجف اشرف میں اس وقت کے مرجع دینی آیۃ اللہ العظمٰی سید ابو الحسن اصفہانی طاب ثراہ کے عملیہ کو اردو قالب میں منتقل کیا۔ یہ ترجمہ نجف اشرف میں ہی زیور طبع سے آراستہ ہوا۔ اس کے علاوہ مقتل کی مشہور کتاب ابصار العین فی انصاری الحسینؑ کا ترجمہ کیا۔ ان مشاغل کے ساتھ ساتھ ائمہ معصومینؑ اور اصحاب کے احتجاجات کو طبرسی علیہ الرحمہ کے نہج پر جمع کرتے رہے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ سرکار ناصر الملت نے اپنے اس شاگرد رشید کے عراق جانے کا انتظام خود فرمایا تھا، یہ کچھ بعید نہیں۔ افتخار العلماء نے عراق میں جس عزیمت، حوصلہ اور خود اعتمادی

ترک کر کے ۱۹۱۰ء یا ۱۹۱۱ء میں لاہور سے عراق تشریف لے گئے اور پھر پہلی جنگ عظیم کے بعد ھندوستان واپس آئے اور امروہہ، نوگاواں سادات اور لکھنؤ کے جامعات میں مقدمات کی تکمیل کی اور پھر تکمیل تعلیم کے لئے عراق تشریف لے گئے اور آیۃ اللہ ابوالحسن اصفہانی و آیۃ اللہ نائنی و آیۃ اللہ شیخ ضیاء الدین عراقی کے درس میں شرکت کر کے درسیات کی تکمیل کی۔

تعلیم : افتخار العلماء کو اس بات کا احساس تھا کہ ہمارے بزرگوں کو آنحضرتؐ نے اپنے اہلبیتؑ سے وابستہ رہنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ آپ وطن سے لکھنؤ ۱۹۲۰ء مطابق ۱۳۴۰ھ میں وارد ہوئے اور سرکار ناصر الملت متوفی ۱۳۶۱ھ کے یہاں قیام کیا۔ اور ان ہی کے زیر سایہ تحصیل علوم کا سلسلہ شروع کیا۔ جامعہ ناظمیہ میں مقدمات کی تکمیل کی شیعہ عربی کالج و سلطان المدارس میں بھی برائے حصول علم دین حاضری دی اور لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضل ادب کی سند حاصل کی۔

مولانا کے بعض احباب کا بیان ہے کہ آپ اور سعید الملت ہمدرس تھے اور ہر دو اداروں کے باصلاحیت اساتذہ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کرنے ایک ساتھ جایا کرتے تھے۔ سرکار ناصر الملت کی نگاہ شفقت آپ پر بہت زیادہ تھی زندگی کی بنیادی ضرورتوں کے ساتھ آپ کی تعلیم و تدریس کے جملہ انتظامات فرماتے تھے ناصر الملت نے تعلیم کے ساتھ تربیت کے بہتر مواقع فراہم کر رکھے تھے۔ اس وقت لکھنؤ علم و دانش کا مرکز تھا۔ اس مرکزیت کا زیادہ حصہ شریعتکدہ ناصری ہی کی طرف مرتکز تھا اہل علم کی آمد

حضرت کے ان اصحاب کے حالات تین حصوں میں قلم بند کیے گئے ہیں جو زمانہ خلفاء اور بنوامیہ میں ظلم و ستم سے شہید کیے گئے اس کتاب میں مالک بن نویرہ کے حالات سے ابتداء اور کمیل بن زیاد نخعی کے حالات پر انتہا ہے اور کل چھبیس اصحاب کے حالات شہادت لکھے گئے ہیں۔

ممکن ہے کچھ اور علماء شیعہ و سنی نے شیعہ مظلوموں کے حالات پر مستقل کتابیں لکھی ہوں لیکن وہ کتابیں نظر قاصر سے نہیں گزریں۔

مقصد تصنیف

تاریخ کے اوراق پارینہ سے ان حالات وواقعات کو منظر عام پر لانے کا مقصد یہ ہے کہ دنیا شیعوں کی داستان مصائب پڑھ کر اچھی طرح سمجھ لے کہ شیعوں کا یہ خاص کردار رہا ہے کہ وہ کسی زمانے میں بھی جادۂ حق کو چھوڑ کر مصائب کی آندھیوں سے پریشان نہیں ہوئے۔برق ظلم و ستم سے ان کی آنکھوں میں جھپک تک نہیں پیدا ہوئی جبر و تشدد کے اسلحوں کو انھوں نے ثبات قدم سے کند کردیا یہاں تک کہ ہر صدی کے مصائب انتہائی خندہ پیشانی کے ساتھ استقلال وپامردی سے برداشت کرتے رہے مگر اپنے موقف عظیم و مقصد بزرگ کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔

فرقہ شیعہ اثناء عشریہ کے لوگ اس سلسلہ میں قہار و جبار سلطنتوں کا بھی صبر واستقلال وپامردی سے مقابلہ کرتے رہے مصائب جھیلتے رہے اور آوارہ وطن ہوتے رہے اعضاء جسم کٹواتے رہے آنکھوں میں گرم گرم

سلاخیں سرمہ چشم کی سلائی سمجھ کر لگاتے رہے حد یہ ہے کہ خوشی خوشی سولی پر چڑھتے رہے۔ تلواروں کی دھاروں پر گلے رکھتے رہے زندہ دفن ہوتے رہے دیواروں میں زندہ چنے جاتے رہے بلکہ زندہ دہکتے ہوئے انگاروں میں جلتے رہے مگر نہ اپنے معصوم قائد بدلے نہ اپنا پاک وپاکیزہ ارادہ تبدیل کیا جب اکثریت نے اپنی نخوت و کثرت ومال ودولت سے مست ہو کر ان کو بیخ وبن سے اکھیڑ کر تباہ وبرباد کرنا چاہا تو انھوں نے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کراس طرح جم کر مصائب جھیلے ظلم سہے۔ ستم برداشت کیے کہ ظلم کی کلائی موڑ کر رکھدی اور اپنے وجود کو قائم رکھا تقریباً چودہ سو برس کے ان مصائب وشدائد کے بعد بھی عالم کے گوشہ گوشہ میں شیعوں کا وجود ظالم حکومتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر قرآن مجید کی حسب ذیل آیت تلاوت کرتا رہتا ہے۔

یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم و اللہ متم نورہ و لو کرہ الکافرون . (سورہ توبہ آیت ۳۳)

لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھوکوں سے گل کر دیں لیکن اللہ اپنے نور کو کامل کرے گا اگرچہ کافر اسے ناپسند کریں۔

محبّ علیؑ صبر وضبط و نظم کی طاقت سے اکثریت کی کلائی موڑ کر حسب ذیل آیت کی تلاوت کرتا رہتا ہے۔

سیعلموا الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون.

عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ کس طرف پلٹ کر جائیں

گے۔

ان شدائد سے شدید اور سخت سے سخت مصائب کے بعد روئے زمین پر شیعوں کا باقی رہنا بتاتا ہے کہ پروردگار نے کسی خاص مقصد کے لیے ان کو باقی رکھا ہے۔

ظاہر ہے وہ مقصد خاص حق پرستوں اور حق گویوں کی ایک مخصوص جماعت کا بالائے فرش خاکی اور زیر سقفِ لاجوروی باقی رکھنا ہے تاکہ باطل پرستوں پر اتمام حجت ہوتی رہے ہم نے اس کتاب کو چند جلدوں پر منقسم کیا ہے۔

پہلی جلد۔ زمانۂ خلفاء اربعہ۔ از ۱۱ھ تا ۴۰ھ۔

دوسری جلد۔ زمانہ بنی امیہ۔ از ۴۰ھ تا ۶۰ھ

تیسری جلد۔ زمانہ بنی امیہ۔ از ۶۰ھ تا ۱۳۲ھ

چوتھی جلد۔ زمانہ بنی عباس۔ از ۱۳۴ھ تا ۶۵۶ھ

پانچویں جلد۔ از ۶۵۶ھ تا ۱۰۰۰ھ

چھٹی جلد۔ از ۱۰۰۰ھ تا عصر حاضر۔

۱۱ھ آغاز مصائب

۲۸ / صفر ۱۱ھ کا وہ قیامت خیز دن تھا جب مصلحت باری کا مقتضیٰ یہ ہوا کہ اپنے حبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملاء اعلیٰ کی طرف بلائے اور آپ اس حیات مستعار کو ترک کر کے منزل حیات جاودانی میں آکر قیام فرمائیں جب رسول کریمؐ نے رحلت کی۔ اور آپ کے ماتم میں سارا عالم محزون و مغموم و سیاہ پوش ہو گیا۔

تو اس قت ایسا نہیں تھا کہ شیعہ جماعتی حیثیت سے موجود نہیں تھا بلکہ مقررہ جماعت کی حیثیت سے موجود اور حضرت علیؑ کو اپنا امام اور بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو خلیفہ بلا فصل مانتے تھے۔ رہا بعض شیعہ علماء[۱] اور مصر کے مشہور نابیناد کور مادر زاد مصنف طٰہٰ حسین کا گمان کہ حیات

---

[۱] سنیت نواز گمراہ شیعہ عالم مولوی سید علی نقی صاحب نقوی تاریخ شیعہ کے مختصر خاکہ ص ۳ میں تحریر کرتے ہیں کہ

"پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں شیعہ اور غیر شیعہ کی تفریق ظاہر نہ ہوئی تھی۔ تاہم نمایاں طور سے تین آدمی اہلبیتؑ طاہرین کے ساتھ عقیدت رکھتے ہوئے محسوس ہوتے تھے یہ سلمان، ابوذر اور مقداد تھے جو شیعہ کے لقب سے ملقب ہوئے۔" یہ عبارت ایسی پر فریب ہے، جو صدہا احادیث پیغمبر اسلام کو میٹ کر رکھ دیتی ہے۔ اس قول سے سرور عالمؐ کے وہ تمام اقوال باطل ہو جاتے ہیں جن میں آپ نے شیعیان علیؑ کے فضائل و محامد بیان کئے ہیں اور علیؑ کی دشمنی کو نفاق قرار دیا ہے۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

حضرت امیر المومنینؑ میں شیعہ مقررہ جماعت کے اعتبار سے موجود نہیں نہیں تھے غلط اور فاسد ہے۔ اور اگر یہ صحیح تسلیم کر لیا جاتا ہے، تو پھر پیروان مذہب شیعہ بھی ایک سیاسی گروہ قرار پاتے ہیں جو امتداد زمانہ سے ترقی کرتے کرتے اب مذہبی حیثیت سے تاریخ عالم میں نمایاں نظر آ رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تصور فرقہ شیعہ کے تقدس اور مذہبی حیثیت کو تہ وبالا کر دیتا ہے اور دین جعفری کی چولیں ہلا کر رکھ دیتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اگر (خاکم بدہن) جماعتی اعتبار سے انکا ظہور ۴۰ھ کے بعد یا امام حسنؑ اور معاویہ کے مصالحت کے کچھ عرصہ بعد ہوا ہے تو پھر مسلۂ امامت جس پر مذہب شیعہ کی بنیاد ہے ایک نظریہ ہے جسے مسلمانوں کی ایک جماعت نے بنی امیہ کے پنجہ ظلم وستم سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے اپنایا تھا رفتہ رفتہ اسے مذہبی تقدس کا درجہ دیدیا گیا۔ اب وہ جملہ حقائق معارف اسلامیہ میں دیگر مسلمانوں سے ٹکر لیا کرتے ہیں)۔

(پچھلے صفحہ کا باقی) مولوی علی نقی صاحب نے جب سے مقالہ نگاری شروع کی ہے اس وقت سے وہ ایرانی و عراقی مقالہ نگاروں او مصری مصنفین سے زیادہ متاثر ہیں۔ اس لئے اپنے مقالات و مصنفات میں ان سے استفادہ کرتے رہتے

ہیں۔ بس نادر و نئی بات ہونا چاہئے اگر چہ اس سے شیعیت و اسلام کی بیخ کنی کیوں نہ ہو جائے اسی سے آپ نے حدیث انا النقطة کا انکار کیا ہے مقدمہ تفسیر میں شق القمر کے معجزہ ہونے کے منکر ہیں۔

تاریخ شیعہ کے خاکہ میں اس قول کو اس لئے اختیار کیا ہے مصر کے نابینا طہ حسین اپنی کتاب علی و بنوہ میں اسی کے قائل ہیں متن کتاب میں اب اس کی رد تفصیل سے پڑھیں گے۔ حالانکہ عرب کا دوسرا محقق عمر ابو النصر عہد رسالت میں شیعوں کے وجود کا قائل ہے ص ۲۲ ملاحظہ ہو۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان کے بعض مصنفات علماء مصر و عراق و ایران کے مصنفات کا ترجمہ ہیں جیسے شہداء کربلا۔ استناد نہج البلاغہ اور ان کے مانند کتابیں اصل مصنف کا نام ظاہر کئے بغیر ترجمہ کر کے اپنے نام سے شائع کر دیا ہے۔

اب ان کے پاس جملہ اسلامیہ میں مخصوص نظریات وافکار پائے جاتے ہیں نہ ان کو عام مسلمانوں کی تفسیر کی ضرورت ہے۔نہ حدیث کی نہ فقہ کی ضرورت ہے، نہ اصول فقہ کی نہ کلام کی حاجات ہے نہ دیگر اسلامی فنون کی۔ ظاہر ہے کہ یہ کہنا بالکل غلط جھوٹ اور بہتان ہے آپ اس کا تفصیلی بیان اوراس دعوی کے بطلان کو آیندہ سطور میں ملاحظہ کیجئے گا۔

شیعوں کا وجود تاریخ کی روشنی میں

کیا حیات پیغمبر اسلامؐ میں شیعہ موجود تھے؟

شیعوں پر ہونے والے مظالم کے بیان سے پہلے یہ معلوم کرلینا ضروری ہے کہ آیا حیات سرور عالمؐ اور اس کے بعد شیعہ موجود بھی تھے یا نہیں۔اس لیے کہ مثل مشہور ہے کہ ثبت الجدار ثم النقش پہلے دیوار بنالو پھر اس پر نقش نگار بنانا۔اگر بعد رحلت سرور عالم اور اس سے قبل شیعہ موجود تھے تب تو یہ بحث درست ہے کہ بعد انتقال نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شیعوں کی کیا حالت تھی راحت وآرام سے تھے یا مبتلائے مصائب وشدائد تھے اور اگر شیعہ پیدوار ہیں ۱۱ھ کے بعد کے تو یہ بحث ہی بیکار ہے کہ ۱۱ھ سے شیعوں پر کیا شدائد ہوئے۔

ہم اس بحث کو تحریر کرنے پر اس لیے مجبور ہوئے کہ ہم چند سطور قبل اشارہ کر چکے ہیں کہ ایک شیعہ مدعی علم اور مصر کے مشہور نابینا مصنف

وادیب طٰہٰ حسین[۱] اس کے قائل ہیں کہ شیعہ سنی تفریق ۴۰ھ کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ ہم ان لوگوں کے جواب میں احادیث سرورِ دوجہاں کی روشنی میں بعض تاریخی حقائق کو ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں ظاہر ہے کہ اگر زمانہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شیعہ موجود نہیں تھے تو آپ نے یہ کیوں ارشاد فرمایا کہ

حیاتِ پیغمبرؐ میں شیعوں کا وجود

یاعلی بشر شیعتك اناالشفیع یوم القیٰمه وقتالا ینفع مال ولا بنون الا شفاعنی. (ینابیع الودۃ ص ۲۵۷)

"اے علیؑ اپنے شیعوں کو بشارت دیدو کہ میں قیامت کے دن اس وقت شفاعت کروں گا جب سوائے میری شفاست کے نہ مال فائدہ پہنچائے گا نہ اولاد۔"

ینابیع الودۃ کی یہ حدیث بتاتی ہے کہ حیات سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شیعہ موجود تھے اسی لیے تو حضرت نے حضرت امیرؑ کو یہ حکم دیا کہ اپنے شیعوں کو تم بشارت دیدو کہ میں روز محشر تمھاری شفاعت کروں گا۔ اور اگر اس عہد میں شیعہ موجود نہ ہوتے، تو حضرت سرور عالمؐ کے ارشاد گرامی کے کچھ معنی نہ ہوتے۔

اس حدیث سے طٰہٰ حسین کے اس قول کی بھی رد ہو جاتی ہے

---

[۱] طٰہٰ حسین کی کتاب "علی وبنوہ" کا ترجمہ عبدالحمید نعمانی نے کیا ہے جس کے صفحہ ۳۲۲ سے ۳۲۶ تک شیعوں کے بارے میں ایک زہریلا مقالہ موجود ہے جس کی رد مضبوط دلائل و براہین سے ہو جاتی ہے۔

کہ "جہاں تک میں سمجھتا ہوں فقہاو متکلمین اور مورخین لفظ شیعہ سے جوایک مقررہ جماعت مراد لیتے ہیں وہ حضرت علیؑ کی زندگی میں موجود نہ تھی ہاں آپ کی وفات کے کچھ دنوں بعد ظہور میں آئی (الامام علی ص)

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت علیؑ کو یہ حکم دینا کہ اپنے شیعوں کو بشارت دیدو یہ صرف حضرت علیؑ کی زندگی میں نہیں بلکہ حیات رسولؐ شیعوں کے وجود کو ثابت کر رہا ہے۔

اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں حضرت نے محبان علیؑ ابن ابی طالبؑ کو بشارت دی ہے۔

چنانچہ بشارۃ المصطفےٰ میں اسناد طولانی سے منقول ہے کہ ایک دن جناب رسولخداؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنستے ہوئے حضرت علیؑ کے گھر میں داخل ہوئے اور فرمایا کہ اے بھائی میں بشارت دینے کے لیے آیا ہوں۔ ابھی ابھی جبرئیل پروردگار عالم کی طرف سے یہ پیغام لائے ہیں کہ اے احمد علیؑ کو یہ بشارت دیدو کہ تمہارے محبّ خواہ مطیع ہوں یا عاصی اہل جنت سے ہیں یہ سنکر حضرت علیؑ نے سجدہ شکر کیا اور یہ کہا کہ اے پالنے والے گواہ رہنا کہ میں اپنے نصف حسنات شیعوں کو دیتا ہوں، جناب سیدہؑ نے بھی کہا کہ میں بھی اپنے نصف حسنات شیعوں کو دیتی ہوں امام حسنؑ و حسینؑ نے کہا کہ ہم بھی اپنے نصف حسنات محبان امیر المومنین کو دیتے ہیں یہ سن کر پیغمبرؐ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے زیادہ کریم نہیں ہو میں بھی اپنے حسنات علیؑ کے محبوں کو دیتا ہوں۔ اس وقت جبرئیل نازل ہوئے اور عرض

کیا کہ اے خدا کے رسولؐ پروردگار عالم کہہ رہا ہے کہ آپ لوگ مجھ سے زیادہ کریم نہیں ہیں میں نے علیؑ کے محبوں کے گناہوں کو بخش دیا اور ان کو جنت ونعمات جنت عطا کروں گا۔ (مناقب مرتضوی ۳۰۶ص)

رہا یہ کہ مقررہ جماعت سے شیعہ مراد نہیں تھے جسے فقہاء و متکلمین و مورخین مراد لیتے ہیں یہ بھی غلط ہے اس لیے کہ آپ نے مقررہ جماعت نہ ہونے پر کوئی دلیل نہیں دی ہے بلکہ صرف اپنے قیاس ورائے کی بنا پر یہ حکم لگایا ہے آپ اگر کتب حدیث کا مطالعہ کرتے تو یہ لکھنے کی جرأت ہی نہ ہوتی۔

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ آپ کور مادرزاد ہیں کتابوں کا خود مطالعہ کر بھی نہیں سکتے ہیں اور جب آپ مطالعہ نہیں کرسکتے تو پھر شیعوں کے مقررہ جماعت ہونے سے انکار کی جرأت حیرت انگیز ہے۔

کاش آپ نے مناقب واحادیث وتواریخ وتفاسیر کی کل کتابوں کو کسی سے پڑھوا کر سن لیا ہوتا اور شیعوں کا وجود حیات حضرت علیؑ میں مقررہ جماعت کی حیثیت سے نہ پاتے تو حق بجانب تھے۔

آیئے ہم آپ کو کتب حدیث میں دکھائیں کہ شیعہ حضرات مقررہ جماعت کے عنوان سے حیات سرکار دوجہاں و حضرت علیؑ میں وجود رکھتے تھے۔

علامہ شیخ حسین صمیری نے کتاب الالزام (مخطوط) میں حسب ذیل بارہ جماعت علماء اہلسنت سے نقل کیا ہے :۔

(۱) تفسیر ابی موسیٰ یعقوب بن سفیان (۲) تفسیر ابن

جریح(۳) تفسیر مقاتل بن سلیمان (۴) تفسیروکیع بن جراح(۵) تفسیر یعقوب یوسف بن موسی القطان۔(٦) تفسیر قتادہ(۷) تفسیر ابی عبیدہ القاسم بن سلام (۸) تفسیر علی بن حرب (۹) تفسیر السدی (۱۰) تفسیر مجاہد (۱۱) تفسیر مقاتل بن حمام بن صان۔(۱۲) تفسیر ابی صالح۔ یہ سب انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ ہم کچھ لوگوں کے ساتھ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے ہم نے ایک شخص کاذکر کیاجو نماز پڑھتا ہے، روزہ رکھتا ہے صدقہ دیتا ہے زکواۃ ادا کرتا ہے پس جناب رسول خدا صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اس کو نہیں پہچانتا ہوں ہم لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ وہ شخص خدا کی عبادت کرتا ہے اس کی تسبیح وتقدیس کرتا ہے اللہ کو واحد ویکتا مانتا ہے حضرت نے فرمایا میں نہیں پہچانتا ہوں ہم لوگ ابھی اس شخص کا ذکر کرہی رہے تھے کہ ابوبکر آئے اور وہ شخص بھی نظر آیا ہم لوگوں نے عرض کیا اے خدا کے رسولؐ وہ شخص یہ کیا ہے حضرتؐ نے اسے دیکھا اور ابوبکر کو حکم دیا کہ میری تلوار لو اور اس شخص کو قتل کردو اس لئے کہ یہ پہلا شخص ہوگا جو شیطان کے گروہ میں شامل ہوکر آئے گا۔ ابوبکر تلوار لے کر مسجد میں آئے تو دیکھا کہ وہ رکوع میں ہے۔ وہ اسے حالت میں دیکھ کر پلٹ آئے اور کہا کہ خدا کی قسم میں اسے نہیں قتل کروں گا اس لیے کہ مجھے منع کیا گیا ہے کہ نماز گزاروں کو قتل کروں۔ حضرتؐ نے ان کو حکم دیا کہ بیٹھ جاؤ تم اس کے قائل نہیں ہو اور عمر کو حکم دیا کہ تم اٹھو اور میری یہ تلوار ابوبکر سے لے کر مسجد میں جاؤ اور اس شخص کی گردن اڑادو۔ عمر

کہتے ہیں کہ میں نے تلوار ابو بکر سے لے کر مسجد میں آیا تو دیکھا کہ وہ شخص سجدے میں ہے میں نے کہا خدا کی قسم میں اسے نہیں قتل کروں گا اس لیے کہ مجھ سے بہتر نے اسے قتل نہیں کیا اور اجازت لے لی ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پلٹ آئے اور عرض کیا کہ میں نے تو اسے سجدے میں پایا تھا اس لیے نہیں قتل کیا۔ حضرتؐ نے فرمایا اے عمر بیٹھ جاؤ تم اس کے قاتل نہیں ہو۔ اے علیؑ تم اٹھو تم ہی اس کے قاتل ہو اگر تم اس کو پانا تو قتل کر دینا اس لیے کہ اگر تم اس کو قتل کرو گے تو میری امت میں اختلاف باقی نہیں رہے گا۔ حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ میں نے تلوار لی اور مسجد میں آیا تو میں نے اس شخص کو نہیں پایا میں نے پلٹ کر جناب رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے اس شخص کو مسجد میں نہیں پایا۔ حضرت نے فرمایا کہ حضرت موسیٰؑ کی امت اکھتر فرقوں پر منقسم ہوئی ان میں صرف ایک فرقہ ناجی تھا باقی سب جہنمی تھے اور حضرت عیسیٰؑ کی امت بہتر فرقوں پر منقسم ہوتی ان میں سے صرف ایک نجات پائے گا اور باقی سب جہنمی ہیں۔ عنقریب میری امت تہتر فرقوں پر منقسم ہو گی، ان میں سے صرف ایک نجات پائے گا باقی سب جہنمی ہوں گے۔

میں نے عرض کیا اے خدا کے رسولؐ وہ نجات پانے والا گروہ کونسا ہے حضرت نے فرمایا وہ گروہ ہے جو اس چیز سے تمسک کیے ہو جس سے تم اور تمھارے شیعہ اور تمھارے اصحاب تمسک کیے ہوئے ہیں اس وقت خداوند عالم نے اس شخص کے بارے میں یہ آیت قرآن مجید نازل کی:۔

ثانی عطفه لیضل عن سبیل الله له فی الدنیا خزی و نذیقه یوم القیمة عذاب الحریق.

خواہ مخواہ خدا کے بارے میں لڑنے کے لیے تیار ہے اس کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور ہم اسے قیامت میں جلانے والا عذاب چکھائیں گے۔

حضرتؐ فرماتے ہیں کہ یہ پہلا شخص ہوگا جو بد عتی اور گمراہ کرنے والوں کی امداد و پشت پناہی کرے گا۔

ابن عباس کہتے ہیں خدا کی قسم اس شخص کو حضرت علیؑ علیہ السلام نے جنگ صفین (صحیح یہ ہے کہ جنگ نہروان) میں قتل کیا خدا نے یہ جو کہا کہ اس کے لیے دنیا میں خزی ہے یعنی قتل ہے اور یہ جو کہا ہے کہ ہم اس کو قیامت کے دن جلانے والے عذاب کا مزا چکھائیں گے تو اسے اس عذاب کا مزا حضرت علیؑ سے جنگ کرنے کے سبب سے خداوند عالم روز محشر چکھائے گا۔

اس روایت کو ابوبکر محمد بن مومن شیرازی نے بھی اپنی کتاب میں انھیں بارہ تفسیروں سے نقل کیا ہے جسے علامۂ سید محمد بن یوسف تونسی جو کافی کے نام سے شہرت رکھتے ہیں اپنی کتاب السیف الیمانی المسلول میں ۱۶۹ ص پر نقل کیا ہے اور حضرت علیؑ کے سوال کو حسب ذیل الفاظ میں نقل کیا ہے :۔

یارسول الله من الفرقة الناجیة .

اے خدا کے رسولؐ فرقہ ناجیہ کون ہے ؟

حضرتؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ :۔

المتمسکون بما انت علیه و اصحابك.

جو تمسک رکھتے ہوں اس سے جس پر تم اور تمھارے اصحاب ہیں۔

اس مہتم بالشان روایت سے تو یہ ثابت ہو گیا کہ حیات پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں ایک مقررہ جماعت تھی جو فرقہ ناجیہ کہلاتی تھی اور اس جماعت کا عقیدہ بھی دیگر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مختلف تھا اور ان کا مسلک وہ تھا جو حضرت علیؑ اور ان کے اصحاب کا تھا۔

اس کی تائید حسب ذیل روایتوں سے بھی ہوتی ہے عبید اللہ امر تسری کتاب ارجح المطالب ۸۸ صہ پر جناب سلمان فارسی سے روایت کرتے ہیں کہ میں جب حضرت رسول خدا صلی اللہ سلیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا تو آپ حضرت علیؑ کے دونوں شانوں کے درمیان ہاتھ مار کر فرماتے تھے کہ یہ اور ان کا گروہ فلاح و نجات پانے والا ہے۔

اس روایت کو نطنزی نے خصائص علویہ میں نقل کیا ہے۔ نیز اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو خطیب خوارزمی نے کتاب مناقب ۲۲۹ صہ پر تحریر کیا ہے :۔

وہ لکھتے ہیں الناصر بالحق اپنے اسناد سے نقل کرتے ہیں کہ جناب رسول خداؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میری امت کے ستر ہزار افراد بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے حضرت علیؑ نے عرض کیا اے خدا کے رسولؐ وہ کون سے لوگ ہیں حضرتؐ نے فرمایا اے علیؑ وہ تمھارے شیعہ ہیں اور تم ان کے امام ہو۔

ان تینوں روایتوں سے شیعوں کا وجود جماعتی حیثیت سے حیات پیغمبر اسلام میں ثابت ہو رہا ہے۔ تعجب ہے کہ ان روایت کے ہوتے ہوئے کوئی شیعہ یا سنی کیونکر شیعوں کا وجود جماعتی اعتبار سے تسلیم نہیں کرتا جبکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو فرقہ ناجیہ کہہ رہے ہیں۔ کہیں علیؑ کا حزب (گروہ) کہہ رہے ہیں کہیں اس حزب وفرقہ ناجیہ کا امام حضرت علیؑ کو بتا رہے ہیں۔

یہاں تک تو مقررہ جماعت کے اعتبار سے نہ صرف حیات حضرت امیرؑ بلکہ حیات حضرت پیغمبرؐ اسلام میں شیعوں کے وجود کا ثبوت تھا۔

حیات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شیعہ جماعتی اعتبار سے موجود تھے اس کی دوسری دلیل وہ حدیثیں ہیں جو حضرت علیؑ کی دشمنی کو علامت نفاق قرار دیتی ہیں۔ اس سے کسی کو انکار نہیں ہے کہ حیات پیغمبرؐ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں منافقین کثیر تعداد میں موجود تھے اور اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ کی دشمنی کو علامت نفاق قرار دیا ہے۔ اس لیے اصحاب نبی دو حصوں پر تقسیم ہو جاتے ہیں ایک منافق دوسرے غیر منافق جو اصحاب غیر منافق تھے وہی حضرت علیؑ کے شیعہ محبّ اور پیرو تھے۔

علیؑ کی دشمنی نفاق ہے اس کے بارے میں چند صحابہ سے روایتیں منقول ہیں۔ پہلی روایت جناب ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے جسے حسب ذیل علماء محدثین نے نقل کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل اپنی مسند ۲۹۶ صفحہ ج ۱ میں اپنی سند سے مساور حمیری سے نقل کرتے ہیں وہ کہتا ہے مجھ سے میری ماں نے بیان کیا :۔

سمعت ام سلمه تقول سمعت رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم يقول لعلى لا يبغضك مومن و لا يحبك منافق. ۱

میں نے جناب ام سلمہ کو فرماتے ہوئے سنا وہ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب رسول خداؐ کو حضرت علیؑ سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ۔

اے علیؑ تم کو مومن دشمن نہیں رکھے گا اور منافق دوست نہیں رکھے گا۔

علامہ شیخ ابراہیم بیہقی نے کتاب المحاسن والمساوی ص ۴۱ پر جناب ام سلمہ سے نقل کیا ہے آپ فرماتی ہیں کہ

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لا يحب عليا منافق و لا يبغض عليا مومن. ۲

۱۔ اس حدیث کو حسب ذیل افراد نے نقل کیا ہے۔

۱۔ شرف النبی خرگوشی نیشاپوری۔

۲۔ میزان الاعتدال علامہ ذہبی ص ۵۳، ج ۲۔

۳۔ البدایہ والنہایہ ابن کثیر دمشقی ص ۳۵۴، ج ۷۔

۴۔ فتح الباری علامہ ابن حجر عسقلانی ص ۵۷، ج ۷۔

۵۔ تہذیب التہذیب علامہ مذکور ص ۴۵۶، ج ۸۔

۶۔ ارجح المطالب عبید اللہ امر تسری ص ۵۱۲ و ص ۵۲۳۔

۲۔ اس روایت کو حسب ذیل علماء نے نقل کیا ہے۔

۱۔ جمع بین الصحاح حافظ رزین ابن معاویہ عبدوری اندلسی۔

۲۔ علم الکتاب علامہ خواجہ میر متخلص بعندلیب محمدی ص ۲۵۵۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ علیؑ کو منافق دوست نہیں رکھے گا اور مومن دشمن نہیں رکھے گا۔

اسی طرح کی حدیث مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۶۴ پر بھی ہے وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو احمد اور ترمذی نے بھی نقل کیا ہے۔ ۱۰

دوسری روایت عبداللہ بن حسنطب سے منقول ہے وہ اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں کہ

قال رسول الله صلی الله علیه واله وسلم فی خطبته اوصیکم بحب ذی قربیها اخی وابن عمی علی بن ابی طالبؑ فانه

---

۱۰ جناب ام سلمہؑ کی روایت کو کچھ تغیر کے ساتھ حسب ذیل علماء نے بھی نقل کیا ہے۔

۱۔ علامہ سبط ابن جوزی تذکرۂ خواص الامہ ص ۳۲۔

۲۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی ص ۲۲۱ ج ۴۔

۳۔ ریاض النضرہ علامۂ محب الدین طبری ص ۲۱۴۔

۴۔ ذخائر العقبیٰ علامۂ مذکور ص ۹۱۔

۵۔ شرح دیوان حضرت امیرؑ علامۂ میر حسین میبذی۔

۶۔ الکواکب الدریہ علامہ عبدالرؤف منادی ص ۳۹ ج ۱۔

۷۔ کنوز الحقائق علامۂ مذکور ص ۱۹۲۔

۸۔ مفتاح النجا علامہ بدخشی ص ۶۲۔

۹۔ ینابیع المودۃ علامہ قندوزی ص ۴۷۔

۱۰۔ تجہیز الجیش علامہ حسن بن مولوی امان اللہ دہلوی ص ۹۱۔

۱۱۔ سعد الشموس والاقمار علامہ عبدالقادر الورد یحیی الخیر رانی ص ۲۱۔

۱۲۔ الفتح الکبیر علامہ شیخ یوسف نبہانی ص ۵۵ ج ۳۔

۱۳۔ القول الفصل علامہ سید علوی بن طاہر الحداد العلوی ص ۶۳۔

لا یحبه الا مومن ولا یبغضه الا منافق.ؔ ۱

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ میں تم کو اپنے قرابتداروں میں سے اپنے بھائی اور چچا کے بیٹے علیؑ بن ابی طالبؑ کی محبت کی وصیت کرتا ہوں اس لئے کہ علیؑ کو صرف مومن دوست رکھے گا اور صرف منافق دشمن رکھے گا۔

تیسری حدیث حضرت علیؑ علیہ السلام سے منقول ہے۔ چنانچہ علامہ عبدالوہاب شعرانی الطبقات الکبریٰ ص ۱۰ ج ۱ پر تحریر کرتے ہیں کہ :۔

کان علی رضی الله عنه یقول والله لایحبنی الا مومن ولا یبغضنی الا منافق.

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے خدا کی قسم مجھے نہیں دوست رکھے گا مگر مومن اور نہیں دشمن رکھے گا مگر منافق۔

علامہ احمد بن حنبل مسند ص ۸۴ ج ۱ میں نقل کرتے ہیں کہ۔

قال علی رضی الله عنه انه عهد الی النبی صلی الله علیه و اله و سلم انه لا یحبك الا مومن و لا یبغضك الا منافق.ؔ ۲

۱ؔ۔ حسب ذیل کتابوں میں یہ حدیث درج ہے۔

۱۔ تذکرۂ خواص الامہ ص ۳۴۔ ۲۔ شرح نہج البلاغہ ص ۴۵۱ ج ۲۔

۳۔ ذخائر العقبیٰ محب الدین طبری ص ۹۱۔ ۴۔ ریاض النضرہ ص ۲۱۴۔

۵۔ ینابیع المودۃ علامہ قندوزی ص ۲۱۳ و ص ۲۴۷۔

۶۔ ارجح المطالب عبید اللہ امرتسری ص ۴۲۸ و ص ۵۱۳۔

۲ؔ۔ ۱۔ حضرت علیؑ کی یہ حدیث کچھ الفاظ کے تغیر کے ساتھ حسب ذیل کتابوں میں منقول ہے۔

۱۔ مناقب احمد بن حنبل۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت علیؑ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم میرے پاس نبیؐ

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ) ۲۔ صحیح مسلم علامہ ابو الحسن مسلم بن حجاج ص ۶۰ ج ۱۔
۳۔ سنن المصطفےٰ علامہ ابن ماجہ ص ۵۵ ج ۱۔
۴۔ صحیح علامہ ترمزی ص ۱۷۷ ج ۱۳۔
۵۔ خصائص علامہ نسائی ص ۲۷۔
۶۔ علل الحدیث حافظ عبد الرحمان ابن ابی حاتم رازی ص ۴۰۰ ج ۲۔
۷۔ معرفۃ علوم الحدیث حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری ص ۱۸۰۔
۸۔ حلیۃ الاولیاء حافظ ابو نعیم اصفہانی ص ۱۸۵ ج ۴۔
۹۔ سنن حافظ بیہقی ص ۲۷۱ ج ۲۔
۱۰۔ تاریخ بغداد خطیب بغدادی ص ۲۵۵ ج ۲۔
۱۱۔ موضع الجمع و التفریق خطیب بغدادی ص ۴۶۸۔
۱۲۔ استیعاب حافظ عبد البر ص ۴۶۱ ج ۲۔
۱۳۔ الجمع بین الصحیحین حافظ محمد بن ابی نصر اندلسی۔
۱۴۔ طبقات الحنابلہ قاضی ابو یعلی ص ۳۲۰ ج ۱۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)
۱۵۔ مصابیح السنۃ علامہ بغوی ص ۲۰۱ ج ۱۔
۱۶۔ تفسیر معالم التنزیل حافظ حسین بن مسعود فراء بغوی ص ۱۸۰ ج ۶۔
۱۷۔ ربیع الابرار علامہ محمود بن عمر خوارزمی ص ۹۵۔
۱۸۔ مناقب علامہ خطیب خوارزمی ص ۲۲۰۔
۱۹۔ صفۃ الصفوۃ ابن جوزی ص ۱۲۱ ج ۱۔
۲۰۔ جامع الاصول علامہ مجد الدین ابن اثیر جزری ص ۴۷۳ ج ۴۔
۲۱۔ اسد الغابہ علامہ عز الدین ابن اثیر جزری ص ۳۶ ج ۴۔
۲۲۔ تذکرۂ خواص الامہ سبط ابن جوزی ص ۳۲۔
۲۳۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی ص ۱۷۱ ج ۱۔
۲۴۔ الاذکار علامۂ شیخ مجیی الدین دمشقی ۳۵۵۔
۲۵۔ ذخائر العقبیٰ علامہ طبری ص ۹۱۔
۲۶۔ ریاض النضرہ علامۂ مذکور ص ۲۱۴ ج ۲۔
۲۷۔ لسان العرب جمال الدین محمد بن مکرم افریقی ص ۳۱۱ ج ۳۔
۲۸۔ فرائد السمطین علامہ حموینی۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عہد ہے کہ اے علیؑ تم کو دوست نہیں رکھے گا مگر

(پچھلے صفحہ کا باقی) ۲۹۔ منہاج السنۃ علامہ احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ حرانی ص ۱۷ ج ۳۔

۳۰۔ تفسیر علامہ علاء الدین علی بن محمد معروف سنجازن ص ۱۸۰ ج ۵۔ تیمیہ

۳۱۔ دول الاسلامیہ علامہ ذہبی ص ۲۰ ج ۱۔

۳۲۔ میزان الاعتدال علامہ مذکور ۴۳۳ ج ۴۔

۳۳۔ تاریخ الاسلام علامہ مذکور ص ۱۹۷ ج ۲۔

۳۴۔ نظم درر السمطین علامہ محمد بن یوسف زرندی ص ۱۰۲۔

۳۵۔ البدایہ والنہایہ حافظ عماد الدین ابن کثیر قرشی ص ۳۵۴ ج ۷۔

۳۶۔ مشکوٰۃ المصابیح خطیب تبریزی ص ۵۶۳۔

۳۷۔ التشریب فی شرح التقریب علامہ ابوزرعہ عراقی ص ۸۶ ج ۱۔

۳۸۔ نزہتہ الناظر علامہ شیخ تقی حلبی عبید الضریر ص ۳۹۔

۳۹۔ فتح الباری علامہ ابن حجر عسقلانی ص ۵۷ ج ۷۔

۴۰۔ لسان المیزان علامہ مذکور ص ۲۴۷ ج ۲۔

۴۱۔ الدرر الکامنہ علامہ مذکور ص ۳۰۸ ج ۲۔

۴۲۔ شرح دیوان امیر المومنینؑ علامہ میبذی یزدی ص ۱۹۱ مخطوطہ۔

۴۳۔ صفوۃ الزلال المعین۔

۴۴۔ تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی ص ۶۲۔

۴۵۔ تیسر الوصول الی جامع الاصول علامہ احمد بن شیبانی الشہیر بابن الربیع ص ۱۴۷ ج ۲۔

۴۶۔ الصواعق المحرقہ علامہ احمد بن حجر ہیثمی ص ۷۳۔

۴۷۔ منتخب کنز العمال مطبوع بر حاشیہ مسند ج ۵ ص ۳۔

۴۸۔ اخبار الدول و آثار الاول علامہ شیخ احمد بن یوسف بن احمد دمشقی معروف بقرمانی ص ۱۰۴۔

۴۹۔ کنوز الحقائق علامہ عبدالرؤف مناوی ص ۱۶۴ و ص ۱۹۲ و ۲۰۳۔

۵۰۔ الاربعین حدیثاً علامہ مولوی علی قاری ہروی ص ۵۴۔

۵۱۔ ذخائر المواریث علامہ عبدالغنی بن اسمٰعیل دمشقی ص ۱۵۔

۵۲۔ مفتاح النجا علامہ بدخشی ص ۶۲ مخطوطہ۔

۵۳۔ اسعاف الراغبین مطبوع بر حاشیہ نور الابصار ص ۱۷۳۔

۵۴۔ ینابیع المودۃ علامہ قندوزی صفحہ ۴۷ و ۴۸ و ۸۲ و ۲۱۳ و ۲۸۱ و ۲۴۶۔

۵۵۔ تجہیز الجیش علامہ امان اللہ دہلوی ص ۱۲۹۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مومن اور نہیں دشمن رکھے گا مگر منافق۔

حضرت علی علیہ السلام کے پاس پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ عہد بڑی اہمیت کا حامل ہے مختلف الفاظ سے اسے اکٹھ علماء ومحدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ یہ حدیث صاف صاف بتاتی ہے کہ علیؑ کے دشمن منافق ہیں یہ بھی ظاہر کرتی ہے کہ منافقین حضرت کی حیات میں موجود تھے۔ یہی منافقین غیر شیعہ تھے لیکن انھیں کے دشمن دوش بدوش اصحاب سرکار دوجہاں میں غیر منافق بھی موجود تھے یہی علیؑ کے محبّ شیعہ اور ماننے والے تھے۔

چوتھی حدیث عمران بن حصین سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ ؎

ان رسول الله قال لعلی لا یحبك الا مومن و لا یبغضك الا منافق. ۱

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم کو نہیں دوست رکھے گا مگر مومن اور نہیں دشمن رکھے گا مگر منافق۔

(پچھلے صفحہ کا باقی) ۵۶۔ سعد الشموس والاقمار علامہ القادر دردغی خیرانی ص ۲۱۰۔

۵۷۔ القول الفصل علامہ سید علوی بن طاہر حداد حضرمی ص ۶۳۔

۵۸۔ الشرف المويد لال محمد علامہ شیخ یوسف بن اسماعیل نبہانی ص ۱۱۳۔

۵۹۔ بدائع المنن علامہ شیخ احمد بن عبد الرحمان نباء معروف بساعاتی ص ۵۰۳ ج ۲۔

۶۰۔ ارجح المطالب علامہ امرتسری ص ۵۱۳ و ۵۲۳۔

۶۱۔ اتحاف ذوی النجابہ علامہ شیخ محمد عربی مغربی ص ۱۵۴۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) ؎۱ اس روایت کو مجمع الزوائد میں علامہ حافظ نور الدین ہیثمی نے ص ۱۳۳ ج ۹ پر نقل کیا ہے نیز اسے طبرانی نے اوسط میں بھی نقل کیا ہے۔ مشکل الآثار ص ۴۸ ج ۱ پر صرف اتنا مذکور ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے حق میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ہے کہ اے علیؑ آپ کو صرف منافق دشمن رکھے گا۔

پانچویں حدیث مرسل ہے۔ جسے صحابہ کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے راوی کا نام درج نہیں یہ صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و اله و سلم قال لعلی رضی اللہ عنه لا یحبك الا مومن و لا یبغضك الا منافق.

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا اے علیؑ تم کو دوست نہیں رکھے گا مگر مومن اور نہیں دشمن رکھے گا مگر منافق۔

اس روایت کو حافظ عبد البر نے استیعاب ص ۴۶ ج ۲ پر نقل کیا ہے۔[۱]

چھٹی حدیث ابو ذر ہے جسے علامہ بدخشی نے مفتاح النجا فی مناقب آل العباس ۵۵ مخطوط میں مذکور ہے وہ کہتے ہیں:

اخرج الدیلمی عن ابی ذر رضی اللہ عنه عن النبی صلی اللہ

۱: کتاب استیعاب کے علاوہ الفاظ کے فرق کے ساتھ حسب ذیل کتابوں میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

۱۔ الشفاء تبعریف حقوق المصطفےٰ قاضی موسیٰ بن عیاض یحصبی ص ۴۱ ج ۲۔

۲۔ شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید معتزلی ص ۵۲۰ ج ۴۔

۳۔ تذکرۃ الحفاظ۔ ص ۱۰ ج ۱۔

۴۔ نفحات اللاہوت علامہ محقق کرکی ص ۷ ا۔

۵۔ الفتح الکبیر علامہ مذکور ص ۲۴۶ ج ۱۔

۶۔ نقد عین المیزان شیخ محمد بہجت دمشقی ص ۱۴۔

۷۔ السیف الیمانی المسلول علامہ سید محمد بن یوسف تونسی معروف بکافی ص ۹۴۔

علیه و آله و سلم علی باب علمی و مبین لامتی ما ارسلت به من بعدی حبه ایمان و بغضه نفاق و النظر الیه رافة.

دیلمی نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علیؑ میرے علم کا دروازہ ہیں جن چیزوں کے لئے میں رسولؐ بنایا گیا ہوں میرے بعد میری امت سے علیؑ ہی بیان کرنے والے ہیں۔ علیؑ کی محبت ایمان علیؑ کی دشمنی نفاق ہے۔ علیؑ کی طرف دیکھنا رافت ہے۔

ساتویں وہ حدیث ہے جسے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ابو رافع نے نقل کیا ہے ابو رافع کہتے ہیں کہ

من لم یعرف حق علی فهو احد من الثلاث اما امه الزانیة او حملته امه من غیر طهر او منافق. [ینابیع المودة ص ۲۵۲]

جو شخص علیؑ کے حق کو نہ پہچانے وہ تین افراد سے ایک ہوگا یہ کہ اس کی ماں زانیہ ہو دوسرے یہ کہ اس کی ماں اس سے حیض میں حاملہ ہوئی ہو تیسرے یہ کہ وہ منافق ہو۔

ان احادیث کے بعد کیا شبہ ہو سکتا ہے کہ علیؑ کے دشمن حیات پیغمبر اسلام میں موجود تھے اور وہ سب کے سب منافق تھے۔ جب منافقین علیؑ کے دشمن تھے تو غیر منافق وہ قرار پائے جو علیؑ کے دوست ہوں اور جو علیؑ کے دوست تھے وہی علیؑ کے شیعہ تھے اور علیؑ انھیں کے لیے بعد رحلت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم کا دروازہ تھے اور پیغمبر اسلامی شریعت

و تعلیمات سرکار دو جہاں کو حضرت علیؑ کے ذریعہ سے حاصل کرتے تھے اور آپ کو اپنا امام مانتے تھے حضرت نے حدیث ابو ذر میں جو کچھ فرمایا ہے آج تک شیعہ اسی پر عامل ہیں، اس لیے کہ وہ باب مدینۃ العلم سے تمسک کیے ہیں اور دین و مذہب و شریعت کو حضرت علی علیہ السلام اور ان کی اولاد امجاد ہی کے ذریعہ سے حاصل کرتے ہیں۔ پس اسی کا نام شیعیت ہے حیات حضرت علیؑ میں جس کے وجود سے طہٰ حسین اور مولوی نقن صاحب کو انکار ہے۔ جیسا کہ ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں۔

خود پیغمبر اسلام صلی علیہ و آلہ و سلم حضرت علی علیہ السلام کو خبر دے چکے تھے کہ میرے بعد تمھارے سبب سے مومنین پہچانے جائیں گے چنانچہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ :۔

قال لی رسول الله صلی الله علیه واله وسلم لولاك ماعرف المومنون بعدی. [مناقب علامه مغازل]

مجھ سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے فرمایا اے علیؑ اگر تم نہ ہوتے تو میرے بعد مومنین نہ پہچانے جاتے۔

اس روایت کو ابن عباس سے علامہ عبید اللہ امر تسری نے ارجح المطالب ص ۴۴۲ پر بھی نقل کیا ہے۔

منافقین کی شناخت

اصحاب سرورِ دو جہاں صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم میں سے منافقین و غیر

منافقین مدینہ منورہ میں ملے جلے زندگی بسر کرتے تھے۔ یہ امتیاز دشوار تھا کہ ان میں کون آپ کا سچا پیرو مخلص اور مومن ہے۔ اور کون نقاب اسلام چہرے پر ڈالے ہوئے اور دل میں کفر کو چھپائے ہوئے ہے۔ مصلحت باری کا مقتضیٰ بھی یہی تھا ارشاد پروردگار عالم ہے۔

لونشاء لارینٰکھم فلعرفتھم بسیمٰھم ولتعرفنھم فی لحن القول. [سورہ محمد ۳۰]

اگر ہم چاہیں تو تم کو انھیں (منافقین) کو دکھا سکتے ہیں تم منافقین کو ان کی پیشانی کی علامتوں اور زبان کی لغزش اور ٹھوکر سے ضرور پہچان لوگے۔

علامہ محمد بن اسماعیل بخاری اپنی صحیح میں ارشاد فرماتے ہیں کہ منافقین حضرت پیغمبر اسلام صلی علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ ہی میں رہتے۔ حضرتؐ کے دربار میں بیٹھتے تھے حضرتؐ ان سے گفتگو کرتے تھے وہ حضرتؐ سے بات چیت کرتے تھے۔ اور صحابی رسولؐ کہلاتے تھے۔ لیکن وہ اپنے نفاق میں مشہور ومعروف نہیں تھے اور نہ بظاہر دوسروں سے ممتاز تھے کہ پہچانے جاسکتے تھے اس کے بعد آیت مذکورۂ بالا کو تحریر کیا ہے۔

قرآن مجید میں دوسرے مقام پر ارشاد ہے :۔

وممن حولکم من الاعراب منفقون ومن اھل المدینة مردوا علی النفاق لاتعلمھم نحن نعلمھم سنعذبھم مرتین ثم یردون الی عذاب عظیم .(التوبه ۱۰۱)

تمھارے گرد جو جنگلی عرب ہیں منافق ہیں اور مدینہ میں کچھ لوگ نفاق پر ثابت قدم ہیں تم ان کو نہیں جانتے ہو ہم ان کو جانتے ہیں ہم عنقریب ان پر دو مرتبہ عذاب کریں گے پھر وہ بہت بڑے عذاب پروارد ہوں گے۔

سورۂ محمد کی آیت میں منافقین کے شناخت کی دو علامتیں بتائی ہیں ایک تو ان کی پیشانی میں شکن پڑجانا دوسرے اثناء گفتگو میں زبان کا لڑکھڑانا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ منافقین چین بجبیں کس چیز پر ہوتے تھے اور ان کی زبان کن باتوں میں لڑکھڑاجاتی تھی۔

احادیث و آیت مذمت منافقین شاہد ہیں کہ وہ باتیں فضائل اہل بیتؑ طاہرین و مناقب علی بن ابی طالب علیہ السلام تھے اسلیے کہ اسے مخالفین علیؑ و دشمنان اہل بیتؑ برداشت نہیں کر سکتے تھے اسلیے کبھی اسے سن کر چین بجبیں ہوجاتے تھے اور کبھی اس کے بیان یا اہلبیتؑ کی مذمت کے وقت ان کی زبان ٹھوکر کھاتی تھی۔

بات یہ ہے کہ نماز و روزہ و حج و زکوۃ و خمس کے احکام اسلامی عقائد و معارف و حقائق اور اخلاقی تعلیمات پر خشمگیں و چین بجبیں ہونے کی کوئی وجہ نہ تھی نہ اس میں زبان کے لڑکھڑانے کا کوئی سبب تھا۔ اسلیے کہ یہ عمومی تعلیمات تھے ان سے خفگی کی کوئی وجہ نہ تھی۔ لیکن ایک ایسے گھرانے اور ایک ایسی ہستی کے فضائل و محامد جس نے نصرت اسلام میں سیکڑوں افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہو۔ ہزاروں گھروں میں صف ماتم بچھادی ہو۔ زہد و

ورع و تقویٰ و فضائل و کمالات نفسانیہ میں اپنا جواب نہ رکھتا ہو اور لاکھوں انسانوں کی تمناؤں پر اپنے خصوصیات علمیہ و کمالات روحانیہ کے سبب سے پانی پھیر دیا ہو اس کے فضائل ایسے ہو سکتے ہیں کہ مقتولین کے ورثہ اور طالبان اقتدار کو پسند نہ آئیں۔ اور جن کے دل میں نفاق کی چنگاری اور رشک وحسد کی آگ بھڑک رہی ہو وہ اسے سن کر چیں بجبیں بھی ہو جائیں اور وقت بیان ان کی زبان میں لکنت بھی پیدا ہو جائے۔

یہی اسباب تھے جن سے حضرت رہبر اعظم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جن کی زبان پر وحی الٰہی کے پہرے بیٹھے ہوئے تھے حضرت علی علیہ السلام کی دشمنی کو علامت نفاق قرار دیا ہے۔ جس کے ذریعہ سے مخلص و مومن اصحاب سردار دوعالم منافقین کو پہچان لیا کرتے تھے۔

اس امر کو بکثرت احادیث پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں بیان کیا گیا ہم یہاں پر ان میں سے چند احادیث کو کتب اہل سنت سے نقل کرتے ہیں۔

پہلی حدیث ابو سعید خدری کی ہے جسے کتاب فضائل احمد بن حنبل میں نقل کیا گیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ

کنا نعرف المنا فقین ببغضهم علیاً۔ ۱

ہم منافقین کو علیؑ کی دشمنی سے پہچانتے تھے۔

۱۔ اس حدیث کو تھوڑے سے تغیر کے ساتھ حسب ذیل نے نقل کیا ہے۔

ا۔ صحیح علامہ حافظ بن محمد بن عیسی ترمذی ص ۱۶۸ ج ۱۳۔

۲۔ حلیۃ الاولیا ص ۲۹۶ ج ۶۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دوسری حدیث جابر بن عبداللہ انصاری کی ہے چنانچہ جناب جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ

ماکنا نعرف منا فقینا معشر الانصار الا یبغضھم علیا. ؂۱

ہم گروہ انصار اپنے قبیلہ کے منافقین کو صرف علی علیہ السلام کی دشمنی سے پہچانتے تھے۔

تیسری حدیث جناب ابوذر غفاری کی ہے۔

(پچھلے صفحہ کا باقی حاشیہ)

۳۔ تاریخ بغداد ص ۱۵۳ ج ۱۳۔
۴۔ الجمع بین الصحاح۔
۵۔ جامع الاصول ص ۴۳۳ ج ۹۔
۶۔ اسد الغابہ ص ۲۹ ج ۴۔
۷۔ تذکرہ خواص الامہ ص ۳۲۔
۸۔ شرح نہج البلاغہ ص ۳۴۸ ج ۲۔
۹۔ تہذیب الاسماء واللغات ص ۳۴۸۔
۱۰۔ فرائد السمطین مخطوط۔
۱۱۔ نظم درالسمطین ص ۲۰۲۔
۱۲۔ تاریخ الخلفاء ص ۱۷۰۔
۱۳۔ شرح دیوان حضرت امیر المومنینؑ ص ۹۱۔
۱۴۔ الشذورات الذہبیہ ص ۵۱۔
۱۵۔ اربعین حدیثا ص ۳۴ وص ۶۴۔
۱۶۔ اسعاف الراغبین ص ۱۷۴۔
۱۷۔ ینابیع المودة ص ۴۷۔
۱۸۔ تجہیز الجیش ص ۲۹۔
۱۹۔ سعد الشموس والاقمار۔
۲۰۔ القول الفصل ص ۴۴۸۔
۲۱۔ ارجح المطالب ص ۵۱۳۔
۲۲۔ اتحاف ذوی النجابہ ص ۱۱۵۔

(حاشیہ صفحہ ھذا) ؂۱ اس حدیث کو امام احمد بن حنبل نے مناقب ص ۱۰۱ پر نقل کیا ہے اور اسی حدیث کو حسب ذیل علماء نے بھی کچھ تغیر کے ساتھ جناب جابر بن عبداللہ انصاری سے نقل کیا ہے۔

۱۔ اوہام الجمع والتفریق ص ۱۴۱ ج ۱۔
۲۔ استیعاب ص ۴۶۴ ج ۲۔
۳۔ مناقب خطیب خوارزم ص ۲۳۱۔
۴۔ ذخائر العقبیٰ ص ۹۱۔
۵۔ مجمع الزوائد ص ۱۳۳۔
۶۔ تاریخ الخلفاء ص ۲۶۔
۷۔ الصواعق المحرقہ ص ۱۷۲۔
۸۔ مفتاح النجا ص ۴۳ و ۶۲۔
۹۔ ینابیع المودة ص ۷ ۴و ۲۱۳ و ۲۴۷ ۔۱۰۔ القول الفصل ص ۴۴۸ و ۴۴۹ ج ۱۔
۱۱۔ ارجح المطالب ص ۵۱۳۔

ابوذر کہتے ہیں کہ

ما کنا نعرف المنافقین الا بتکذیبهم اللّٰه و رسوله و التخلف من الصلوٰت و البغض لعلی ابن ابی طالب رضی اللّٰه عنه۔ ؎۱

ہم منافقین کو نہیں پہچانتے تھے مگر اللہ و رسولؐ کی تکذیب اور نمازوں میں حاضر نہ ہونے اور علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی دشمنی کے ذریعہ سے۔

چوتھی حدیث ابن مسعود سے منقول ہے۔

روح المعانی میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے علامات نفاق میں علی کرم اللہ وجہہ کی دشمنی تحریر کیا ہے چنانچہ ابن مردویہ نے ابن مسعود سے نقل کیا ہے کہ ہم لوگ زمانہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں منافقین کو صرف علیؑ ابن ابی طالبؑ کی دشمنی سے پہچانتے تھے۔

تیسری حدیث میں علامت نفاق دشمنی حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ چند چیزیں اور قرار دی گئیں ہیں۔

پہلے تکذیب خدا دوسرے تکذیب رسولؐ تیسرے نماز سے بیٹھ رہنا۔ بہر حال یہ یقینی ہے کہ دشمن حضرت امیر علیہ السلام میں یہ سب باتیں جمع ہو گئیں تھیں اور تکذیب خدا اور رسولؐ کا اخلاق ہم اس سے قبل تحریر

؎۱ اس حدیث کو حسب ذیل علماء نے نقل کیا ہے۔

۱۔ مستدرک حاکم ص ۱۲۹ ج ۳۔ ۲۔ الریاض النضرہ ص ۲۱۴۔

۳۔ تلخیص المستدرک ص ۱۲۹ بر حاشیہ مستدرک۔

۴۔ منتخب کنز العمال ص ۳۶ ج ۵ بر حاشیہ مسند۔ ۵۔ ارجح المطالب ص ۵۱۳۔

کر چکے ہیں کہ فضائل و محامد حضرت علی علیہ السلام ہی سے متعلق ہو سکتا ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین کے سلسلہ میں بڑا اہتمام تھا اسی لیے آپ نے انصار کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنی اولاد پر حضرت علیؑ کی محبت کو پیش کریں تاکہ مومن و منافق بچپنے سے ہی جدا ہو جائیں چنانچہ علامۂ شمس الدین ذہبی میزان الاعتدال ص ۲۳۶ ج ۱ پر نقل کرتے ہیں کہ جابر بیان کرتے ہیں کہ

امرنارسول اللہصلی اللہعلیہ وآلہ وسلم ان نعرض اولادنا علی حب علیؑ بن ابی طالبؑ۔

ہم کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ اپنی اولاد پر علیؑ ابن ابی طالبؑ کی محبت کو پیش کریں۔

عبادہ ابن صامت کی روایت میں ہے کہ ہم اپنی اولاد کا امتحان محبت علیؑ بن ابی طالبؑ سے لیتے تھے اور اگر کسی بچے کو دیکھتے تھے کہ وہ حضرتؐ کو دوست نہیں رکھتا ہے تو سمجھ لیتے تھے کہ وہ ہم سے نہیں پیدا ہوا ہے اور اپنی ماں کی بے راہ روی سے وجود میں آیا ہے[۱]

نزہۃ نزہتہ المجالس میں علامۂ عبدالرحمٰن صفوری نے ص ۲۰۸ ج ۲ پر تحریر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ خیبر میں اپنے اصحاب کو

۱۔ کتاب غریبین ابو عبداللہ ہروی ص ۲۱ مخطوطہ۔ مجمع بحار الانوار ص ۱۲۱ ج ۱۔ الاربعین ص ۵۴۔ مناقب عبداللہ شافعی ص ۱۳ مخطوطہ۔ تاج العروس سید محمد زبیدی ص ۱۶۱ ج ۳۔

حکم دیا کہ اپنی اولاد کا امتحان علی بن ابی طالب ؑ رضی اللہ عنہ کی محبت سے لیا کریں اس لیے کہ وہ ان کو گمراہی کی دعوت نہیں دیں گے ہدایت سے دور نہیں کریں گے جو علیؑ کو دوست رکھے وہ تم سے پیدا ہوا ہے اور جو دشمن رکھے وہ تم سے نہیں پیدا ہوا۔

یہ احادیث اگرچہ اولاد اور محبّ علیؑ کے حلال زادہ ہونے کو بتاتے ہیں لیکن حضرت علیؑ کی محبت نفاق سے بری ہونے کی علامت بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرار دی ہے اسی لیے اس بحث میں ان احادیث کو تحریر کیا گیا ہے چنانچہ حضرت فرماتے ہیں کہ

حب علی براة من النفاق.(کنوزالحقائق ص٦٧ ینا بیع المودة ص ١٨٠)

علیؑ کی محبت نفاق سے پاک وپاکیزہ ہونے کی دلیل ہے۔

بعد وفات رسولؐ اسلام منافقین کیا ہوئے؟

جب مصلحت باری کا مقتضیٰ یہ ہوا کہ اپنے حبیب کو ملاء اعلیٰ میں بلائے اور آپ اس حیات فانی کو ترک کر کے منزل حیات جاودانی میں آکر قیام فرمائیں تو اس وقت ایسا نہیں تھا کہ منافقین یعنی دشمنان علی بن ابی طالبؑ کا وجود ختم ہو گیا ہو اور آپ نے رحلت فرمائی ہو بلکہ غدیر کے واقعہ کے بعد منافقین کی جدوجہد اور بڑھ گئی تھی نفاق کا پردہ رفتہ رفتہ چاک ہوتا جاتا تھا اور وہ اپنی عدوات علیؑ کو چھپا نہیں پاتے تھے اسی لیے تو حضرت فرماتے رہے :۔

لعن الله من تخلف جیش اسامته۔

جو اسامہ کے لشکر کو چھوڑ کر رہ جائے اس پر خدا کی لعنت۔

لیکن پھر بھی اسامہ لشکر کو لشکر گاہ سے آگے نہ بڑھا سکے۔

ظاہر ہے کہ اسامہ ابن زید کے لشکر کو آپ نے کسی مصلحت ہی سے روانہ کیا تھا اور اس کیلئے اس قدر تاکید فرمائی تھی کہ نہ جانے والوں پر خدا کی لعنت قرار دی تھی۔

کتنے جسور تھے وہ لوگ جو اس کا سبب بنے کہ اسامہ کی فوج مدینہ سے روانہ نہ ہو سکے۔ ظاہر ہے کہ منافقین ہی اس کا سبب تھے کہ فوج اسامہ آگے نہ بڑھے۔ اس لیے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مومن و مخلص و مطیع و فرمانبردار صحابی پر کیونکر لعنت بھیج سکتے ہیں۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حیات کی آخری گھڑیوں میں یہ بھی فرماتے رہے کہ دوات و کاغذ لاؤ تاکہ میں ایک ایسا نوشتہ لکھ جاؤں جس کے بعد تم میرے بعد گمراہ نہ ہو لیکن عمر بن خطاب یہ کہہ کر دوات اور کاغذ لانے سے مانع ہوئے کہ (معاذاللہ) یہ مرد ہذیان بک رہا ہے۔ ہمارے لیے کتاب خدا کافی۔ غرض حضرت انتقال فرما گئے اور آپ کی یہ تمنائیں دل کی دل ہی میں رہ گئیں۔

مرشد اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد یہ منافقین کیا ہوئے ظاہر ہے کہ مدینہ ہی میں رہے اور مخلص و مومن اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گھلے ملے رہے۔

ہماری اس بحث کا نتیجہ یہ ہے کہ منافقین غیر شیعہ اور حضرت علیؑ کے محبّ شیعہ تھے جن کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی شیعہ علیؑ کہا اور کبھی غیر منافق کہا۔

جب آپ مصر کے طٰہٰ حسین کا مقررہ جماعت کے اعتبار سے شیعوں کے وجود سے انکار کا قول اور اس کا جواب سن چکے تو اب آیئے اس بحث کے آخر میں ہم آپ کو ایک اور سنی مصنف و مؤلف کا قول دکھائیں۔ جو حیات حضرت امیرؑ میں شیعوں کے وجود کا مقررہ جماعت کی حیثیت سے قائل ہے وہ بھی بیروت کے مشہور و معروف اہل قلم میں داخل ہے اور بہت سی کتابوں کا مؤلف ہے اگر چہ اموی خیالات کا مالک ہے وہ بزرگ عمر ابو نصر ہیں موصوف اپنی کتاب معاویہ ص ۷۴ ترجمہ شیخ احمد پانی پتی فرماتے ہیں کہ

شیعیت کی ابتداء سب سے پہلے اہل بیتؑ اور ان کے بعض حامیوں سے ہوئی ان لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد دوسرے لوگوں کی بہ نسبت حضرت علیؑ خلافت کے زیادہ حقدار ہیں۔

شیخ احمد پانی پتی نے موصوف کی کتاب الحسین کا ترجمہ کیا ہے الحسین کے ص ۱۳۰ پر درج ہے کہ

خلافت پر اہل بیتؑ کا دعویٰ

حضرت حسینؑ کی شہادت شاید سب سے بڑا سبب ہے جس کے

باعث شیعیت نے ایک زبردست کامیابی، حاصل کرلی اور شیعہ بالآخر مسلمانوں کا عظیم الشان فرقہ بن گئے۔

یورپی مستشرقین بھی اس نظریے کی تائید کرتے ہیں ان میں سے بعض تو اس حد تک بڑھ گئے ہیں کہ انھوں نے یہ کہنا شروع کردیا اگر حضرت حسینؑ کی شہادت کا واقعہ پیش نہ آتا تو آج شیعہ فرقے کا وجود بھی نہ ہوتا۔ لیکن یہ کہنا صحیح نہیں کیونکہ شیعیت کی بنیاد اسی وقت سے پڑچکی تھی جب رسولؐ اللہ کی وفات کے معاً بعد حضرت علیؑ کی خلافت کا نظریہ پیش کیا گیا تھا۔ یہ نظریہ کہ خلافت صرف اہل بیت کا حق ہے اور ان کا حق انھیں کو ملنا چاہیے برابر زور پکڑتا رہا یہاں تک کہ حضرت حسینؑ کی شہادت کا جاں گداز واقعہ پیش آیا۔ البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی شہادت سے اس نظریے کو پھلنے پھولنے پروان چڑھنے اور شدّت اختیار کرنے میں بڑی مدد ملی۔

رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد مسلمانوں کو سب سے پہلے جس مسئلہ کا سامنا کرنا پڑا وہ خلافت کا مسئلہ تھا یہ مسئلہ بالاتفاق حل نہ ہوسکا بلکہ مختلف طبقات کے درمیان اختلاف کا ایک ذریعہ بن گیا ان میں ہر طبقہ اپنے آپ کو خلافت کا جائز مستحق سمجھتا تھا اور اس بارے میں دوسرے کا حق تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔

یہ عبارت تحریر کرنے کے بعد ان تینوں گروہوں کے نام اور دلیلیں لکھی ہیں وہ گروہ حسب ذیل ہیں۔ انصار۔ مہاجرین اور اہل بیتؑ۔

ایسا نہیں ہے کہ عمر ابو نصر کا یہ قول تاریخی شواہد سے خالی ہو چنانچہ

علامہ شہید قاضی نور اللہ شوستری مجالس المومنین ص ۹۰ پر تحریر کرتے ہیں علامہ ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ متوفی ۲۷۰ھ جو مشاہیر علماء اہل سنت سے ہیں فرماتے ہیں کہ اسحاب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اٹھارہ رافضی تھے۔

میں نے اپنی کتاب تحقیق حق مخلوط میں کتاب اہل سنت وجماعت سے بہت سے صحابہ کے اسماء تحریر کیے ہیں جنھوں نے ابوبکر کی بعیت نہیں کی تھی۔

کیا اس کے بعد بھی شیعوں کے مقررہ جماعت کی حیثیت سے وجود کا حیات حضرت امیر المومنین میں انکار کیا جاسکتا ہے۔

شیعوں پر مظالم کی ابتداء

جب تک حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ رہے اہل بیتؑ طاہرین اور شیعوں کے لئے سپر بنے رہے، جسمانی اذیت دینا تو درکنار کوئی ان کے خلاف لب کشائی کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ لیکن جب حضرتؐ کا انتقال ہوگیا تو منافقین کو اس کا بھرپور موقع ملا کہ حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کی مخالفت کریں چنانچہ اس جوش مخالفت میں :

ا۔ حضرت امیر علیہ السلام کو اذیتیں دی گئیں آپ کا حق خلافت غضب کیا گیا گلے میں رسی باندھ کر کشاں کشاں مسجد نبوی میں لایا گیا کتنے غضب کی بات ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ بند

ہوتے ہی ابھی آپ کا غسل و کفن بھی نہ ہوا تھا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں مہاجرین وانصار جمع ہو گئے اور بغیر کسی سند و دلیل کے صرف عمر بن خطاب کے بیعت کر لینے سے ابوبکر بن ابی قحافہ خلیفہ بن گئے حالانکہ واقعہ غدیر جس کے روات کی تعداد ۱۲۰ اور تیسری صدی سے تیرھویں صدی تک جن علماء و محدثین نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے ان کی تعداد ۱۶۱ ہے صاف بتاتا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علیؑ کو خلیفہ بنا دیا تھا علاوہ واقعہ غدیر کے کثرت سے آیات و احادیث پیغمبر اسلام ہیں جو خلافت و وزارت حضرت امیرؑ کا بانگ دہل اعلان کر رہی ہیں جس کو اس میں شک و شبہہ ہو صرف احقاق الحق شہید ثالث علامہ قاضی نور اللہ شوستری کا مطالعہ کرے حق واضح اور باطل کے چہرہ سے نقاب اٹھ جائے گی۔ چونکہ اس مسئلہ پر فرقہ شیعہ کی صدہا کتابیں موجود ہیں نیز ہمارا مطلوب مصائب شیعان حضرت امیرؑ کا بیان ہے اس لئے ہم اتنے سے اشارہ پر اکتفا کرتے ہیں اسی طرح یہ بھی ظلم و ستم کیا گیا کہ مجبر حضرت امیرؑ سے بیعت لی جائے۔ جیسا کہ کتب تاریخ میں مذکور ہے علامۂ طبری کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب حضرت علیؑ کے گھر پر آئے اس وقت وہاں طلحہ زبیر اور مہاجرین میں سے کچھ افراد بھی موجود تھے اور کہا کہ خدا کی قسم اگر تم لوگ ابوبکر کی بیعت کے لئے نہ چلو گے تو میں ضرور ضرور گھر کو جلا دوں گا یہ سن کر زبیر تلوار سونتے ہوئے باہر آئے لیکن ٹھوکر کھائی اور تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور پکڑ لیا۔

اسی سے ملتی جلتی عبارت عقد فرید ابن عبد ربہ اور دیگر مورخین کی

ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امیرؑ پر رحلت پیغمبرؐ اسلام کے بعد ہی مظالم شروع ہو گئے تھے حضرت پر کیسے مظالم ہوئے اس کے ثبوت کے لئے خود حضرت کا خطبہ شقشقیہ جسے اس کی تفصیلی شرح کے ساتھ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی کی شرح نہج البلاغہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ نیز دیگر کتب اہل سنت کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت فاطمہ زہراؑ پر مظالم

رحلت مرشد اعظم رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد یہ ایک دردناک داستان ہے کہ آپ کی اکلوتی بیٹی جناب انسیہ حورا، بتول عذرا، فاطمہؑ، زہراؑ پر ایسے دردناک مظالم ڈھائے گئے کہ آپ کو پدر محترم کے مرثیہ میں یہ کہنا پڑا کہ

صبت علی مصائب لو انها صبت علی الایام صرن لیا لیا

مجھ پر ایسے مصائب انڈیل دئے گئے کہ اگر یہ مصائب روز روشن پر ڈالے جاتے تو وہ رات بن جاتے۔

جناب معصومہؑ عالم پر کیا کیا مصائب توڑے گئے اس کا اجمالی خاکہ یہ ہے۔

۱۔ آپ کے گھر پر چڑھائی کی گئی۔

۲۔ آپ کا گھر جلایا گیا۔

۳۔ آپ پر دروازہ گرایا گیا جس سے پہلو شکستہ ہوا۔
۴۔ آپ کا حمل ان مظالم سے ساقط ہوا اور جناب محسنؑ شہید ہوئے۔
۵۔ آپ کی املاک و جائدادیں غصب کی گئیں۔
۶۔ میراث رسولؐ سے محروم کر دیا گیا۔
۷۔ حق ذوالقربیٰ کو ساقط کیا گیا۔
۸۔ خمس کے حکم قرآنی کو معطل کیا گیا۔
۹۔ آپ کو باپ پر رونے سے منع کیا گیا۔

حضرت خاتون جنتؑ پر جتنے مظالم کئے گئے اس کی تفصیل کے لئے تو دفتر کے دفتر چاہئے ہیں۔ لیکن جن علماء اہل سنت نے ان مصائب کو تحریر کیا ہے ان کی ایک اجمالی فہرست حسب ذیل ہے:

۱۔ علامہ ابو جعفر بن طبری متوفی ۳۱۰ھ ص ۸۱۸ ج ۴ طبع لندن۔
۲۔ علامہ محمد بن واقدی متوفی ۲۰۷ھ۔
۳۔ علامہ ابو بکر عبداللہ عبسی معروف بابن ابی شیبہ متوفی ۲۲۵ھ۔
۴۔ علامہ ابن عبدربہ متوفی ۳۲۸ھ۔
۵۔ علامہ ابن حنزلبہ۔
۶۔ مصنف کتاب المحاسن وانفاس الجواہر۔
۷۔ علامہ عبداللہ بن ابی شیبہ۔
۸۔ علامہ بلاذری متوفی ۲۷۹ھ
۹۔ علامہ یوسف بن عبداللہ معروف بابن عبدالبر مصنف استیعاب متوفی

۶۲۳ھ۔

۱۰۔ علامہ ابو بکر جوہری صاحب کتاب السقیفہ۔

۱۱۔ علامہ قاضی جمال الدین۔

۱۲۔ علامہ ابو الفداء اسمٰعیل بن محمود صاحب کتاب المختصر۔

۱۳۔ علامہ ابن قتیبہ متوفی ۲۷۶ھ۔

۱۴۔ علامہ ابراہیم بن عبداللہ الیمینی الشافعی صاحب کتاب الاکتفا۔

۱۵۔ علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ صاحب جمع الجوامع۔

۱۶۔ علامہ ملا علی متقی متوفی ۹۷۵ھ صاحب کنز العمال۔

۱۷۔ علامہ شاہ ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ۔

حضرت غالب کل غالب علی بن ابی طالبؑ اور معصومہ عالمؑ پر مظالم صرف اس لئے توڑے گئے تاکہ مدینہ منورہ اور دیگر مقامات کے مسلمانوں کے دلوں پر اس خود ساختہ خلافت کا رعب و دبدبہ بیٹھ جائے اور خلیفہ و خلیفہ گر افراد من مانی کاروائی کر سکیں۔

مسلمان اپنی جگہ پر یہ دیکھ کر کہ جب نبی آخر الزماں کی اکلوتی بیٹی اور داماد پر اس طرح کے سخت سے سخت مصائب توڑے جا رہے ہیں تو ہمارا کیا حال ہو گا لرز جائیں گے اور اس نوزائیدہ حکومت کی مخالفت کی جرأت نہ کر سکیں گے۔ اور خلافت کی بنیادیں مضبوط ہو جائیں گی۔

ظاہر ہے جب حضرت علیؑ ایسے شجاع و بہادر کے گلے میں رسی

باندھی جاسکتی ہے فاطمہ زہراؑ کے گھر پر لکڑیاں اور آگ کے ساتھ چڑھائی کی جاسکتی ہے آپ کو کوڑے سے اذیت دی جاسکتی ہے آپ کے پہلو پر دروازہ گرا کر پسلیاں توڑی جاسکتی ہیں آپ کے فرزند حضرت محسنؑ حالت حمل میں شہید کئے جاسکتے ہیں املاک جناب معصومۂ عالم کو ضبط کیا جاسکتا ہے خمس کے قرآنی حکم کو معطل کیا جاسکتا ہے تو پھر مخالفت کرنے والے مسلمانوں کا کیا حشر ہو سکتا ہے۔ اسی سے قیاس کیا جاسکتا ہے بعد وفات مرشد اعظم مدینہ منورہ اوباش و شوریدہ سر لوگوں کا ایک مرکز بن گیا تھا اور جبراً و قہراً نئے خلیفہ کی بیعت لی جارہی تھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ دلوں کی گہرائیوں میں جو نفاق کی چنگاری چھپی ہوئی تھی اس کے شعلوں نے سارے مدینۃ الرسولؐ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور غسل و کفن و دفن رسولؐ سے پہلے آپ کی جانشینی کے مسائل طے کئے جانے لگے۔

۲۸/صفر ۱۱ھ وہ قیامت خیز دن تھا جس دن آفتاب رسالت غروب ہوا تھا۔ سلسلۂ وحی الٰہی منقطع ہو گیا تھا۔ مسلمان فیض سرور عالمؐ سے محروم ہوئے تھے ظاہر ہے اس سے زیادہ اندوہ گیں والم انگیز حادثہ ایک سچے مسلمان کے تصور سے بالاتر ہے مگر ہوا یہ ہے کہ جنازہ سرکار دو جہاںؐ پر صرف بنو ہاشم اور ازواج رسولؐ باقی رہ گئے تھے اور اللہ کا نام تھا۔

اہل ہوا و ہوس کا دستور ہے کہ وہ اسی کو دباتے ہیں جس سے اندیشہ ہو کہ وہ ہمارے مقاصد میں حائل ہو گا۔ اور قبل اس کے کہ وہ ادھر متوجہ

ہوں اپنا کام بنالینا چاہئے۔ چنانچہ ادھر سقیفہ میں خلافت کا جھگڑا چکا ادھر عمر بن خطاب کی زنگ آلود تلوار (اس لئے کہ وہ اب تک کسی جہاد میں میان سے باہر نہ آئی تھی) نیام سے نکل آئی اور آپ نے اعلان کرنا شروع کیا کہ جو کہے گا کہ پیغمبر اسلامؐ دنیا سے اٹھ گئے تو میں اس کا سر قلم کر دوں گا۔ آپ نے وہ جوش وخروش دکھایا کہ خدا کی پناہ۔

کاش جب احد میں شیطان نے اعلان کیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قتل کر دیئے گئے تو بجائے پہاڑ پر پناہ لینے کے یہ کیفیت پیدا ہو گئی ہوتی اور مشرکین مکہ کو جو وفات سرکار دو جہاںؐ پر مسرور و طعنہ زن تھے ان کی گردن اڑانا شروع کر دیا ہوتا۔

غرض اس وقت یہ حالت نہ ہونا اور اب اس کیفیت کا پانے میں پیدا کر لینا دونوں امر تعجب خیز ہیں۔

بہر حال یہ انداز مقصد براری کا ذریعہ بنا اور مدینہ کا مسلمان دم بخود وفات سرکار دو عالمؐ سے احراق خانہ سیدہ عالمؑ تک یہ مناظر ٹک ٹک دیکھتا رہا۔ لیکن ان عظیم ہنگامی حالات اور اہل بیت رسولؐ پر شدید ترین مظالم کے باوجود مخلص شیعیان علیؑ خاموش تماشائی نہیں بنے رہے بلکہ برابر صدائے مخالفت و صدائے احتجاج بلند کرتے رہے۔ ٹوکتے رہے۔ حق کا اظہار کرتے رہے غلط دعووں کی تکذیب کرتے رہے۔

ظاہر ہے کہ جب اہل دنیا سے کوئی شخص کسی عنوان سے بھی بر سر اقتدار آجاتا ہے تو اپنے اقتدار کو باقی رکھنے کے لئے جا بجا ہر طرح کے کام کر

ڈالتا ہے۔ اس لئے کہ حکومت کا غرور۔ سلطنت کا نشہ اقتدار کا زور انسان کو جامے سے باہر کر دیتا ہے۔

جہاں ظالم کے دست ظلم میں خون بہانے کی خو پیدا ہو جاتی ہے وہیں حق پرستی سچائی مظلوموں کی نصرت وحمایت میں حق پرستوں میں ایسی بے پناہ قوت وطاقت پیدا کر دیتی ہے جس سے وہ جبار وقہار حکومتوں سے بھی ٹکرا لیتے ہیں اور ان کے پرخچے اڑا دیتے ہیں۔ تاریخ کا طالب علم ذرا محبان علیؑ کے کردار۔ شجاعت، دلیری، جذبہ ایثار کو دیکھے کہ کس طرح انھوں نے ظالموں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ظلم کی کلائی مروڑ کر رکھ دی۔ لیکن جادہ حق پرستی سے قدم نہیں ہٹائے۔ وہ ڈگڈگا کر جام موت پیتے جاتے تھے علیؑ علیؑ کا نعرہ بلند کرتے جاتے تھے مگر ظالموں کے خنجر کند کر دیتے اور ان کے قصد وارادے کو زیر زمین دفن کر دیتے تھے۔

جناب مالک بن نویرہ کے حامی آج ان کا ذکر سر بلندی وافتخار سے کرتے ہیں لیکن خالد بن ولید کے حامیوں کو ان کے کیئے کے چھپانے کے لئے خطاء اجتہادی کی طویل وعریض چادر تیار کرنا پڑتی ہے۔ حجر بن عدی اور ان کے ساتھی کفن سامنے رکھے اپنی قبر کے کنارے صبح کو موت سے بغلگیر ہو گئے۔ لیکن معاویہ کو نزاع کی حالت میں مالی وللحجر (مجھے کیا پڑی تھی حجر کے قتل کی) کہنا پڑتا ہے بسر بن ارطاۃ زیاد بن ابیہ عبید اللہ بن زیاد حجاج بن یوسف کے رفقاء واحباب کو آج تک ان کے فرعونیت کی تاویل ڈھونڈھے نہیں مل رہی ہے لیکن ان کے مقتولین میثم ورُشید وکمیل وقنبر کے کارنامے زینت منبر

بنے ہوئے ہیں۔

غرض ظالم اپنے جبروت و اقتدار کے ساتھ فنا کے گھاٹ اتر چکے اور نت نئے مذمت کے قلادے پہن رہے ہیں لیکن شہدائے راہ محبت علیؑ خود بھی زندہ ہیں ان کا ذکر بھی زندہ اور بلند ہے۔

اب ہم داستان مصائب سرشاران محبت علیؑ کا حرف آغاز ذکر جناب مالک بن نویرہ سے کرتے ہیں اس لئے کہ ان کے سر پر محبت امیر المؤمنینؑ میں تاج شہادت سب سے پہلے رکھا گیا جو آج تک پوری چمک دمک سے حقائق و معارف کی ضیاپاشی قلوب مؤمنین پر کر رہا ہے۔

مالک بن نویرہ تمیمی یربوعی

اصحاب پیغمبر اسلامؐ میں سے مالک بن نویرہ بھی ایک جلیل القدر صحابی ہیں نام نامی مالک ابن نویرہ بن حمزہ بن شداد بن عبید بن یربوع تمیمی یربوعی تھا ان کے حقیقی بھائی کا نام متمم بن نویرہ تھا ابو حنظلہ ان کی کنیت اور جفول ان کا لقب تھا۔ (اصابہ ج ۳ ص ۳۵۷)

مالک خود مرشد اعظمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ یہ سرزمین بطاح کے رہنے والے اور اپنی قوم کے سردار تھے اور بڑا اثر و رسوخ رکھتے تھے۔ مرزبانی ناقل ہے کہ مالک شاعر، شریف اور شہسوار تھے زمانہ جاہلیت میں یہ بنی یربوع کے شہسواروں اور اشراف اور سلاطین کے ردیف اور ساتھی شمار کیے جاتے تھے۔ (اصابہ ج ۳ ص ۳۵۷)

جناب رسول خداؐ نے ان کو ان کی قوم کے صدقات وصول کرنے کے لئے معین کیا تھا۔ (اصابہ ج ۳ ص ۳۵۷ واسد الغابہ ج ۴ ص ۲۹۶)

حضرت جب تک زندہ رہے یہ اسی خدمت پر مامور رہے تاریخ نہیں بتاتی ہے کہ ان سے کسی قسم کی خیانت یا خلاف دیانت بات سرزد ہوئی ہو اگر انھوں نے امانت و دیانت سے کام نہ لیا ہوتا تو حضرت یقیناً ان کو ان کے عہدہ سے ہٹا دیتے لیکن ان کا حضرت کے آخری لمحات تک اپنے عہدہ پر باقی رہنا دلیل ہے کہ امین و دیانت دار اور بلند کردار تھے۔

جب جناب رسول خداؐ کے وفات کی خبر مشہور ہوئی اور مالک تک پہنچی تو انھوں نے وصول تحصیل سے ہاتھ روک لیا اور جو رقم وصول کر چکے تھے اسے اپنی قوم پر تقسیم کر دیا اور اس سلسلہ میں چند شعر کہے جن کا حاصل یہ ہے میں نے اپنی قوم سے کہا بے خوف و خطر اپنے مال لے لو تا کہ میں دیکھوں کہ آئندہ دن کیا لے کر آتا ہے اگر کوئی شخص دین حق کی نصرت کے لئے اٹھ کھڑا ہوتا تو ہم اسی کی اطاعت کریں گے اور کہیں گے کہ سچا دین محمد مصطفٰےؐ کا دین ہے اس سے قبل کے اشعار کا ترجمہ یہ ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مالک درست ہو گیا ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں مالک ٹھیک نہیں ہوا ہے۔ میں نے کہا تم پر کوئی حاکم نہ ہو میرے داہنے ہاتھ نے کبھی غلطی نہیں کی ہے میں نے تو کہہ دیا کہ بے خوف ہو کر مال لے اور اس پر نظر نہ رکھو کہ آئندہ دن کیا لے کر طالع ہو گا تمہارے سامنے مالک کا نفس موجود ہے جس کے اخلاق مضبوط ہیں اور اس کے دین میں کوئی نئی بات

نہیں پیدا ہوئی ہے جس سے تم کو خوف ہے اس کے تحفظ کے لئے میں اپنے نفس کو پیش کر دوں گا جو کچھ میں نے کہا ہے اس کے لئے اپنا ہاتھ تمہارے پاس رہن رکھتا ہوں اگر نئے امر میں کوئی حاکم مقرر ہو گیا تو ہم اس کی اطاعت کریں گے اور کہیں گے سچا دین محمد مصطفےٰؐ کا ہے۔

ان اشعار کو علامۂ سید مرتضٰی نے شافی میں نقل کیا ہے اور شافی کی عبارت مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار الانوار۔ ج ۹ ص ۲۵۳ پر نقل کی ہے اور ابن حجر نے اصابہ میں ان میں سے دو شعر نقل کئے ہیں اصابہ کے دونوں شعروں اور ان میں کہیں کہیں لفظیں بدلی ہوئی ہیں۔ لیکن مطلب قریب قریب ایک ہے قصہ یہ ہوا کہ جب ابوبکر تخت خلافت پر بیٹھے تو اسی زمانہ میں مالک بن نویرہ مدینہ منورہ آئے اور ابوبکر کی بیعت نہیں کی اور صاف کہہ دیا کہ میں ان کی بیعت نہ کروں گا۔

مالک بن نویرہ ابوبکر پر خفا ہوئے اور کہا آپ اپنی حیثیت پر باقی رہئے جایئے اپنے گھر بیٹھیے اور خداوند عالم سے اپنے گناہوں کی بخشش کے طالب ہو جایئے آپ کو شرم نہیں آتی ہے کہ اس جگہ آکر بیٹھ گئے ہیں جس جگہ کے لئے خدا اور رسولؐ نے کسی اور کو حاکم مقرر کیا ہے۔ جناب رسول خداؐ نے روز غدیر خلافت کا اعلان کر کے کسی کی دلیل اور عذر کو باقی نہیں رکھا اور حجت تمام کر دی ہے۔ (تحفۃ العباد ص ۳۰۴)

مالک بن نویرہ بغیر بیعت ابوبکر اپنے قبیلے واپس چلے گئے ابوبکر کے زمانۂ خلافت میں خالد بن ولید نے ان کو اور ان کے قبیلہ والوں کو قتل کر دیا

عورتوں کو اسیر اور مقید کیا ان کے سر کو چولھا بنوا کر کھانا پکوایا اور اسی شب ان کی زوجہ ام تمیم بنت منہال سے نکاح کیا جو ایک حسین و جمیل خاتون تھیں باقی قیدیوں کو مدینہ لائے۔

ان واقعات کو حسب ذیل کتابوں میں تفصیل سے لکھا گیا ہے۔(مراۃ الزمان فی تاریخ الاعیان مخطوط ص ۲۷۰، البدایۃ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۲، اصابہ فی معرفت الصحابہ ج ۳ ص ۴۱۴، تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۹۲۳)

خالد جب ان پر حملہ کی تیاری کر رہے تھے تو بعض اصحاب پیغمبر اسلامؐ خصوصاً انصار کو تردد تھا۔ چنانچہ علامۂ طبری تحریر کرتے ہیں۔

مالک بن نویرہ جناب رسول خداؐ کی جانب سے سرزمین بطاح کے حاکم تھے۔ جب خالد نے سجاح کی سرکوبی سے فرصت پائی تو سرزمین بطاح کا قصد کیا اس سے انصار کو تردد ہوا اور انھوں نے خالد کا ساتھ چھوڑ دیا اور کہا کہ یہ اقدام خلیفہ کے حکم کے خلاف ہے اس نے یہ کہا تھا کہ جب سرزمین براح دشمنوں سے صاف ہو جائے تو وہیں قیام کرنا اس لئے جب خلیفہ کی تحریر آ جائے تو کوئی اقدام کرنا۔ طبری ص ۲۹۰۲۲، مخزن افغانی [۱۰] میں ہے کہ ابو قتادہ انصاری جو صحابی رسولؐ تھے خالد کی فوج میں داخل تھے انھوں نے مالک بن نویرہ کے حادثہ کے بعد قسم کھائی تھی کہ میں اس فوج کے ساتھ جہاد ہی کے لئے نہ جاؤں گا جس کے سردار خالد ہوں گے بطاح سے خفا ہو کر واپس آگئے اور خلیفہ سے خالد کی شکایت کی کہ خالد نے ہماری بات ہی نہیں سنی۔

۱۰۔ یہ کتاب خدا بخش لائبریری پٹنہ مخطوطات فارسی نمبر ۹۲ میں موجود ہے۔

مراۃ الزمان ؎۱۰ فی تاریخ الاعیان مخطوط۔ مصنفہ علامہ یوسف بن فز علی المعروف بسط ابن جوزی میں مذکور ہے۔

لما اراد خالد قتل مالك قال له ابو قتا دنا شدتك الله لا تقتله فوالله لقد سمعتم يو ذنون و رايتهم يصلون و ان الرجل مسلم و دمه حرام فلم يلتفت خالد اليه و زبره فغضب ابو قتاده و قال و الله لا كنت في جيش انت فيه ابدا ثم لحق بابي بكر فا خبره الخبر و قال لم يقبل قولي و قبل قول الاعراب الذين قصدهم النهب و السبي و لم يعد اليه و يقال جيش خالد بن و ليد فما رجع.

جب خالد نے مالک کے قتل کا ارادہ کیا تو ان سے ابو قتادہ نے کہا کہ میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ ان کو قتل نہ کرو اس لئے کہ خدا کہ قسم تم نے ان لوگوں کو اذان دیتے سنا ہے نماز پڑھتے دیکھا ہے یہ شخص مسلمان ہے اور اس کا خون بہانا حرام ہے لیکن خالد نے اس پر توجہ نہیں کی بلکہ ان پر خفا ہوئے جس پر ابو قتادہ خالد سے بگڑ گئے اور اللہ کی قسم کھا کر کہا میں اب اس لشکر میں نہیں شامل ہوں گا جس میں تم ہو گے اس کے بعد ابو بکر کے پاس چلے آئے اور یہ کہا کہ خالد نے میری بات نہیں مانی اور ان بدو عربوں کا کہنا مان لیا جن کا ارادہ لوٹ مار اور عورتوں کا گرفتار کرنا تھا۔ اور پھر خالد کے فوج میں پلٹ کر نہیں گئے یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابو بکر نے ان کو حکم دیا تھا کہ تم پھر خالد

؎۱۰ یہ کتاب بھی خدا بخش لائبریری میں مخطوط نمبر ۲۲۲۰/۹۹۶ پر موجود ہے۔

کی فوج میں واپس چلے جاؤ لیکن اس پر بھی وہ واپس نہیں گئے۔

عجب لطیفہ یہ ہے کہ جناب مالک کے مظلوم ہونے کو خود خلافت مآب نے بھی یوں تسلیم کر لیا کہ بیت المال سے ان کے بھائی متمم کو ان کی دیت ادا کی اور حکم دیا کہ مالک کی زوجہ سے اسی دن جو خالد نے نکاح کیا تھا اسے طلاق دے دیں۔

چنانچہ ابن جوزی مراۃ الزمان مذکور میں ص ۲۷۹ پر لکھتے ہیں:

حضر متمم اخو مالك و طلب القود من خالد فقال له ابو بكر هيه يا عمر ارفع لسانك عنه فما هو باول من اخطا فقال افد اولياء مالك فقد وجب عليك ذٰلك فقال ابو بكر لا اشيم سيفاً سله الله على الكفار ابد او ودى مالكاً و امر خالد بطلاق امرأ ته بعد ان عنفه على تزويجه اياها.

مالک کے بھائی متمم مدینہ آئے اور خالد سے بھائی کا خوں بہا طلب کیا ابوبکر نے کہا افسوس ہے تم پر اے عمر خالد کے خلاف اپنی زبان درازی روک لو اس لئے کہ یہ پہلے شخص نہیں ہیں جس نے تاویل میں غلطی کی ہو اور جو لوگ مالک کے ولی ہیں ان کو مالک کا فدیہ دے دو اس لئے کہ اب تم پر یہ واجب ہو گیا ہے اس کے بعد ابوبکر نے کہا کہ میں اس تلوار کو کبھی عیب نہ لگاؤں گا جس کو اللہ نے کفار کے لئے نیام سے نکالا ہے۔ اور مالک بن نویرہ کا خون بہا ادا کر دیا اور خالد کو زوجہ مالک سے نکاح کرنے پر زجر تو بیخ کی اور حکم دیا کہ مالک کی زوجہ (جس سے قبل عدہ عقد کیا تھا) طلاق دے دیں۔

خالد کو ڈانٹنے پھٹکارنے کے بعد طلاق کا حکم دینا بھی کمال علم ابوبکر کی دلیل ہے اس لیے کہ ام تمیم بنت منہال زوجہ مالک جب عدۂ وفات میں تھیں تو پھر ان سے عقد ہی صحیح نہیں ہوا ہاں اگر خالد بن ولید نے ان سے صحیح عقد کیا ہوتا تو طلاق دینا صحیح ہوتا لیکن جب نکاح ہی صحیح نہیں ہوا تو خلافت مآب کا خالد کو طلاق کا حکم دینا حیرت انگیز ہے۔

خالد کی تلواریں جس وقت مالک کے قبیلہ پر چل رہی تھیں وہ لوگ اس وقت نماز میں مشغول تھے اسی لیے خالد کے اس فعل پر عمر عبداللہ بن عمر اور ابو قتادہ انصاری نے سخت اعتراض کیا، عمر تو اتنا برہم ہوئے کہ خود خالد سے کہا:۔

تو نے مرد مسلمان کو قتل کیا اور اس کی زوجہ پر تصرف کیا خدا کی قسم میں تجھے پتھروں سے ضرور سنگسار کروں گا۔(البدایۃ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۳)

جناب مالک بن نویرہ کی شہادت کا اصل راز انکار بیعت اور بیان حدیث غدیر داعتراف امامت حضرت امیرؑ اور ان کی محبت والفت تھا جیسا کہ علامۂ شیخ عباس قمی نے تحفۃ الاحباب ص ۳۰۴ اور علامۂ شیک عبداللہ مامقانی نے تنقیح المقال ج ۲ ص ۵۰ باب سیم میں تحریر فرمایا ہے۔ نیز علامۂ مجلسی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

جب بنی یربوع کے قیدی مدینہ آئے اور کچھ لوگون نے خولہ حنفیہ جو اس وقت نوجوان صاحبزادی تھیں خریدنا چاہا اور انھوں نے اس سے انکار کیا

لیکن جب حضرت امیرؑ آئے اور خولہ نے کہا۔
تم کون ہو جو اپنے اصحاب کے سامنے جرأت سے گفتگو کر رہے ہو تو آپ نے کہا میں علی ابن ابی طالبؑ ہوں خولہ نے کہا شاید آپ ہی ہیں جن کو جناب رسولخداؐ نے جمعہ کے دن غدیر خم میں لوگوں کے لیے خلیفہ مقرر کیا تھا آپ نے کہا ہاں میں وہی شخص ہوں۔ خولہ نے کہا ہم آپ ہی کے سبب سے لوٹے گئے اور آپ ہی کی طرف آئے ہیں اس لیے کہ ہمارے مردوں نے کہا تھا کہ ہم اموال کی زکواۃ اور اپنے نفوس کی اطاعت و فرمانبرداری کا مالک اسی کو قرار دیں گے جس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلیفہ مقرر کیا ہے۔
(بحار الانوار ج ۸ ص ۷ ۱۴)
علامۂ مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار ج ۹ س ۲۰۳ ۷ پر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے اولاد وازواج کے حالات میں کتاب خرائج سے دعبل خزاعی سے نقل کرتے ہیں کہ
مجھ سے امام رضا علیہ السلام نے اپنے والد ماجد کے واسطہ سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ میں اپنے والد ماجد امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ کی خدمت میں شیعوں کی ایک جماعت حاضر ہوئی جن میں جابر بن یزید بھی تھے ان لوگوں نے عرض کیا، کیا آپ کے والد ماجد (امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام) اول وثانی کی خلافت والامت پر راضی تھے؟ حضرتؑ نے فرمایا نہیں تو ان لوگوں نے عرض کیا کہ

پھر جب ان کی امامت پر راضی نہیں تھے تو ان کی گرفتار کی ہوئی عورتوں میں سے خولہ حنفیہ سے کیوں نکاح کیا۔ حضرتؑ نے جابر بن یزید سے فرمایا کہ تم جابر بن عبداللہ انصاری کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ تم کو محمد بن علیؑ بلا رہے ہیں، جابر بن یزید کہتے ہیں کہ میں جابر بن عبداللہ انصاری کے گھر آیا دروازہ پر دستک دی اندر سے جابر بن عبداللہ انصاری نے میرا نام لے کر آواز دی کہ ٹھہرو میں آتا ہوں میں نے یہ سنکر اپنے دل میں کہا کہ آخر جابر انصاری کو کہاں سے معلوم ہو گیا کہ میں دروازہ پر آکر دستک دے رہا ہوں دلائل کو تو صرف آل محمد علیھم السلام کے آئمہ جانتے ہیں جب جابر انصاری باہر آئیں گے تو میں ضرور دریافت کروں گا کہ آپ کو کیونکر معلوم ہو گیا کہ میں دروازہ پر ہوں جب جابر انصاری باہر آئے تو میں نے ان سے دریافت کیا کہ کیونکر معلوم ہو گیا کہ میں جابر بن یزید ہوں اس لیے کہ میں دروازہ پر تھا آپ گھر کے اندر تھے جابر نے جواب دیا کہ شب گزشتہ میرے آقا و مولا امام محمد باقر علیہ السلام نے بتادیا تھا کہ تم حضرتؑ سے خولہ حنفیہ کے بارے میں دریافت کرو گے اور حضرت تم کو میرے پاس بھیجیں گے میں نے عرض کیا آپ سچ کہتے ہیں۔ جابر بن یزید کہتے ہیں کہ ہم دونوں چلے یہاں تک کہ مسجد میں آئے جب امام محمد باقر علیہ السلام نے دیکھا تو قریب بلایا ہماری طرف نظر لطف سے دیکھا اور جو لوگ آپ کے پاس بیٹھے تھے ان سے فرمایا اس شیخ (جابر انصاری) کے پاس اٹھ کر آؤ اور اس مسئلہ کو دریافت کرو یہ تم سے جو کچھ دیکھا اور سنا ہے اسے بیان کریں گے۔

چنانچہ ان لوگوں نے جابر انصاری سے دریافت کیا، کیا تمھارے امام علیؑ بن ابی طالبؑ امامت اول ؛ و ثانی سے راضی تھے ؟ جابر انصاری نے کہا نہیں ان لوگوں نے کہا جب آپ ان کی امامت سے راضی نہیں تھے تو ان کی گرفتار کی ہوئی عورتوں سے آپ نے نکاح کیوں کیا ؟ جابر نے جواب دیا کہ مجھے گمان تھا کہ میں مر جاؤں گا اور مجھ سے یہ دریافت نہ کیا جائے گا۔ اچھا اب جب تم نے دریافت کیا ہے تو ذرا توجہ سے سنو (بنو حنفیہ کے) قیدی حاضر کیے گئے اور حنفیہ بھی داخل کی گئیں جب انھوں نے لوگوں کے مجمع کو دیکھا تو قبر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف مڑیں آہِ سرد بھری اور باآواز بلند رونا شروع کیا اس کے بعد آواز دی السلام علیک رسول اللہ آپ پر اور آپ کے بعد کے اہل بیتؑ پر درود و سلام ہو اے خدا کے رسولؐ آپ کی اس امت نے ہم کو قبیلۂ ترک و دیلم کی طرح گرفتار کیا ہے خدا کی قسم ہم نے ان کا کوئی گناہ نہ کیا تھا ہاں صرف خطا یہ تھی کہ ہم آپ کے اہلبیتؑ کی طرف مائل تھے۔ چنانچہ ان لوگوں نے اچھائی کو برائی اور برائی کو اچھائی بنا کر ہم کو گرفتار کر لیا اس کے بعد لوگوں کی طرف متوجہ ہوئیں اور کہنے لگیں تم لوگوں نے ہم کو کیوں گرفتار کیا حلانکہ ہم نے لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کا اقرار کیا تھا لوگوں نے جواب دیا تم نے زکواۃ دینا بند کر دیا تھا۔ حنفیہ نے کہا زکواۃ دینا تو مردوں نے بند کیا تھا عورتوں کی کیا خطا تھی۔ یہ جواب سن کر جو شخص بول رہا تھا اس طرح چپ ہو گیا جیسے اس کے منہ میں پتھر بھر دیے گئے ہوں۔

اس کے بعد طلحہ اور خالد نے ایک چادر لے کر خولہ پر ڈال دیا۔ یہ دونوں ان سے نکاح کرنا چاہتے تھے۔

جناب خولہ نے کہا میں برہنہ نہیں ہوں جو تم مجھے چادر اڑھا رہے ہو۔ لوگوں نے ان کو جواب دیا کہ یہ دونوں چادر ڈال کر تم کو خریدنا چاہتے ہیں جو زیادہ قیمت دے گا وہ تم کو قیدیوں سے لے لے گا۔ جناب خولہ نے کہا خدا کی قسم یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ یہ لوگ میرے مالک نہیں۔ میرا شوہر تو وہ ہوگا جو یہ خبر دے کہ جب میں پیدا ہوئی تھی تو میں نے کیا کلام کیا تھا۔ یہ سن کر سب لوگ چپ ہو گئے اور بعض لوگ بعض کو دیکھنے لگے۔ اس بات نے ان کی عقلوں کو حیرانی و پریشانی میں ڈال دیا ان کی زبانیں گنگ ہو گئیں اس امر سے حاضرین ایک پریشانی و دہشت میں مبتلا ہو گئے۔

ابوبکر نے جب یہ حالت دیکھی تو کہنے لگے اس کی کیا وجہ ہے کہ بعض لوگ بعض کو دیکھ رہے ہیں۔ زبیر نے جواب دیا کہ اس عورت کے اس کلام کو تم نے سنا اس کے سبب سے یہ حالت ہو گئی ہے۔

ابوبکر نے کہا یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے تمھاری سمجھ گنگ ہو جائے یہ لڑکی اپنے قوم کے سردار کی لڑکی ہے جو مشکلات اسے پیش آئے اس کی یہ عادی نہیں تھی یقیناً اس پر خوف و ہراس طاری ہے۔ اس لیے زبان سے ایسی باتیں کہہ رہی ہے جس کا کچھ مطلب و حاصل نہیں ہے۔

جناب خولہ نے کہا تم میرے کلام کو میرے مقصود سے دوسری طرف موڑ رہے ہو خدا کی قسم مجھ پر خوف و ہراس نہیں ہے نہ رنج و غم کی

شدت میں یہ کہہ رہی ہوں۔ خدا کی قسم میں نے جو کچھ کہا ہے صحیح اور حق ہے اور جو بات زبان سے نکالی ہے قطعی و واقعی ہے۔ اس صاحب قبر کی قسم وہی ہو گا جو میں کہہ رہی ہوں اور میں جھوٹ نہیں بول رہی ہوں اس کے بعد وہ خاموش ہو گئیں اور طلحہ و خالد نے اپنے کپڑے اٹھا لیے۔ خولہ بھی لوگوں سے الگ ہو کر ایک گوشہ میں بیٹھ گئیں۔

اتنے میں حضرت علیؑ داخل ہوئے لوگوں نے حضرت سے خولہ کی گفتگو اور ان کا حال بیان کیا حضرتؑ نے فرمایا خولہ نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے ولادت کے وقت اس کی حالت اور قصہ ایسا ایسا تھا اور فرمایا کہ پیدائش کے وقت اس نے یہ اور یہ کہا تھا اور یہ سب ایک تختی میں تحریر ہے جو خولہ کے پاس موجود ہے۔ حضرتؑ کا کلام سنتے ہی خولہ نے وہ تختی نکال کر لوگوں کے سامنے پھینک دی اب جو لوگوں نے اسے پڑھا تو حرف بحرف وہی تحریر تھا جو امیر المومنینؑ نے فرمایا تھا ایک حرف نہ اس سے زیادہ تھا نہ کم۔

ابو بکر نے کہا خدا آپ کو برکت دے آپ اس لڑکی کو لے لیجئے یہ سنتے ہی سلمان فارسی تڑپ کر اٹھے اور کہنے لگے خدا کی قسم اس معاملہ میں امیر المومنینؑ پر کسی کا احسان نہیں ہے بلکہ احسان تو اللہ رسولؐ اور امیر المومنینؑ کا لوگوں پر ہے حضرت نے خولہ کو صرف اپنے روشن و منور معجزہ علم قاہر اور ایسے فضل کے ذریعہ سے لیا ہے جس سے ہر صاحب فضل عاجز ہے۔

مقداد اٹھے اور کہنے لگے ان قوموں کا کیا حال ہو گا جو ہدایت کا راستہ دیکھتے ہیں اور اسے چھوڑ دیتے ہیں اور گمراہی و ضلالت کے راستہ کو اختیار

کر لیتے ہیں۔ کوئی قوم نہیں ہے جس پر امیر المومنینؑ کے حق پر ہونے کی دلیلیں واضح نہ ہو گئی ہوں۔

ابوذر اٹھے اور کہنے لگے ان لوگوں پر تعجب اور حیرت ہے جو حق سے دشمنی کرتے ہیں حالانکہ کوئی وقت ایسا نہیں گزرتا ہے جس میں حق واضح نہ ہو جاتا ہو۔ اے گروہ مردم تم پر صاحبان فضل کا فضل و شرف واضح ہو گیا اس کے بعد کہنے لگے اے فلاں تو اہل حق پر انھیں کے حق کا احسان جتاتا ہے۔ تم جن چیزوں پر قابض ہو وہ ان کے تم سے زیادہ حقدار ہیں۔

عمار کہنے لگے میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا ہم نے ان امیر المومنینؑ علیؑ ابن ابی طالبؑ پر حیات پیغمبر اسلامؐ میں امیر المومنین کہہ کر سلام نہیں کیا تھا۔

یہ سن کر عمر نے ان کو کلام کرنے سے جھڑک دیا اور ابوبکر اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت امیر المومنینؑ نے خولہ حنفیہ کو لیا اور اسماء بنت عمیس کے گھر بھجدیا اور کہلا دیا کہ ان کو عزت واحترام سے رکھنا چنانچہ خولہ اس وقت تک اسماء بنت عمیس کے پاس رہیں جب تک ان کے بھائی مدینہ نہیں آئے جب وہ مدینہ آگئے تو حضرت نے حنفیہ سے نکاح کیا۔

یہ واقعہ دلیل علم امیر المومنینؑ ہے اور لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر نے کیوں ان کے قیدیوں کو قبول کیا اس کے فاسد و باطل ہونے کو بتایا ہے حضرت نے خولہ حنفیہ کے بھائی کی رضامندی سے نکاح کیا تھا۔

یہ سب سن کر جو جماعت باقر العلومؑ کے پاس آئی تھی اس نے جابر

سے کہا خدا آپ کو گرمی آتش جہنم سے اسی طرح نجات دے جس طرح آپ نے ہم لوگوں کو گرمی شک وشبہ سے نجات دی ہے

(بحار الانوار ج ۹ ص ۲۰۴)

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مالک بن نویرہ اور ان کے قبیلہ کے لوگ محبت امیر المومنینؑ علیؑ بن ابی طالبؑ کا جام پئے ہوئے تھے اور منع زکواۃ کا بہانا بنا کر ان کو بیدردی سے قتل کر دیا گیا مالک سب سے پہلے شہید محبت امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔ **اللھم اجعلنامن شیعته بحق محمد و آله.**

مالک کے ساتھ ان کے کنبے کے کتنے افراد تہ تیغ کیے گئے ان کی صحیح تعداد تو معلوم نہیں لیکن تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۹۲۳ کے بیان کے مطابق حسب ذیل افراد یقیناً قتل کیے گئے۔

عاصم، عبید، عرین، جعفر، مالک۔

جناب مالک کی شخصیت اور ان کے اور ان کے قبیلہ کی شہادت اور جو مظالم ان پر ڈھائے گئے اور احکام شرعیہ کو اس سلسلہ میں جس طرح پامال کیا گیا اس کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔

اوراق تاریخ کی ورق گردانی بتاتی ہے کہ خلافت کے لیے شہرت یہ دی گئی تھی کہ خدا اور رسولؐ نے اس کے لیے کچھ نہیں فرمایا اس لیے جنازہ سرور عالم کو چھوڑ کر طالبان خلافت سقیفۂ بنی ساعدہ چلے اور وہاں عمر کی حکمت عملی اور بیعت سے ابوبکر کی خلافت کا اعلان کر دیا گیا۔

اب ضرورت تھی کہ اس نوزائیدہ وخود ساختہ خلافت کی بنیادیں مضبوط کی جائیں اس لیے۔

ا۔ عمر توبرہنہ تلوار لے کر اعلان کرنے لگے کہ جو کہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال کیا ہے اسے قتل کردوں گا۔

ب۔ امیر المؤمنینؑ وجناب معصومہ عالمؑ پر سختیاں اور مظالم کیے گئے۔

ج۔ یہ شہرت دی گئی کہ ابوبکر کی بیعت تمام مسلمانوں نے کرلی اب اس کی مخالفت فتنہ وفساد ہے۔

د۔ خود حضرت علیؑ خلافت نہیں چاہتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ مدینۃ الرسولؐ میں ہر طرف ایک ہلڑ اور ہنگامہ برپا کردیا گیا جس سے بہت سے قبائل عرب نے ابوبکر کی اطاعت قبول کرلی۔ کچھ نے جہالت کے سبب سے کچھ مال ودولت کی لالچ میں اور کچھ شر سے بچنے کے لیے ان کے احکام ماننے لگے تھے صرف قبیلہ بنو حنیفہ اور بعض دیگر قبائل تھے جنھوں نے کہا چونکہ جناب رسولؐ خداؑ نے ہم کو حکم نہیں دیا ہے کہ تم کو مال خمس وزکوٰۃ دیں بلکہ حضرت نے ارشاد کردیا تھا کہ ہم مال زکوٰۃ وخمس کو حضرت کے خلیفہ وامام اہل اسلام حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کودیں۔ تم کار خلافت کے لائق نہیں ہو۔ تم پہلے خدا اور رسولؐ کی جانب سے اپنی خلافت کی دلیل لاؤ ورنہ ہم تم کو کچھ بھی نہ دیں گے۔ ابوبکر ان کے جواب سے عاجز ہوگئے اور حکم دیدیا کہ یہ لوگ مرتد ہوگئے ہیں اور خالد بن ولید کو ان سے جنگ کے لیے روانہ کیا۔ جب خالد ان سے جنگ کررہے تھے اسی درمیان

میں مئوذن نے اذان کہی وہ سب لڑائی ترک کر کے نماز میں مشغول ہو گئے۔ جب اصحاب پیغمبرؐ نے دیکھا کہ یہ لوگ نماز پڑھ رہے ہیں مرتد نہیں تو خالد سے کہا ان سے جنگ نہ کرو یہ تو مسلمان ہیں لیکن خالد نے کسی صحابی کی بات نہیں سنی اور اثنائے نماز ہی میں ان پر حملہ کر دیا اور پورے قبیلہ کو قتل کر دیا۔

مالک بن نویرہ جو سردار قبیلہ (اور عامل پیغمبر اسلامؐ) تھے خالد نے ان کو بھی قتل کیا چونکہ خالد اور مالک بن نویرہ میں زمانہ جاہلیت ہی سے عداوت تھی اس لئے انھوں نے مالک کے سر کا چولھا بنایا اور کھانا پکانے کے لیے دیگ رکھ کر آگ روشن کر دی اسی شب خالد نے زوجۂ مالک سے زنا کیا۔ جب یہ خبر لشکر میں ظاہر ہوئی تو باخبر افراد نے اس کو ناپسند کیا۔

خالد نے اس قبیلہ کی عورتوں لڑکیوں اور اموال کو لوٹ لیا اور اسکا نام مال غنیمت رکھا جو مہاجرین وانصار وہاں موجود تھے وہ اس ناشائستہ حرکت میں خالد کے شریک رہے اور مسلمان عورتوں سے حرکات ناشائستہ کرتے رہے صرف تھوڑے سے متدین افراد نے اس سے اجتناب کیا۔

جب یہ لوگ مدینہ واپس آئے تو ان حاملہ عورتوں کو دور دراز ممالک میں لیجا کر فروخت کر ڈالا۔

مالک اور عمر میں قدیم زمانے سے دوستی تھی اس لیے جب یہ لوگ آئے اور اموال عورتوں اور بچوں کو لوگوں پر تقسیم کیا گیا تو انھوں نے بھی اپنا حصہ تو لے لیا لیکن اس میں کوئی تصرف نہیں کیا اور نہ انھیں قریش ہی کو

دیا۔ جب ان کو خلافت ملی تو لوگوں سے ان تمام اموال کو واپس لیا اور اطراف عالم میں جہاں بھی ان کا کچھ مال باقی تھا یا کوئی مرد یا عورت غلامی یا کنیزی میں موجود تھی واپس منگوایا اور ان کے درثہ کو واپس کر دیا۔ (کامل بھائی ص ۱۹۰)

عمر کے اموال بنی یربوع کے واپس لینے اور قبیلۂ مالک تک پہنچانے کا تزکرہ علماء اہل سنت نے بھی کیا ہے چنانچہ علامۂ ابوالفتح محمد بن ابی القاسم عبد الکریم بن ابی بکر احمد شہرستانی کتاب ملل و نحل ص ۷ پر فرمایا ہے کہ۔

اپنے زمانۂ خلافت میں عمر کا اجتہاد اس کا مقتضی ہوا کہ اموال کو مانعین زکوٰۃ کو واپس کر دیں اور قیدیوں کو رہا کر دیں۔

علامۂ محمد بن خاوند شاہ بن محمود روضۃ الصفا ص ۱۱۳ ج ۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ

شوذب اور اس کے ساتھیوں نے جب عمر بن عبد العزیز کے خلاف جنگ کی تھی تو ان پر فتح پانے کے بعد اثنائے گفتگو میں ان سے کہا تھا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ ابوبکر نے فلاں قبیلہ سے جنگ کی تھی ان کے مردوں کو قید کیا تھا۔ جب خلافت عمر تک پہنچی تو انھوں نے قیدیوں کو رہا کر کے ان کے وطن اور مکانوں میں قیام کرنے کے لیے بھیجدیا۔

شہید محبت امیر المؤمنینؑ مالک بن نویرہ کی شہادت کا واقعہ اتنا شدید اور اہم تھا کہ بہت سے اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناگوار گذرا تھا اور اس ناگواری کا اصل سبب یہ تھا کہ ان کو قتل نہ کریں گے لیکن باوجود اس

ضمانت کے انھوں نے مالک اور ان کے افراد قبیلہ کو قتل کر دیا۔

یہ بات مہاجرین کو بہت شاق گذری اور انھوں نے خالد کے اس فعل سے انکار کیا۔ چنانچہ علامۂ ابو المظفر یوسف بن قزعلی المعروف بہ سبط ابن جوزی کتاب مرأۃ الزمان میں تحریر فرماتے ہیں :۔

خالد نے مالک بن نویرہ سے کہا کہ تم اسلام کی طرف آجاؤ مالک نے کہا اگر میں آجاؤں تو تم مجھے کیا دو گے خالد نے کہا کہ میں ضمانت میں خدا اور سولؐ اور ابو بکر کو دیتا ہوں اور خود بھی ضامن و ذمہ دار ہوں۔ میں مخالفت کے ساتھ تمھارے حدود میں داخل نہیں ہوں گا۔ (محبت والفت سے) تمھاری باتیں قبول کروں گا۔ خالد نے خدا اور سولؐ وابو بکر اور اپنی ذمہ داری لی تو مالک نے اپنا ہاتھ خالد کے ہاتھ میں دیدیا حالانکہ (خالد زبان سے تو یہ کہہ رہے تھے مگر) دل میں ابو بکر کے حسب ہدایت یہ ٹھانے ہوئے تھے کہ مالک کو قتل کر دیں گے۔ جب خالد کے ہاتھ میں مالک نے خدا ورسولؐ وابو بکر کی ذمہ کے سبب سے اپنا ہاتھ دے دیا تو خالد نے کہا مالک میں تم کو قتل کر دوں گا۔ مالک نے کہا کہ مجھے قتل نہ کرو۔ خالد نے جواب دیا یہ نہیں ہو سکتا میں تو تم کو ضرور قتل کروں گا۔ اس کے بعد مالک کے قتل کا حکم دیا چنانچہ (مالک قتل کر دیے گئے) اور مسلمانوں نے مالک اور ان کے قبیلہ کا کل مال واسباب لوٹ لیا۔

جب خالد نے مالک کو قتل کیا اور مسلمانوں نے ان کو اور ان کے قبیلہ کو لوٹ لیا تو یہ فعل مہاجرین کو ناگوار گذرا اور انھوں نے خالد سے کہا کیوں

خالد تم نے تو خدا اور سولؐ کی ضمانت دی تھی اس کے بعد بھی مالک کو قتل کر دیا خالد تم نے ایک مرد مسلمان کو قتل کیا ہے۔

حیرت انگیز بات ہے کہ امان دینے اور خدا اور سولؐ کے ذمہ داری کے بعد خالد نے مالک کو کیوں قتل کیا اور کیا خدا اور سولؐ کی ضمانت میں دینے کے بعد بھی مالک کو کافر کہا جاسکتا ہے اور کیا ایسے شخص کو سیف اللہ اور سیف الرسولؐ کے لقب سے ملقب کیا جاسکتا ہے ؟

خالد کا یہ فعل بد مہاجرین وانصار پر اتنا شاق گزرا تھا کہ ان کی ایک جماعت نے جن میں حضرت امیر المومنینؑ ایسے جلیل القدر و عظیم المنزلت بزرگ بھی شامل تھے آپس میں یہ عہد و میثاق و بیعت کی کہ خالد سے مالک بن نویرہ کے خون کا عوض ضرور لیا جائے۔

اس واقعہ کو صاحب وفیات الاعیان علامہ احمد محمد بن ابراہیم ابن خلکان وصاحب کتاب اعلام الاخبار وصاحب مرأۃ الجنان علامہ سبط ابن جوزی نے تحریر کیا ہے۔

صاحب مراۃ الجنان کی عبارت کا ترجمہ ہم یہاں پر تحریر کرتے ہیں موصوف فرماتے ہیں کہ

"جب خالد بن ولید اپنی زوجہ لیلیٰ بنت سینان کے ساتھ جو سابق میں مالک بن نویرہ کی زوجیت میں داخل تھیں مدینہ طیبہ میں آئے تو عمر حضرت امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ خداوند عالم کا یہ حق ہے کہ خالد سے مالک بن نویرہ کے خون کا بدلہ لیا جائے اس لیے کہ مالک

مسلمان تھے اور خالد نے ناجائز طور پر ان کی زوجہ پر تصرف کیا ہے پھر یہ دونوں حضرات سعد بن و قاص اور طلحہ بن عبید کے پاس آئے (اور ان سے یہ واقعات بیان کیے اور) خالد سے عوض خون مالک لینے کے لیے آپس میں ایک دوسرے کی بیعت کی اور یہ سب لوگ ابو بکر کے پاس آئے اور ان سے (بیان کیا کہ) خالد نے ایک مرد مسلمان کو قتل کیا ہے اور زنا کے مرتکب ہوئے (میں اس لئے) خالد کو سزا دینا ضروری ہے ابو بکر نے جواب دیا کہ میں اس تلوار کو نیام میں نہیں رکھوں گا جس کو خداوند عالم نے کفار کے لیے نیام سے نکالا ہے۔

ناظرین کو ان واقعات کے پڑھنے سے اس کا علم بھی ہو گیا ہو گا کہ خالد بن ولید کے اس فعل پر مہاجرین وانصار دونوں نے احتجاج کیا لیکن خلیفہ اول نے نہ انصار کے قول پر دھیان دیا جن میں ابو قتادہ ایسے بزرگ بھی شامل تھے اور نہ مہاجرین کی سنی جنہیں سر تاج مہاجرین حضرت امیر المومنینؑ تھے اور آپ کی تائید عمر سعد وبن قاص اور طلحہ بن عبید نے بھی کی تھی بلکہ عبداللہ بن عمر اور بعض دیگر افراد بھی خالد کو اس امر میں خطاکار اور مجرم سمجھتے تھے۔

علامہ ابن جوزی کی گزشتہ عبارت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ خالد نے خدا اور سولؐ کی ذمہ داری دے کر جناب مالک بن نویرہ کو صرف اسلیے قتل کیا تھا کہ ابو بکر نے ان کو قتل مالک کی خاص طور سے ہدایت کی تھی لیکن ابو بکر کی دوستی میں خالد بن ولید اس کا اظہار نہیں کرتے مگر فریقین کے علماء ومحدثین نے ابو بکر کے اس ہدایت نامہ کا تذکرہ کیا ہے چنانچہ علامہ محمد باقر مجلسی علیہ

الرحمہ بحار الانوار ج ۸ ص ۲۵۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہو گئی اور بنو تمیم مدینہ واپس آئے تو ان کے ساتھ مالک بن نویرہ بھی تھے۔ مالک اس لیے نکلے کہ دیکھیں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قائم کون ہوا ہے وہ جمعہ کے دن مسجد نبوی میں آئے تو دیکھا کہ ابوبکر منبر رسول پر بیٹھے خطبہ پڑھ رہے ہیں ان کو دیکھ کر مالک نے کہا کہ کیا یہ قبیلہ تمیم والے بزرگ ہیں لوگوں نے کہا ہاں مالک نے کہا جن وصی رسولؐ خدا کی اطاعت اور موالات کا ہمیں حکم دیا گیا تھا انھوں نے کیا کیا لوگوں نے جواب دیا کہ اے اعرابی ایک امر کے بعد دوسرا امر واقع ہوتا رہتا ہے۔ مالک نے جواب دیا خدا کی قسم کوئی نئی بات نہیں ہوئی ہے بلکہ تم لوگوں نے خدا اور رسولؐ سے خیانت کی ہے اس کے بعد وہ ابوبکر کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ آپ کو اس منبر پر کس نے بٹھایا ہے حالانکہ وصی رسول خدا موجود ہیں۔

یہ سنتے ہی ابوبکر کو غصہ آگیا اور گالیاں دے کر کہا کہ اس جنگلی عرب کو مسجد رسول خدا سے باہر نکال دو۔ یہ سنتے ہی قنفذ ابن عمر اور خالد بن ولید اٹھے اور مالک کی گردن میں ہاتھ دے کر دھکا دیتے رہے یہاں تک مسجد سے باہر نکال دیا۔

مالک نے جب یہ کیفیت دیکھی تو اپنی سواری پر سوار ہوئے اور حسب ذیل اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

جب تک ہمارے درمیان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے ہم

نے ان کی اطاعت کی لیکن قوم والو بتاؤ میری اور ابوبکر کی کیا حالت ہے جب ابوبکر مر جائے گا تو اس کا قائم مقام عمر و ہوگا خدا کی قسم یہ بات تو ریڑھ کی ہڈی توڑ دینے والی ہے۔ وہ دشمنوں کو دفع کرتا ہے اور امور میں پوری طور سے داخل ہوتا ہے گویا میری چراگاہ کے لیے جنگ کر رہا ہے یا میری قبر پر کھڑا ہے۔ اگر ہم لوگوں میں قریش کی کوئی جماعت جنگ کے لیے آئی تو ہم اس کے مقابلہ کے لیے کھڑے ہو جائیں گے اگرچہ مجھے اپنی آگ کے انگاروں پر کھڑا ہونا پڑے۔

جب ابوبکر کی خلافت کا کاروبار چالو ہو گیا تو خالد کو مالک بن نویرہ کی طرف روانہ کیا اور ان سے یہ کہا کہ تم کو علم ہے کہ مالک نے بھرے مجمع میں کیا کہا تھا مجھے اندیشہ ہے کہ وہ کسی وقت ہمارے اوپر اس طرح حملہ آور ہو کہ ہم اس کا تدارک نہ کر سکیں اس لیے تم مالک کو قتل کر دو۔

جب خالد سر زمین بطاح پر پہنچے تو مالک بن نویرہ بھی مقابلہ کے لیے اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے چونکہ مالک تنہا ہزار سواروں کے مد مقابل شمار کیے جاتے تھے اس لیے خالد پر خوف وہراس طاری ہوا اور انھوں نے بڑے خندہ پیشانی کے ساتھ ان کو امان دی۔ (ہم اس سے قبل ذکر کر چکے ہیں کہ خالد نے خدا اور رسولؐ و ابوبکر اور اپنی ضمانت و ذمہ داری میں مالک کو لیا تھا) لیکن اس کے بعد مالک سے غداری کی اور قتل کر دیا اور اسی شب ان کی زوجہ سے عقد کیا اور اسی عقد و دعوت ولیمہ کا کھانا پکانے کے لیے ان کے سر کا چولھا بنایا اور زوجۂ مالک پر خالد گدھے کی طرح اچک رہا تھا۔

مجلسی علیہ الرحمہ کے اس ارشاد کی تائید اہلسنت کے معتبر موثق عالم علامہ سبط ابن جوزی کے اس قول سے ہوتی ہے جسے انھوں نے مرأۃ الجنان ص ۷۸ ار ۲ پر ذکر کیا ہے۔وہ کہتے ہیں۔

جب ابوبکر خلیفہ ہوئے اور انھیں مالک کا قول (انکار بیعت کے بارے میں) معلوم ہوا تو خالد بن ولید کو مالک اور ان کی قوم کی طرف روانہ کیا اور ان کو یہ ہدایت کہ اگر بنو یربوع کی اذان سننا تو کسی کو قتل نہ کرنا لیکن خالد کے لیے ضروری قرار دیا کہ اگر مالک گرفت میں آجائے تو اسے قتل کردینا۔

سبط ابن جوزی نے ان چند سطروں کے بعد وہ عبارت تحریر کی ہے جس میں خدا اور رسولؐ وابوبکر اور اپنی ذمہ داری وضمانت پر مالک کو پناہ دے کر قتل کردینے کا ذکر ہے جیسا کہ اس سے قبل نقل کیا جاچکا ہے۔

چونکہ ابوبکر کے حکم سے مالک اور قبیلہ مالک پر قتل وغارت کا بازار گرم کیا گیا تھا اسی سبب سے انھوں نے خالد کے خلاف مہاجرین وانصار کے احتجاج کو رد کردیا۔ حد یہ ہے کہ اسبارے میں عمر کی بات بھی نہ مانی۔ حالانکہ وہ کہتے رہے کہ دشمن خدا خالد نے مرد مسلم کو قتل کیا ہے اور زنا کی ہے ان کو قتل بھی کرنا چاہیئے اور سنگسار بھی کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ علامۂ طبری اپنی تاریخ کے ص ۱۹۲۸ ج ۴ پر تحریر کرتے ہیں کہ :۔

فلمابلغ قتلهم عمربن الخطاب تكلم فيه عند ابى بكر فاكثر فقال عدواللهعداعلى امرء مسلم فقتله ثم نزاعلىٰ امراته واقبل خالد بن الوليد قافلاحتى دخل المسجد وعليه قباء له

علیه صدء الحدید معتجزالعمامته له قد غزا فی عمامته اسهمافلما دخلا الیه واتیٰ الی المسجد قامالیه عمر فانتزع الا سهم من راسه فحطها ثم قال ارباء قتلت امرء ا مسلما ثم نزوت علیٰ امرئاته والله لا رجمنك باحجارك.

جب عمر کو مالک کے قتل کی خبر معلوم ہوئی تو اس کے بارے میں انھوں نے ابو بکر سے باتیں کیں اور کہا کہ دشمن خدا نے مرد مسلم پر حملہ کیا اور قتل کر دیا اس کے بعد اس کی زوجہ سے زنا کیا۔

جب خالد بن ولید پلٹ کر مدینہ آئے اور مسجد میں داخل ہوئے تو اپنی قبا پہنے تھے جس پر لوہے کے زنگ کے دھبے تھے سر پر اپنا عمامہ باندھے تھے جس میں کچھ تیر لگا لیے تھے جب وہ ان کے پاس آئے اور مسجد میں داخل ہوئے تو عمر اٹھ کر خالد کے پاس آئے اور ان کے عمامہ سے تیر نکال کر پھینک دیے اس کے بعد کہا دور ہو تو نے مرد مسلم کو قتل کیا ہے اور اس کی زوجہ سے زنا کیا ہے خدا کی قسم میں تیرے پتھروں سے تجھے سنگسار کروں گا۔

علامہ ملا علی متقی کنز العمال ج ۳ ص ۱۳۸ پر تحریر کرتے ہیں کہ

جب عمر کو معلوم ہوا کہ خالد بن ولید نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا اور ان کی زوجہ سے نکاح کر لیا ہے تو انھوں نے ابو بکر سے کہا کہ خالد نے زنا کیا ہے اس لیے ان کو سنگسار کرو مرد مسلم کو قتل کیا ہے اسلیے ان کو قتل کرو۔

لیکن ابو بکر نے کوئی بات نہیں مانی اور خالد کو معاف کر دیا۔ اور جواب میں صرف یہ کہا کہ خالد نے تاویل کی ہے اور اس میں غلطی کی ہے جیسا کہ

ملا علی متقی نے کنز العمال اور ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں تحریر کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ

جب عمر رجم و قتل خالد کا مطالبہ کر چکے تو ابو بکر نے جواب دیا کہ میں خالد کو سنگسار نہیں کروں گا اس لیے کہ اسنے تاویل کی اور غلطی میں مبتلا ہو گیا۔ میں خالد کو قتل نہیں کرون گا اس لیے کہ تاویل کی اور غلطی ہو گئی آخر میں عمر نے یہ فرمائش بھی کی اچھا خالد کو معزول کر دیجئے ابو بکر نے کہا میں اس تلوار کو عیب نہیں لگاؤں گا جسے خدا نے کفار کے لیے برہنہ کیا ہے۔

ابو بکر کے اس جواب کے بعد بھی قتل مالک سے عمر کے دل پر جو زخم لگا تھا وہ مندمل نہیں ہوا بلکہ وہ برابر اس فکر میں رہے کہ کب موقع ملے اور خالد سے انتقام لیا جائے چنانچہ جب ابو بکر کا انتقال ہو گیا تو انھوں نے اسی انتقام میں تخت خلافت پر بیٹھ کر پہلا یہ کام کیا کہ خالد بن ولید کو ان کے عہدہ سے معزول کر کے ان کی جگہ ابو عبیدہ کو معین کیا چنانچہ علامۂ طبری اپنی تاریخ کے ص ۲۱۴۸ ج ۴ پر تحریر کرتے ہیں کہ

عمر خالد بن ولید کے مالک ابن نویرہ کی لڑائیوں اور قتل کے سبب سے زمانہ خلافت ابو بکر میں ناراض رہتے تھے چنانچہ خلیفہ ہونے کے بعد سب سے پہلی بات جو انھوں نے کی ہے وہ خالد کی معزولی کا حکم تھا۔ کہنے لگے خالد میری طرف سے کبھی کسی چیز کے حاکم نہیں ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد ابو عبیدہ کو خط تحریر کیا کہ اگر خالد اپنے نفس کو جھٹلائیں تو اپنی امارت پر باقی رہیں اور اگر اپنے نفس کو نہ جھٹلائیں تو جس کے وہ حاکم تھے اب اس پر تم حاکم

ہو۔ دیکھو خالد کے سر سے ان کا عمامہ اتار لو اور ان کے اموال کو دو حصوں میں تقسیم کر ڈالو۔

جب ابو عبیدہ نے اس کا تذکرہ خالد سے کیا تو انھوں نے کہا کہ مجھے دو دن کی مہلت دو تا کہ میں اپنی بہن سے مشورہ کر لوں ابو عبیدہ نے انھیں دو دن کی مہلت دی خالد اپنی بہن فاطمہ بنت ولید کے پاس آئے جو عبد الحرث بن ہشام کے عقد میں تھی اور اس سے اس کا تذکرہ کیا اس نے جواب دیا کہ خدا کی قسم عمر تم کو کبھی دوست نہ رکھیں گے۔ اور وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ تم اپنے نفس کو جھٹلاؤ اس کے بعد پھر تم کو تمھارے عہدے سے ہٹا دیں گے۔

بہر حال خالد معزول ہوئے ان کے اموال کا آدھا حصہ بیت المال میں داخل کر لیا گیا۔

عمر نے خالد کو عہدے سے ہٹا دیا مگر خالد پر زنا اور قتل کا جو الزام ان کے نزدیک ثابت تھا اس کی سزا نہیں دی حالانکہ انھوں نے زمانہ خلافت ابو بکر میں خالد کو سنگسار کرنے اور قتل کرنے کی قسم کھائی تھی جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے حد شرعی کو اس طرح معطل کرنے میں کوئی راز تھا ورنہ وہ جیسے سخت مزاج و تند خو تھے اس سے بعید معلوم ہوتا ہے کہ اقتدار ہی ہاتھ میں آجانے کے بعد ایسا نہ کریں۔

ہمیں اس کی بڑی فکر تھی اور چاہتے تھے کہیں سے اس کی وجہ معلوم

ہو جائے بالآخر ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے خالد کے ساتھ نرمی برتنے کی وجہ معلوم ہی ہو گئی۔

ہمارے فرقہ کے جلیل القدر عالم مصنف کامل بھائی نے اس راز سربستہ کو حسب ذیل الفاظ میں فاش کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ۔

ابوبکر کے زمانہ ہی سے عمر فرصت کے منتظر رہے کہ موقعہ ملے اور خالد کو قتل کر دیں اور خالد بھی ان سے بہت ڈرتے رہتے تھے اور ہر حال میں اپنے کو ان سے بچاتے رہتے تھے غرض ان کو اس کا موقع نہیں ملا کہ خالد کو قتل کریں۔ لیکن مالک کی محبت دل میں جوش مارا کرتی تھی۔ جب عمر کو خلافت ملی ایک دن مدینہ کے باغوں میں سے ایک باغ میں وہ موجود تھے اتفاقاً وہاں خالد بھی آگئے عمر نے کہا اے خالد تم ہی نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا تھا اور اس کی زوجہ سے زنا کیا تھا خالد یہ گفتگو سن کر ڈرے اور کہنے لگے اے امیر میرے اور مالک کے درمیان قدیم زمانہ سے دشمنی تھی اپنے اور ابوبکر کی تشفی نفس کے لیے ہم نے اس کو قتل کر دیا لیکن آپ کے تشفی کے لیے میں نے سعد بن عبادہ کو قتل کیا ہے۔ جب عمر نے یہ سنا تو خالد کے قتل کا ارادہ ترک کر دیا اور ان کی تعریف کرنے لگے گلے سے لگایا پیشانی کا بوسہ لیا اور کہنے لگے۔

انت سیف الله وسیف رسوله. تم اللہ اور رسولؐ کی تلوار ہو۔

اسی دن سے خالد اس لقب سے مشہور ہو گئے۔ (کامل بھائی ص ۱۹۱)

سواد اعظم کے مشاہیر علماء نے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا ہے کہ جناب مالک بن نویرہ ایسے دین دار و پاک باز مومن پر ارتداد کا دھبہ لگا دیں اور

خالد بن ولید اور خلیفۂ اول کے دامن پر خون خالد کے جو رنگ برنگ کے دھبے ہیں انھیں چھڑا دیں لیکن۔

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اس معاملہ میں خصوصیت سے صاحب مرافض الروافض علامۂ حسام الدین بن شیخ محمد بایزید صاحب تحفہ علامۂ شاہ عبد العزیز دہلوی و صاحب قرۃ العینین علامہ ولی اللہ بن عبد الرحیم محدث دہلوی نے زبر دست کوشش کی ہے کہ وہ اس شہید محبت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کے خون کو ہدر و رائگاں کر کے اپنے سیف اللہ اور خلفاء کے دامن کو پاک کر دیں لیکن جس قدر رکیک تاویلات کے گئے۔ اغلاط کو درست کرنے کی سعی و کوشش کی گئی اسی قدر مظلوم کا خون رنگ لاتا رہا اور ظالموں کا کردارِ ظاہر ہوتا گیا۔ اور اس گندگی کی بدبو دنیا کو پریشان کرتی رہی۔

ہم یہاں آخر کلام میں اختلاف روایات سے قطع نظر کر کے اس واقعہ میں جو اعتراضات ہیں ان کی ایک فہرست درج کیے دیتے ہیں جس سے ناظرین کو اندازہ ہو جائے گا کہ جناب مالک ابن نویرہ کا خون ناحق ان کے قتل کے بعد ہی رنگ لانے لگا تھا۔

۱۔ ابو بکر نے اس معاملہ میں خالد کی غلطی کا اقرار کیا ہے۔

۲۔ خالد بن ولید سے مالک کا قصاص نہیں لیا گیا جو خلیفۂ اول کی صریحی غلطی تھی۔

۳۔ خالد نے زوجہ مالک سے زنا کیا۔

۴۔ خلیفۂ وقت کو چاہیئے تھا کہ خالد بن ولید کو سنگسار کرے لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا جو منافی منصب خلافت ہے۔

۵۔ خالد کی غلطی پر ابوبکر نے ان کو زجر و توبیخ کی۔

۶۔ خلیفۂ اول نے خالد سے زوجہ مالک کو طلاق دلوادی۔

۷۔ عمر کے نزدیک مالک بن نویرہ کے قتل کے سبب سے خالد مستحق قتل تھے۔

۸۔ عمر کے نزدیک زوجۂ مالک سے زنا کے سبب سے خالد سنگسار ہونے کے لائق تھے۔

حسب ذیل اصحاب پیغمبرؐ اسلام بھی خالد بن ولید کو عمر کی طرح مستحق قتل و سنگساری سمجھتے تھے۔

۱۔ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام۔

۲۔ طلحہ بن عبید۔

۳۔ عبد اللہ ابن عمر۔

۴۔ ابو قتادۂ انصاری۔

۵۔ سعد بن ابی وقاص۔

قبائل کندہ و حضر موت کا قتل عام

گذشتہ واقعات شاہد ہیں کہ زمانہ ابوبکر میں اہل بیت رسالتؑ سے مظالم کی ابتداء ہوئی اور پھر رفتہ رفتہ یہ مظالم شیعوں کی طرف منجر ہو گئے جس نے ابوبکر کی خلافت کے تسلیم کرنے میں تامل کیا اس پر ارتداد اور شر انگیزی کا الزام لگا کر بیخ و بن سے اکھیڑ پھینکنے کی تدبیریں شروع کر دی گئیں۔

قبائل یمن و حضرت موت پر جتنے حملے کیے گئے ان میں صرف مدعیان نبوت کے استیصال کی جو جنگیں تھیں ان سے تو شیعوں کا تعلق نہیں تھا لیکن انکے علاوہ جن جن قبائل پر چڑھائی کی گئی وہ سب شیعوں پر چڑھائی تھی ان میں شیعہ ہی لوٹے گئے قتل کیے گئے زندہ جلا دیے گئے۔

بات یہ ہے کہ رحلت سرکار دو عالمؐ سے دو ماہ دس دن قبل غدیر کے اعلان محکم کو قبائل یمن و دیگر قبائل نے فراموش نہیں کیا تھا وہ اس اعلان کے مطابق حضرت علیؑ کو منصب خلافت پر دیکھنا چاہتے تھے مگر مدینہ میں قبل دفن سرورؐ عالم خلافت پر قبضہ کرنے کے بعد جب قوت و طاقت و مکر و فریب اور ڈرا دھمکا کر مرکز پر غلبہ حاصل کر لیا گیا تو اور اطراف و جوانب کے قبائل عرب کو دبانا شروع کیا چنانچہ ابوبکر کا پہلا فرمان خود ان عزائم کا پتہ دیتا ہے جو

سچے مسلمانوں اور محبان علیؑ ابن ابی طالبؑ کو دبانے کے لیے انھوں نے کیے تھے وہ اپنے فرمان میں خالد بن ولید سے فرماتے ہیں کہ :-

جب کسی مقام پر وارد ہو تو تم لوگ اذان واقامت کہو اگر وہ لوگ بھی اذان واقامت کہیں تو ان سے باز رہو اور جنگ نہ کرو اور اگر ایسا نہ کریں تو سوائے لوٹ مار غارت گری اور قتل کے کوئی چارہ نہیں ہے انھیں جلادو اور دوسرے قسم کی سزائیں دو اور جب دعوت اسلام قبول کر لیں تو زکوٰۃ کے بارے میں دریافت کرو اگر زکوٰۃ کا بھی اقرار کرین تو اسے مان لو اور اگر انکار کریں تو کسی رعایت کی ضرورت نہیں ہے۔(طبری ج ۴ حصہ اول ص ۱۹۲۴)

اسی فرمان کے سبب سے جناب مالک بن نویرہ کو قتل اور ان کے قبیلہ کو تاراج کیا گیا جسے ہم اس کے قبل بیان کر چکے ہیں اور اسی سبب سے قبیلہ کندہ اور حضر موت کی لڑایاں واقع ہوئیں۔وہاں کے صدہا افراد کو تہ تیغ کیا گیا۔

قبائل حضر موت اور کندہ کے عقائد کیا تھے اس کا اظہار ترجمہ تاریخ اعثم کوفی ص ۱۴ اکے حسب ذیل عبارت سے ہوتا ہے :-

کندہ کے قبیلوں اور حضر موت کے باشندوں کے دو فریق ہو گئے ایک فریق نیک نیتی اور سچے عقیدے سے ادائے نماز وزکوٰۃ میں مصروف ہو گئی اور دوسرے فریق نے سرکشی اور گمراہی کا طریق اختیار کیا زیاد یہ حال دیکھ کر گھبرایا مگر اپنی جان کی سلامتی سے خوش تھا جب کچھ دن گذر گئے تو اس نے

منادی کرادی کہ اے مسلمانوں زکوٰۃ کا روپیہ جمع کرو کہ صدیق کے پاس روانہ کروں کیونکہ فوجیں بکثرت جمع ہو رہی ہیں اور خرچ بڑھا ہوا ہے اور خدائے تعالےٰ نے اہل روۃ کے شر کو مٹادیا ہے لوگوں نے روپیہ داخل کرنا شروع کر دیا ہے بعض نے بکمال آرزومندی وجوش قلبی سے ادا کیا، بعض نے دباؤ و مجبوری سے دیا۔ زیاد نرمی اور گرمی جس طریقہ سے مناسب سمجھتا تھا روپیہ وصول کرتا تھا۔ ایک دن جبکہ ایک جوان کے اونٹ کو زکوٰۃ کے نشان سے داغ کر بیت المال کے گلہ میں داخل کیا ہی تھا کہ وہ جوان آیا اور بولا کہ میں اس اونٹ کو بہت عزیز رکھتا ہوں اسے نہ لو اور اس سے بھی اچھا کوئی اور اونٹ مجھ سے لے لو زیاد نے اس بات کو نہ مانا یہ جوان جس کا نام یزید ابن معاویہ القری تھا حارث ابن سراقہ کے پاس جو اس علاقہ کے سرداروں میں سے تھا گیا اور کہا کہ زیاد نے میرے ساتھ ایسا برتاؤ کیا ہے میں چاہتا ہوں کہ تو اس سے میری سفارش کر کہ وہ اونت مجھے دیدے اور دوسرا لے لے کیونکہ مجھے اس اونٹ سے خاص انس ہے حارث زیاد ابن لبید کے پاس آیا اور اس سے اس بات کا ذکر کیا کہ یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے یہ اونٹ اسے دے دئے اور اس عوض کوئی اور لے لو، زیاد نے اس کے دینے سے انکار کیا اور کہا کہ اس اونٹ کو زکوٰۃ کے نشان سے داغدیا ہے اب اس کا واپس دینا جائز نہیں یہ سن کر سراقہ کے بیٹے کو غصہ آیا اونٹوں کے گلہ کے پاس پہنچ کر اس جوان سے کہا کہ اپنا اونٹ نکال کر لے جا اور میرے سامنے سلامتی سے اپنے گھر پہنچ جا اگر تجھ سے کوئی شخص کچھ بولے گا تو میں زور بازو سے اس کا بھیجہ نکال دوں گا ہم اسی وقت تک

خدا اور سولؐ کے حکم کے تابع تھے جب تک صاحبِ شریعت ہم میں موجود تھا اب کہ اس کی طلبی میں فرمانِ الٰہی پہنچ چکا ہے اگر اس کے اہلبیت میں سے کوئی اس کی جگہ پر مقرر ہوا ہو تو ہم اس کی اطاعت کریں گے ابو قحافہ کے بیٹے کی حکمرانی کیسی اور ہم پر اس کا کیا حق اس مضمون کا ایک شعر بھی تصنیف کر کے جس سے خاندان مصطفویؐ کی طرف سے انتہائی التجا اور ابو بکر سے بیزاری ظاہر ہوتی تھی زیاد کے پاس بھیجدیا زیاد اس شعر کو پڑھتے ہی کانپ اٹھا اور اپنے دوستوں کو ساتھ لے کر جانب مدینہ روانہ ہو گیا، دو منزل طے کر کے ایک شعر تاکیداً اور تنبیہاً اشعث کے پاس بھیجا اشعث ابن قیس اور اس کے تمام قبیلہ پر پورا اثر پڑا اشعث نے کہا اگر اسی امر پر رائے مستقل ہو گئی ہے تو لازم ہے کہ ہر طرف سے پختہ بندوبست کریں اور باحتیاط تمام اپنے ملک کو اپنے دشمنوں سے بچائیں مجھے یقین ہے کہ اہل عرب ابو بکر کے خاندان یعنی تیم ابن مرہ کی اطاعت اختیار نہ کریں گے اور بطحا کے سرداروں یعنی بنی ہاشم کا ساتھ نہ چھوڑیں گے کیونکہ یہی لوگ معدن رسالت اور لائق امامت ہیں اور اگر بنی ہاشم کے علاوہ کسی اور شخص کے لیے خلافت جائز ہے تو ہم سے زیادہ اور کوئی اس کا مستحق نہیں ہے ہمارے باپ دادا اس سرزمین کے بادشاہ ہو گزرے ہیں اس وقت دنیا میں نہ قریشی تھے نہ بطحا والے پھر اس مضمون کا ایک شعر لکھ کر مخالفت پر مستقل مزاج ہو بیٹھے زیاد ابن لبید قبائل کندہ میں سے بنی زہد کے پاس گیا اور بنی کندہ کی شکایت کر کے ان کو ابو بکر کی اطاعت کی ترغیب دی انھوں نے بھی جواب دیا کہ ہم سے ایسے شخص کی

اطاعت کیوں چاہتا ہے جس کی اطاعت کے لیے رسولؐ صلعم نے کسی فرد وبشر کو حکم نہیں دیا اس کے لیے کوئی ایسی مثال قائم کی ہے زیاد نے کہا یہ سب سچ ہے مگر تمام مسلمانوں نے متفق ہو کر اسے خلیفہ بنالیا ہے انھوں نے جواب دیا کہ اجتہاد ہی کو اختیار کیا تھا تو رسولؐ پاک کے اہلبیت کو کس لیے چھوڑ دیا یہ حق انھیں کیلیئے سزاوار تھا جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ **اولوالارحام بعضھم اولیٰ ببعضھم فی کتاب اللہ.** کتاب خدا میں صاحبان قرابت بعض سے اولیٰ ہیں زیاد نے کہا کہ مہاجرین اور انصار اسلام کے حق میں ہم تم سے زیادہ سمجھ رکھتے ہیں اس نے کہا خدا کی قسم انھوں نے حسد کیا اور حقدار سے حق چھین لیا ہم کو پورا یقین ہے کہ جب تک رسولؐ مقبول نے اپنے اہلبیتؑ میں سے ایک شخص کو امت کا پیش رو قرار نہیں دے لیا اس وقت تک دنیا سے رحلت نہیں فرمائی ہے اے زیاد تو ہمارے قبیلہ سے دور ہو تیری التجا ٹھیک نہیں، اور ہم تیری باتوں کو ہرگز نہ مانیں گے پھر ایک شخص عدی بن عوف نامی نے اٹھ کر کہا اے بھائی بند و غفلت کی نیندیں چھوڑ دو اور ان باتوں کا خیال جانے دو جن کو بعض آدمی اس لیے بیان کرتے ہیں کہ تم کو ایمانی طریقہ سے پھیر دیں اور دوزخ میں پہنچادیں خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف متوجہ رہو اور زیاد ابن لبید کی بات کو مانوں، جس بات کو مہاجرین وانصار نے اختیار کرلیا ہے اس کو تم بھی اختیار کرو کیونکہ وہ لوگ مسلمانوں کی بھلائی برائی کو تم سے بہت اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں اس معاملہ میں وہ ہم سے زیادہ باخبر اور رازداروں میں ہیں عدی کہنے کو تو یہ باتیں کہہ گزرا لیکن

اس کے عزیز یہ باتیں سنتے ہی غیض و غضب سے اٹھے عدی کو گالیاں دینے لگے اور زیاد سمیت قتل کر دینے کا ارادہ کیا۔ زیاد یہ رنگ دیکھتے ہی بھاگ نکلا اور ایک قبیلہ میں پناہ گیر ہوا لیکن جہاں جاتا تھا اسی طرح لوگ انکار کر دیتے آخر مجبور و لاچار ہو کر صدیق اکبر کے پاس گیا اور تمام حال بیان کیا صدیق اکبر کو سنتے ہی اضطراب پیدا ہوا اور اس واقعہ کے تدراک کیلئے متفکر ہوئے کہ اس مہم پر کس شخص کو مقرر کریں کہ فساد دور ہو خاطر مبارک میں آیا کہ خالد ابن ولید اگرچہ اس کام کے لائق ہے مگر وہ سر زمین یمامہ کو گیا ہوا ہے اور زیاد ابن لبید کا ان لوگوں کے معاملہ میں علم و تجربہ بڑھا ہوا ہے اس لیے اس کو بھیجنا چاہیئے مہاجرین و انصار میں سے چار ہزار نامزد کر کے زیاد کو حکم دیا کہ باشندگان حضر موت اور کندہ کی سرکشی کو مٹانے کے لیے جائے زیاد صدیق کا حکم سنتے ہی معہ لشکر چل پڑا لوگوں میں یہ خبر پھیل گئی کہ اسلامی فوجیں نزدیک آ پہنچیں ہیں اور نواح میں ٹھہر کر مخالفوں کو تہ تیغ کر ڈالا اور ان کا تمام مال و اسباب لوٹ لیا ہے سکال اور جوں کے قبیلہ ان باتوں کو سنتے ہی کانپ اٹھے اور جان بچانے سے مایوس ہو کر رات کے وقت زیاد کے پاس آئے اور مل بیٹھے زیاد نے ان کو امان دی اور مسلمانوں کی امداد کے لیے کہا اور پھر قبیلہ بنی ہند کے پاس آیا ان کے سروں پر قضا کھیل رہی تھی کا فر مردوں کو قتل کر ڈالا عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا غرض کہ جس قبیلہ پر پہنچتا دشمنوں کو قتل کر ڈالتا اور اطاعت قبول کرنے والوں کو امان دیتا یہاں تک قبیلۂ بنی حجر کی باری آئی جو قبیلۂ حضر موت کے جلیل القدر لوگ تھے زیاد نے ان پر رات کے وقت

چھاپا مارا کچھ دیر لوگ لڑتے رہے آخر کار بھاگ نکلے اسلامی فوجوں کو لوٹ میں بہت ساماں ہاتھ آیا اور ان کے تمام اہل وعیال پکڑ لیے گئے۔ پھر بنی حمر کی طرف رخ کیا یہ لوگ بھی بڑے بہادر اور دلیر مشہور تھے زیاد کے آنے کی خبر سنتے ہی اسلحہ اٹھائے اور بڑے جوش وخروش سے شیروں کی طرح غراتے ہوئے حملہ کیا لمحہ بھر میں ۲۰ مسلمانوں کو شہید کیا اور ان کے بھی بہت سے مارے گئے انجام یہ ہوا کہ زیاد کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگ نکلے اور تمام مال واسباب اور زن وفرزند کو چھوڑ گئے لشکر اسلام نے تمام لوٹ کے مال واسباب کو جمع کیا اور اس فتح سے بہت ہی شاد ہوئے شکر الٰہی بجالائے جب اشعث بن قیس نے سنا کہ ان قبیلوں کا ایسا حال کیا ہے منہ میں جھاگ بھر لایا اور کہا کہ اے میرے چچا کی اولاد جنگ کے لیے مستعد ہو جاؤ اپنے عزیزوں میں بنی مرہ وجبلہ کو جمع کیا ایک ہزار آدمی اس کے جھنڈے کے نیچے اور زیاد کے ساتھ چار ہزار مہاجرین وانصار موجود تھے اور پانچ سو سکال اور جوں والے علاقہ حضر موت کے نامور شہر بریم کے دروازے پر جنگ ہوئی پہر بھر مقابلہ ہوا تھا کہ اسلامی فوجیں بھاگ نکلیں تین سو نو آدمی شہید ہوئے اور باقی بچ نکلے اور بریم کے قلعہ میں جا چھپے اشعث نے تمام مال وغنیمت اور قیدیوں پر قبضہ کر لیا اور جس قدر سامان دوسرے قبیلوں کا لوٹا بر آمد ہوا سب ان کے مالکوں کے حوالہ کر دیا باقی کو اپنے لشکر اور قبیلوں میں تقسیم کر دیا۔

زیاد نے قلعہ بریم میں محصور ہونے کے بعد کسی بہانے سے مہاجر ابن ابی امیہ کو خط لکھ کر روانہ کیا اور تمام کیفیت سے اطلاع کی مہاجر لشکر لے

کر زیاد کی مدد کے واسطے جانب قلعہ بُریم روانہ ہوا اشعث کو بھی خبر مل گئی وہ قلعہ کے دروازے سے دو فرسنگ پرے چلا گیا اور جب مہاجر قبیلہ زیاد سے آملا تو پھر قلعہ کے دروازے پر آموجود ہوا اور بنی کندہ کے پاس قاصد بھیج کر مدد طلب کی بنی ارقم و بنی حجرو بنی حمرو بنی کندہ کے لوگ آئے اور اشعث کے عزیزوں اور دوستوں کا لشکر کثیر فراہم ہو گیا اب زیاد اور مہاجر کی جان پر آبنی اور سخت مصیبت واقع ہوئی زیاد نے بذریعہ خط صدیق کو تمام حال سے مطلع کیا صدیق کو سخت اندیشہ ہوا اشعث اور قبائل کندہ کے مشہور سرداروں کے نام نہایت ہی نرمی اور مہربانی کا خط روانہ کیا اس میں کچھ ڈرایا دھمکایا کچھ انعام واکرام کی امیدیں اور خاتمہ پر لکھا کہ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ دین اسلام پر ثابت قدم رہو اور دشمن دین شیطان کی باتوں سے علاحدگی اختیار کرو اور اگر یہ خلل اور خیال جو تمھارے دلوں میں واقع ہوا ہے زیاد ابن لبید کے حرکات سے ہو تو میں اس کو تمھاری سرداری سے معزول کروں گا اور تمھارے پاس کسی ایسے شخص کو بھیجوں گا جو تمھارے ساتھ نیکی سے زندگی بسر کرے اور میں نے اس قاصد کو بھی فہمائش کردی ہے کہ تم لوگ فرمانبرداری، اختیار کرو اور راہ راست پر آجاؤ تو وہ زیاد کو ہمارے پاس پھیر لائے تو صدیق نے کہا تم توبہ اور استغفار کرو اور گزشتہ فعلوں سے باز آجاؤ ان اللہ هو التواب الرحیم یعنی اللہ توبہ کو قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔

قاصد نے یہ خط اشعث کو دیا تو وہ پڑھ کر بہت ہی برہم ہوا خوب پیچ

وتاب کھایا اور صدیق کے فرمان کو نہ مانا قاصد نے بھی اشعث اور ان کے دوستوں کو سمجھانے کے طریقہ سے چند نصیحت آمیز کلمہ کہے اور اشعث کے ایک عزیز نے اٹھتے ہی تلوار کا ایک ہاتھ قاصد کے ہاتھ پر مارا ادھر قاصد زخمی ہوا اور ادھر تمام مجلس میں شور مچ گیا اور اشعث نے اس شخص کی تعریف کرتے ہوئے کہا خدا تجھ کو بخشے ان نا انصافوں کا جواب اس سے بہتر نہیں ہو سکتا ابو قرۃ بنی حجر نے کہا اے اشعث تجھے شرم نہیں آئی کہ پیغام کا جواب اس طریق سے دیا جائے خدا کی قسم تجھ سے زیادہ بے عقل کوئی اور دنیا بھر میں نہیں ہو گا اور ایسی بے انصافی دیکھ کر ہم میں سے کوئی بھی تیرا ساتھ نہ دے گا اگر ہم تیرے ساتھ رہیں تو نامرد کہلائیں گے یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے چچا کی اولاد اور دوستوں وغیرہ سے بولا کہ اس بے وفا شخص سے الگ ہو جاؤ اور اس کی محبت کو چھوڑ دو نہیں تو عذاب کے امیدوار رہو اتنا کہہ کر اپنا راستہ لیا بنی حمر سے ابو الشمر نے بھی اس قسم کی گفتگو کی اور اشعث کو چھوڑ دیا اور اسی طرح اور لوگ بھی اس کے پاس سے چلے گئے اور اشعث صرف دو ہزار سواروں کے ساتھ جو اس کے بھائی بند تھے رہ گیا سکالک اور جوں کے پانچ سو جوان زیاد بن لبید اور مہاجر ابن امیہ سے جا ملے دریائے ارقان پر جنگ ہوئی طرفین سے بیشمار آدمی ہلاک ہوئے اور مہاجر ابن ابی امیہ اشعث کی تلوار سر پر کھا کر زخمی ہوا پھر اسلامی لشکر نے شکست کھائی اور بھاگ کر قلعہ بریم میں پناہ لی اشعث دروازے پر آپڑا اور ہر طرف سے مضبوطی کر کے مسلمانوں سے سخت جنگ کی زیاد نے جس طرح بن پڑا صدیق اکبر کو صورت حال سے آگاہ

کیا۔ صدیق نے خط پڑھ کر مہاجرین وانصار کے سرداروں کو طلب کیا اور زیاد اور مہاجر کا سارا حال کہہ سنایا ابو ایوب انصاری نے کہا اے خلیفۂ رسولؐ بنی کندہ کی جماعت بہت بڑی زور آور ہے ان کی فوجیں بڑی مضبوط ہیں۔ مجتمع ہونے پر ان کی تعداد شمار سے باہر ہو سکتی ہے مناسب ہے کہ غصہ کو ضبط کر کے اس سال کے محصولات سے چشم پوشی کی جائے بعدہ وہ خود شرمندہ ہو کر مطیع ہو جائیں گے اور بیت المال کے حقوق ادا کر دیں گے وہ جہاں کے بادشاہ ہوئے ہیں اور دنیا کے سرداروں میں سے ہیں نہ ان جیسا کوئی سپاہی ہے ان کا مقابلہ نہ کرنا ہی بہتر ہے صدیق نے ہنس کر کہا کہ اے ابو ایوب میں نے عہد کر لیا ہے کہ بیت المال کے حقوق میں سے کسی پر بکری کا چھ مہینہ کا بچہ تک باقی نہ چھوڑوں گا اور اگر کوئی اس سے بھی انکار کرے گا تو حتیٰ الامکان اس سے لڑوں گا پھر سب کو رخصت کر کے اپنے گھر چلے آئے اور فاروق رضی اللہ کو بلایا اور سب حال سنا کر کہا میری رائے ہے علی رضی اللہ کو اشعث کے مقابلہ کے لئے روانہ کروں کیونکہ وہ عقل اور سمجھ اور فضیلت اور شجاعت اور علم اور رفتار و گفتار اور ہدایت کرنے میں سب سے ممتاز ہیں یہ گرہ اسی سے کھلے گی اور اسی کے ہاتھ سے کام انجام پائے گا فاروق نے کہا کہ آپ کا فرمانا درست ہے، علی ان صفات سے آراستہ ہیں لیکن میں ایک بات سے ڈرتا ہوں اور اس کا کچھ علاج نہیں جانتا اور وہ یہ ہے کہ میں جانتا ہوں علیؑ اس امر میں پوری احتیاط کو کام میں لائیں گے اگر خدانخواستہ انھوں نے ان لوگوں کے مقابلہ پر جانا گوارا نہ کیا اور کفر و اسلام میں کسی قدر تامل واقع ہو تو پھر کوئی

ایک آدمی بھی اس فرقہ سے جنگ کرنے کو اچھا نہ سمجھے گا بہتر یہی ہے کہ علیؑ تیرے ساتھ مدینہ ہی میں رہے اور تو ان کی صحبت اور مشورہ سے فائدہ حاصل کرتا رہے اور عکرمہ ابن ابی جہل کو اشعث سے لڑنے کے لئے بھیجئے کیونکہ وہ بھی بڑا بہادر اور نامور شخص ہے صدیق نے فاروق کی رائے کو پسند کیا اور خط لکھ کر ابن ابی جہل کو مطلع کیا کہ آگاہ ہو قبیلہ بنی کندہ نے علانیہ گناہگاری کا راستہ اختیار کیا اور زیاد ابن لبید اور مہاجر ابن امیہ کا قافیہ تنگ کر رکھا ہے اس خط کو پڑھتے ہی لشکر سمیت جانب قلعۂ بریم علاقۂ حضر موت روانہ ہو اور ان بد معاش گناہگاروں کو سزا دے اور اثناء راہ میں اہل مکہ اور دوسرے عربی قبیلوں میں سے جو کوئی تیرا ساتھ دے اسے اپنے ہمراہ لے جا خط کے دیکھتے ہی عکرمہ نے ملازموں اور خادموں وغیرہ کو طلب کیا کل کیفیت سنادی سب نے اس امر کو قبول کیا تقریباً دو ہزار سواروں کی جمیعت سے چل نکلا۔ علاقہ صنعا میں پہونچ کر لوگوں کو بنی کندہ کے جنگ پر آمادہ کیا وہ بھی اس درخواست کو منظور کر کے عکرمہ کے ساتھ ہو لئے۔ جب مآرب میں پہونچے اور قیام کیا تو اہل دبا کو اطلاع ہوئی کہ عکرمہ بن کندہ سے لڑنے جاتا ہے بہت ہی برافروختہ ہوئے اور کہا کہ ہم عکرمہ کی ایسی گوشمالی کریں گے کہ وہ بھی بنی کندہ سے لڑنا بھول جائے اس ارادے پر مستقل ہو کر صدیق کے عامل کو اپنے علاقہ سے نکال دیا اور خود سر بن بیٹھے۔ حذیفہ ابن عمر نے جو دبا کا عامل تھا صدیق کو اہل دبا کی بغاوت سے مطلع کیا صدیق اس اطلاع پانے سے سخت متردد ہوا اور عکرمہ کو لکھا کہ دباوالوں نے شرارت اور سرکشی

کی ہے پہلے انھیں کو واجبی سزا دے اور ذرا سستی نہ کر جب فتح پائے اور تمام
کام حسب مراد ٹھیک ہو جائے تو باشندگان دبا کو قید کر کے میرے پاس
بھیجدے پھر زیاد ابن لبید کے پاس جانا اور اس کے ساتھ ہو کر مخالفوں کی سر
کوبی کرنا اور کوشش بلیغ سے کام لینا شاید اللہ تعالیٰ حضرت موت کے علاقہ
کو تمہارے ہاتھ سے فتح کرا دے اور یہ فساد ہٹ جائے عکرمہ نے صدیق کا یہ
خط پڑھتے ہی اہل دبا کی طرف رخ کیا اور دوسری طرف سے بقیط ابن مالک
نے فوج جمع کر کے عکرمہ کی سمت کو کوچ کیا دونوں میں سخت جنگ ہوئی
بقیط نے شکست کھائی اور عکرمہ نے تعاقب کر کے بہتوں کو قتل کیا
اور بھگوڑوں نے اپنے قلعہ میں پناہ لے کر دروازہ بند کر لیا عکرمہ نے زور آور
حملہ سے قلعہ فتح کر کے اکثر سرداروں کو قتل کیا اور بعض کو قیدی بنایا تمام
عورتیں اور بچے پکڑ لیئے مال غنیمت تین سو اونٹ لاد کر صدیق کے پاس مدینہ
کو روانہ کیئے صدیق اس فتح سے بہت خوش ہوا اور چاہا کہ قیدیوں کو سزا دے
فاروق نے سفارش کی اور کہا کہ وہ کلمہ گو ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں اگر ان کے
قتل میں توقف کرے تو مصلحت سے بعید نہ ہوگا اس لئے حکم دیا کہ ان کو قید
میں رکھیں یہ لوگ صدیق کی خلافت کے زمانہ میں قید رہے اور فاروق کے
عہد میں آزاد کیئے گئے کچھ تو وطن کو چلے گئے اور کچھ بصرہ میں رہنے لگے۔
الغرض عکرمہ اہل دبا سے فارغ ہو کر حضر موت کے شہروں کی طرف چلا
اشعث کو بھی خبر لگی اس کے قبضہ میں مخیر نام کا قلعہ تھا خوب مضبوط کر کے
اپنے اہل و عیال اور نوکروں چاکروں کو مال و دولت سمیت اس میں لے گیا اور

لڑائی کے ارادے سے مستعد ہو بیٹھا زیاد نے عکرمہ کے آنے کی خبر سن کر اپنی فوج میں منادی کر دی کہ ان دشمنوں سے جنھوں نے کفر کا طریق اختیار کر لیا ہے اگرچہ مقابلہ کرنا ناممکن ہے لیکن میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ ان سے جنگ کروں اور عکرمہ کے پہنچنے سے پہلے جو ہماری امداد کے واسطے بڑی بھاری فوج کے ساتھ آرہا ہے فتح حاصل کروں جس سے ہمارا اور تمہارا نام دنیا بھر میں نیکی اور دلیری کے ساتھ مشہور ہو جائے اشعث نے بھی اس معاملہ کو سن کر اپنی فوج سے اسی قسم کی گفتگو کی اور کہا کہ دشمنوں کی کثرت سے نہ ڈرو تلوار کھینچ لو اور جس قدر ہو سکے خوب کوشش کرو کہ دنیا میں شہرت ہو جائے اس کے ساتھیوں نے بطیب خاطر اس کی بات کو سنا اور اس کا ساتھ دینے اور لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔

زیاد نے صبح کے وقت فوج کو ترتیب دے کر دائیں بائیں اور سامنے کے دستوں کو قائم کیا اور خود میدان میں نکل کر خواہش ظاہر کی اشعث نے بھی میمنہ اور میسرہ اور جناح کی فوجوں کو قائم کر کے آپ قلب لشکر میں جا گزیں ہوا پھر دونوں فوجیں غٹ پٹ ہو گئیں خوب ہی جنگ ہوئی طرفین سے بے شمار آدمی مارے گئے زیاد ابن لبید کا بازو اشعث کی تلوار سے زخمی ہوا آخر کار اس کا لشکر بھاگ نکلا اور اپنی جگہ دشمنوں کے قبضہ کے لئے چھوڑ کر خود قلعہ بریم میں جا چھپے دوسرے دن عکرمہ فوج کو درست کر کے آگے بڑھا زیاد ابن لبید اور مہاجر ابن ابی امیہ سے آملا مسلمانوں کو اس کے آنے سے بہت ہی خوشی حاصل ہوئی مخالفوں پر دہشت طاری ہوئی اشعث اپنی فوج کا دل

بڑھاتا کہ دشمنوں کی کثرت سے نہ ڈرو اور دلوں کو پژمردہ نہ ہونے دو شیر کو بکریوں کی کثرت کا ڈر کیا اور چیتے کو گیدڑ کے انبوہ کا خطرہ کیا۔

عکرمہ نے بھی فوج کو مردانہ حملہ کرنے کی ہدایت کی اور کہا کہ ان کی صفوں کو سامنے سے ہٹا دو عکرمہ کی فوجوں نے یک لخت گھوڑے دوڑائے اشعث کے جھنڈے تک جا پہنچے اور شیر مردنے دشمنوں کو مثل روباہ تصور کر کے سامنے سے ہٹا دیا،

اشعث نے اپنی فوج کے ساتھ مضبوطی سے اپنے قدم جمائے رکھے اور اس حملہ میں اپنی جگہ پر قبضہ نہ ہونے دیا اس قدر گرد و غبار بلند ہوا کہ گویا قیامت آگئی بے شمار آدمی قتل اور زخمی ہو گئے ظہر کے وقت سے عصر کے وقت تک لڑائی ہوتی رہی۔ جب شاہ مشرق کی سواری افق مغرب میں پہنچی عکرمہ اور زیاد نے اپنی فوجوں کو سنایا کہ اے دوستو! دشمن شکستہ دل ہو گیا ہے اور ان کے بہت سے آدمی زخمی ہو چکے ہیں مل کر ایک حملہ کرو اور تلواروں سے کام لو ممکن ہے کہ فتحیاب ہو جاؤ پھر تو عکرمہ اور زیاد نے ایک ساتھ حملہ کر کے ان فاجروں کا کام تمام کر دیا اور ان کا پیچھا کر کے قلعہ کے اندر داخل کر دیا خود قلعہ کے گرد آپڑے اور لشکر گاہ قائم کیا ہر طرف سے راستے بند کر دئے اور خوب مضبوطی کر لی۔

جب محصورین تنگ ہوئے تو اشعث نے کہا اے چچا کی اولاد اور خوشی اور غمی کے ساتھیوں اس مہم دشوار کی اب کیا تدبیر کی جائے اور اس مشکل کو حل کرنے کے لئے کیا رائے ہے سب نے ایک زبان ہو کر کہا ہم کو خوش دل

دشمن کے زندہ رہنے کے سبب عزت و آبرو کے ساتھ مر جانا دل سے قبول ہے تو مطمئن رہ کہ جب تک ہمارے تن میں رمق جان باقی ہے تجھے تنہا نہ چھوڑیں گے اور جن دوستوں اور عزیزوں نے سبب رنجش سابقہ اس کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اب اسے مبتلائے مصیبت دیکھ کر حمایت کے لئے دوڑے آئے اور امداد کی اور کہا کہ دل کو مضبوط رکھ اور قلعہ دشمن کے حوالہ نہ کر اشعث ان کے آنے سے بہت خوش ہوا اور لڑنے کا مصمم ارادہ کر لیا دوسرے دن فوج کو درست کر کے زیاد پر حملہ کیا اور ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی بہت سے جوان مارے گئے بہت سے زخمی ہوئے عکرمہ کے سر پر تلوار لگی اور مسلمانوں کے دل چھوٹ گئے زیاد نے لشکر اور عکرمہ کا یہ حال دیکھ کر کہا اے مہاجر و انصار اور اے یاران وفادار ہمارے دشمن خستہ اور مغلوب ہو چکے ہیں صبر اور استقلال ہی سے راحت ملتی ہے ذرا دل کڑا کر کے ایک دو دن مردانگی کی داد دو اور قدم مضبوطی سے جمائے رہو دشمنوں کو کھانے پینے کی مہلت نہ دو ممکن ہے پردۂ غیب سے ہماری فتح ظاہر ہو اور یہ مشکل کام آسان ہو جائے ساتھیوں نے جواب دیا جس قدر ہم میں قوت ہے اور جب تک رمق جان بدن میں موجود ہے دشمنوں کے دفع کرنے میں ذرا سستی نہ کریں گے باقی امیدیں اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ہیں یہ کہا اور اپنے قیام گاہ میں چلے آئے زیاد ابن لبید اور تمام مسلمانوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور خدا کے فضل پر بھروسہ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت سے مسلمانوں کا رعب مخالفوں کے دل میں ڈال دیا۔ زیاد نے تمام راستے بند کر دئے۔ محصورین آب و دانے

کی قلت سے عاجز ہو گئے اشعث نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ لوگ لڑائی سے ذرا نہیں اکتاتے مناسب ہے کہ ان سے صلح اور صفائی کر لیں اور امان طلب کریں۔

جیسے دن ہوا اور اشعث اور اس کے لوگوں پر سخت تنگی واقع ہوئی اور آدمی بھوک و پیاس کے صدمے سے بے طاقت ہونے لگے تو ایک قاصد زیاد کے پاس بھیجا اور اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے امان چاہی زیاد نے منظور کیا اور امان نامہ لکھا گیا بنی کندہ نے جانا کہ اس کے سب آدمیوں کے لئے امان طلب کی ہے کسی نے بھی کچھ نہ کہا اشعث قلعہ سے باہر نکل آیا زیاد نے پوچھا اے اشعث کیا تو نے اپنے چچازاد بھائیوں کے لئے امان نہیں چاہی ہے اور اسی اقرار پر میں نے عہد نامہ لکھا ہے۔

اشعث نے کہاہاں!

زیاد نے کہا کہ خدائے تعالیٰ نے تیری عقل محو کر دی ہے کہ تو نے عہد نامہ میں اپنا نام نہیں لکھا ہے اور اپنے لئے امان حاصل نہیں کی ہے خدا کی قسم میں تجھ کو تیرے کیے کی سزا دوں گا اور تیرے شر سے دنیا کو پاک کر دوں گا اشعث نے کہا کہ اے زیاد تو مجھے ایسا نا سمجھ سمجھتا ہے کہ سب کے لئے تو امان مانگوں اور اپنے آپ کو ہلاک کروں اگر تو مجھے قتل کرے گا تو تمام یمن کو اپنے اور اپنے آقا کے خلاف غضبناک بنائے گا اور تیرے مقابلہ کے لئے اس قدر سوار اور پیادے امنڈ کر آئیں گے کہ تو اپنے پچھلے دن بھول جائے گا۔ زیاد نے اشعث اور اس کے دوستوں کو خوب طرح سے قبضے میں لیا اور قلعہ کے

اندر داخل ہوا ایک ایک جنگجو جوان کو سامنے بلاتا تھا اور جلاد کو حکم دیتا تھا کہ اس کا سر اڑا دے جب کچھ آدمی قتل ہو چکے تو باقیوں کو امان دی۔ تہمل ابن اوس الانصاری کا بیان ہے کہ میں نے اس دن کشتوں کی طرف نظر کی توان کو بنی قریظہ کے اس دن کے کشتوں کے مانند پایا کہ جس دن رسولؐ مقبول ان کو دوزخ میں داخل کر رہے تھے پھر زیاد نے بنی کندہ کے بقیۃ السیف شرفا کی گنتی کا حکم دیا اسی آدمی تھے سب قید کر کے اشعث سمیت صدیق کے پاس روانہ کئے گئے جب سامنے آئے تو صدیق نے کہا اے اپنی جان کے دشمن اشعث، خدا کا شکر ہے کہ اس نے تجھ کو میرے حوالے کر دیا۔ اشعث بولا ہاں اے صدیق خدا نے تجھ کو ہم پر فتحیاب کیا کیونکہ میری قوم نے میرا ساتھ نہ دیا اور جو کچھ مجھ سے ظہور میں آیا وہ زیاد کا قصور تھا وہ میرے ہم قوم لوگوں کو ظلم وستم سے قتل اور بے عزت کرتا تھا مجھ سے بھی جو کچھ بن پڑا کئے گیا پھر قسم کھائی کہ میں دین اسلام پر ثابت قدم ہوں نہ مذہب بدلا ہے نہ مال سے بخیلی کی ہے لیکن زیاد ہم پر ظلم کرتا تھا اور بے گناہوں کو مارتا تھا مجھ سے اس ذلت کی عار نہ اٹھائی گئی نہ اپنے قوم کو مصیبت میں چھوڑ سکا اب تو جو کچھ گذرا گذر گیا خدا کی قسم اب میں باز آیا اپنی زندگی کو بادشاہوں کے جانوں کے عوض خریدتا ہوں یمن کے تمام قیدی رہا کروں گا اور اسلام کی مدد اظہر من الشمس کروں گا، صدیق نے اس کو اور اس کے چچازاد بھائیوں کو چھوڑ دیا اور سب کو خلعت عطا کئے اشعث کو اپنا داماد بنایا یعنی ام فروہ سے اس کا نکاح پڑھ دیا اور بھی بے شمار احسان و اکرام کئے اشعث نے صدیقؓ کے نزدیک بہت بڑی عزت و

آبروپائی۔ ام فروہ سے اشعث کی چار اولادیں پیدا ہوئیں محمد، اسمٰعیل، اسحاق اور جعدہ، "محمد"، عمر، عثمان اور علیؑ کے ہوا خواہوں میں سے گذرا ہے۔ جناب امیر المؤمنین حسین ابن علی ابن ابی طالبؑ کی شہادت کے وقت میدان کربلا میں (لشکر عمر سعد) حاضر تھا اسمٰعیل اور اسحاق عبد الملک ابن مروان کے عہد خلافت میں قتل کئے گئے اہل ردہ محلّہ غرہ کا مجمل حال یہی ہے۔

صاحب تاریخ اعثم کوفی نے جو کچھ تحریر کیا ہے بعینہ یہی بات ناسخ التواریخ ص ۱۴۳ حالات ابوبکر میں درج ہے۔ نیز دیگر مورخین نے بھی اسے تحریر کیا ہے۔

جب ہم قبائل کندہ اور حضر موت کے انکار بیعت ابوبکر کے اسباب کو دیکھتے ہیں تو صاف اور صریح الفاظ میں یہ ملتا ہے کہ وہ صرف اس لئے ابوبکر کی بیعت سے کارہ، مجتنب اور بے تعلق رہے اور بیعت سے صاف صاف انکار کر دیا کہ ان کے نزدیک منصب خلافت اہلبیتؑ رسالت کا حق تھا اور سوائے اہلبیتؑ کے کوئی اس کا حق نہیں رکھتا تھا کہ وہ رسول اکرمؐ کے انتقال پر ملال کے بعد تاج خلافت اپنے یا کسی اور کے سر پر رکھ سکے قبائل کندہ و حضر موت مہاجرین و انصار کو بھی اس قابل نہیں سمجھتے تھے کہ وہ اجماع کے ذریعہ سے کسی کو رسول کا قائم مقام نامزد کر دیں ان قبائل نے زیاد ابن لبید اور دوسرے افراد سے جو گفتگو کی ہے وہ دلائل و براہین سے پر ہے ان قبائل نے بطلان خلافت اجماعی پر عقلی دلیل بھی پیش کی ہے اور نقلی بھی۔

ہم سطور ذیل میں ان کے استدلال کو پیش کرتے ہیں تا کہ ناظرین پر

یہ چیز اچھی طرح روشن و منور ہو جائے کہ شیعوں کا وجود اس زمانہ میں صرف مدینہ ہی میں نہیں تھا بلکہ مدینہ سے دور دراز مقامات پر بھی شیعہ موجود تھے۔ جذبۂ ایثار و قربانی بھی ان میں پایا جاتا تھا اور راہ محبت امیر المؤمنینؑ میں اپنا سب کچھ لٹانے پر تیار بھی تھے اور لٹا بھی دیا۔

ذرا قبائل کندہ اور حضرموت کے استدلال کو سنی نواز مولوی سید علی نقی صاحب اور مصر کے مشہور اہل قلم طٰہٰ حسین دیکھیں اور بتائیں کہ شیعہ تھے یا نہیں تھے۔

۱۔ سراقہ بن حارث کا یہ قول شیعیت کی ترجمانی کرتا ہے کہ:۔

محمدؐ اس وقت اللہ کے رسولؐ تھے اور ہم ان کی شریعت کے پابند تھے جب حضرت کی رحلت ہو گئی تو اگر ان کے اہلبیتؑ میں سے کوئی شخص خلیفہ ہوا تو ہم اس کی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے ابو قحافہ کے بیٹے کو کیا حق ہے (کہ وہ منصب خلافت پر فائز ہو) انھوں نے خاندان پیغمبرؐ کے حق کو غصب کیا ہے اس سے ہم سے کیا واسطہ۔

اور چند شعر کہے جس میں ابو بکر سے بیزاری اور حضرت علیؑ اور اہلبیتؑ نبیؐ سے اظہار محبت والفت کیا تھا۔

۲۔ اشعث بن قیس کا یہ قول بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے کہ:

یقین کرو کہ عرب کے لوگ ابو بکر کی خلافت کو تسلیم نہیں کریں گے اور اس کے قبیلہ کو مقدم نہیں کریں گے اور اگر یہ جائز ہو گا کہ بنی ہاشم جو پیغمبرؐ کے اہلبیتؑ رسالت کی کان اور نبوت کے مظہر ہیں ان کے علاوہ

کسی کو خلافت سپرد کی جائے اور مسند پیغمبرؐ پر جگہ دی جائے تو اس کے لئے ہم سے بہتر اور کوئی نہیں ہے اس لئے کہ ہم دنیا کی شاہی ایسے وقت میں کر چکے ہیں جب کہ نہ کوئی بطحا کا آدمی بادشاہ تھا نہ قریش کا۔"

اشعث کی اس تقریر سے قبائل کندہ کے تمام لوگ ابو بکر کے مخالف ہو گئے۔

۳۔ زیاد بن لبید نے قبائل کندہ سے فرار کر کے اموال کو مدینہ بھیج دیا اور خود قبیلۂ بنی ذہل میں جو کندہ ہی کی ایک شاخ تھی چلا گیا اور ان کو ابو بکر کی اطاعت و بیعت کی دعوت دی جب زیاد اپنے مطلوب کو بیان کر چکا تو اس کی تقریر سن کر حارث بن معاویہ کھڑا ہوا اور اس نے کہنا شروع کیا کہ:

تم ہم کو ایسے شخص کی اطاعت کی دعوت دیتے ہو جس کی اطاعت کا حکم کسی نے بھی نہیں دیا اور نہ کسی نے اس کی خلافت کی وصیت کی ہے۔"

حارث کی تقریر سن کر زیاد نے جواب میں کہا کہ:

تم سچ کہتے ہو لیکن ہم مسلمانوں نے ابو بکر کو اس خلافت کے لئے منتخب کیا ہے۔ حارث نے زیاد کے جواب میں کہا کہ:

جب تم نے خلافت کے لئے اسی (ابو بکر) کو منتخب کیا تھا تو اہلبیتؑ پیغمبرؐ کو کیوں نہ اختیار کیا اور حضرت علیؑ کو کیوں چھوڑ دیا اس لئے کہ خلافت انھیں حضرت کا حق تھا۔ اس لئے کہ خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

و اولو الارحام بعضهم اولیٰ ببعض فی کتاب الله.

اور صاحبان قرابت کتاب خدا میں بعض بعض سے اولیٰ ہیں۔

زیاد نے اس کے جواب میں کہا کہ :

مہاجرین وانصار اہل اسلام کے مصالح کو تجھ سے زیادہ بہتر جانتے ہیں اور دین کو سیدھے راستے پر لیجانے کو تجھ سے زیادہ اچھا جانتے ہیں۔

حارث نے زیاد کے جواب میں کہا کہ :

خدا کی قسم مہاجرین وانصار نے حق کو مستحق سے موڑ دیا اور بھر پور کینہ اور حسد کی وجہ سے خلافت کو اہلبیتؑ سے غصب کیا ہے اور بغیر خدا و رسولؐ کی رضامندی کے خلیفہ کا تعین کیا ہے۔ اور ہم کو یقین ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے جب تک اپنے اہلبیتؑ میں سے کسی کو منصب خلافت کے لئے معین نہیں کیا اور لوگوں کے لئے کسی کو امام اور مقتدی مقرر نہ کر لیا اس وقت تک اس دنیا سے آخرت کی طرف سفر نہیں فرمایا۔ یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ رسولؐ خدا دنیا سے تشریف لے جائیں اور اہل عالم کے لئے اپنا کوئی قائم مقام معین نہ کریں اور لوگوں کو سراسیمہ حیرانی و پریشانی کے عالم میں چھوڑ جائیں اور امامت ایسے عظیم امر کا کچھ خیال نہ فرمائیں اور دنیا سے سفر کر جائیں۔

اے زیاد اب تم خود بیان کرو کہ رسول خداؐ نے دین کی مہار کس کے ہاتھ میں دی اور دنیا سے تشریف لے گئے یہ تقریر کرنے کے بعد حارث نے زیاد سے کہا کہ تو ہمارے قبیلہ سے نکل جا کیونکہ تیری باتیں باطل ہیں۔

یہ گفتگو سن کر عبداللہ بن عرفجہ نے کہا کے :۔

خدا کی قسم حارث نے جو کچھ کہابالکل سچ ہے اس شخص کو اپنے قبیلہ سے باہر کردو اس کا مقتدا (ابوبکر) باطل پر ہے اور ناحق خلافت کو غضب کیا ہے۔

کیا یہ ہو سکتا ہے کہ مہاجرین وانصار پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ بھلائی پیش نظر رکھ سکیں اور آپ امت کے بارے میں بغیر کچھ فرمائے ہوئے دنیا سے چلے جائیں اور امت کے تمام امور کو اس جماعت کے سپرد کر جائیں۔ تاکہ امت والے جس کو چاہئیں خلیفہ بنالیں۔

خدا کی قسم پیغمبرؐ نے امت کو مہمل اور بے ہادی وراہبر نہیں چھوڑا۔ اور اپنے اہلبیتؑ سے ایک خلیفہ معین کیا ہے۔

عرفجہ کی تقریر ختم ہوتے ہی عدی بن عوف اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ :۔

بھائیوں عرفجہ کی باتوں کو قابل توجہ نہ سمجھو اور زیاد بن لبید کی اطاعت کرو اس لیے کہ مہاجرین وانصار مصالح فقہ اور مصالح ملک کو تم سے بہتر سمجھتے ہیں۔ بنی ذہل کو عدی کی باتیں پسند نہ آئین اور لوگوں نے زیاد کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور ارادہ کیا کہ اسے قتل کر دیں۔ زیاد نے اس محل پر تعجیل سے کام لیا اور اپنی جان بچا کر وہاں سے چل کھڑا ہوا لیکن قبیلۂ کندہ کے جس قبیلہ میں جاتا تھا اسے اسی طرح باتیں سننا پڑیں مجبوراً وہاں سے مدینہ واپس آگیا۔

(ناسخ حالات ابوبکر ص ۱۴۴)

بجائے تاریخ اعثم کوفی کے ہم نے یہ استلال ناسخ التوریخ سے نقل کیے ہیں تاکہ ناظرین یہ اندازہ کرلیں کے جوکچھ تاریخ اعثم کوفی میں ہے وہ سب کچھ ناسخ التواریخ میں بھی ہے۔

جو قبائل یہ اعتقاد رکھتے ہوں اور اس طرح امامت حضرت امیر اور حقوق اہلبیت طاہرینؑ کے قائل ہوں ان کو لشکر پر لشکر بھیج کر بیدردی سے قتل کرادینا اور عورتوں بچوں جوانوں بوڑھوں کو اسیر ومقید کرنا۔ان کے اموال کو لوٹنا کس قانون وشریعت میں جائز ہے قبائل کندہ وحضر موت میں سے کتنے آدمی قتل ہوئے کتنے اسیر ومقید ہوئے تاریخ اسے نہیں بتاتی ہے البتہ ناسخ اور تاریخ اعثم کوفی کے پڑھنے سے مقتولین قبائل حضر موت کاہلکاسا تصور ہو جاتا ہے اور ان کی تعداد ہزاروں سے متجاوز نظر آتی ہے واقعہ یہ ہوا کہ :۔

ابوبکر ابن قحافہ نے زیاد کی واپسی کے بعد اسی سرکردگی میں مہاجرین وانصار کا چار ہزار کا لشکر روانہ کیا اس لشکر نے حضر موت میں پہنچنے کے بعد دوستداران امیر المومنین وشیعیان حیدر کرارؑ کے ساتھ کیا کیا اس کا اندازہ ناظرین حسب ذیل اقتباسات سے کرسکتے ہیں۔

۱۔ مہاجرین وانصار میں سے چار ہزار سوار نامزد کرکے زیاد کو حکم دیا کہ باشندگان حضر موت وکندہ کی سرکشی مٹانے کے لیے جائے۔زیاد صدیق کا حکم سنتے ہی مع لشکر چل پڑا لوگوں میں یہ خبر پھیل گئی کہ اسلامی فوجیں نزدیک آپہنچی ہیں اور نواح میں ٹھہر کر مخالفوں کو تہ تیغ کرڈالا ہے اور ان کا تمام

مال واسباب لوٹ لیا ہے۔

۲۔ پھر قبیلہ بنی ہند کے پاس آیا ان کے سروں پر قضا کھیل رہی تھی کافر مردوں کو قتل کر ڈالا عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا۔

۳۔ غرضکہ جس قبیلہ پر پہنچتا دشمنوں کو قتل کر ڈالتا۔

۴۔ یہاں تک کہ قبیلۂ بنی حجر کی باری آئی جو قبیلہ حضرت موت کے جلیل القدر لوگ تھے زیاد نے ان پر رات کے وقت چھاپا مارا کچھ دیر لوگ لڑتے رہے آخر کار بھاگ نکلے اسلامی فوجوں کو لوٹ میں بہت سامان ہاتھ آیا۔ اور ان کے تمام اہل وعیال پکڑ لیے گئے۔

۵۔ پھر بنی حمیر کی طرف رخ کیا یہ لوگ بھی بڑے بہادر اور دلیر مشہور تھے زیاد کے آنے کی خبر سنتے ہی اسلحہ اٹھائے اور بڑے جوش وخروش سے شیروں کی طرح غراتے ہوئے حملہ کیا لمحہ بھر میں ۲۰ مسلمانوں کو شہید کیا اور ان کے بہت سے مارے گئے انجام یہ ہوا کہ زیاد کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر بھاگ نکلے اور زن وفرزند کو چھوڑ گئے لشکر اسلام نے تمام لوٹ کے مال کو جمع کیا۔

۶۔ عکرمہ نے صدیق کا یہ خط (وہ خط جس میں بنو کندہ سے پہلے اہل دبا جو قبائل کندہ وحضر موت کی ہمدردی میں اپنے یہاں سے ابو بکر کے عامل کو نکال دیا تھا) پڑھتے ہی اہل دبا کی طرف رخ کیا اور دوسری طرف بقیط ابن مالک نے فوج جمع کر کے عکرمہ کی سمت کوچ کیا دونوں میں سخت جنگ ہوئی بقیط نے شکست کھائی اور عکرمہ نے تعاقب کر کے بہتوں کو قتل کیا اور

بھگوڑوں نے اپنے قلعہ میں پناہ لے کر دروازہ بند کر لیا عکرمہ نے زور آور حملہ سے قلعہ فتح کر کے اکثر سرداروں کو قتل کیا اور بعض کو قیدی بنایا تمام عورتوں اور بچے پکڑ لیے مال غنیمت تین سو اونٹوں پر لاد کر صدیق کے پاس مدینہ کو روانہ کیے۔

۷۔ اشعث بن قیس کے پیام مصالحت کے بعد جب زیاد بن لبید کو تسلط حاصل ہو گیا تو اس نے آٹھ سو آدمیوں کو ایک ہی نشست میں قتل کر دیا ابھی یہ بازار قتل گرم تھا کہ ابو بکر کا خط آیا کہ چونکہ اشعث بن قیس نے صلح کر لی ہے اب کسی کو قتل نہ کیا جاوے۔ چنانچہ چمکتی ہوئی تلواریں رکیں اور قتل کا سلسلہ بند ہوا۔ خط پڑھ کر زیاد کہنے لگا کہ کاش یہ خط کچھ گھنٹہ قبل آجاتا تو میں کسی کو قتل نہ کرتا۔

شہید بن اوس انصاری کا بیان ہے کہ

اس دن بنی کندہ کے مقتولین کو دیکھ کر میری نظروں کے سامنے بنی قریضہ کا منظر آگیا جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے قتل کیے گئے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اشعث جن ہزاروں افراد کے ساتھ مقابلہ کر رہا تھا ان میں سے صرف اسی آدمی زندہ بچے اور بس۔ جن کو قید کر کے مدینہ لایا گیا۔

یہ امر بھی حیرت انگیز ہے کہ کہاں تو اشعث پر کفر و زندقہ کا الزام تھا اور کہاں اس سے اپنی بیٹی ام فروہ کی شادی کر دی اسی کا اثر تھا کہ اشعث اور اس کی اولاد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دشمن اہلبیتؑ ہو گئی۔ جعدہ بنت اشعث نے

امام حسنؑ کو زہر دیا اور محمد بن اشعث واقعہ کربلا میں عمر ابن سعد کے ساتھ شریک قتل حضرت امام حسینؑ علیہ السلام تھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ قبائل کندہ وحضر موت کے ہزارہا افراد ان لڑائیوں میں قتل ہوئے ہیں۔ جن کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ حضرت امیر کو خلیفۂ رسولؐ جانتے تھے۔

اس واقعہ میں یہ امر بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے کہ جب زیاد بن لبید کو قبائل کندہ وحضر موت میں پیہم شکستوں کا سامنا کرنا پڑا اور اس نے اس کی اطلاع مدینہ بھیجی تو ابوبکر نے چاہا کہ حضرت امیر سے درخواست کریں کہ آپ اس جنگ کو تشریف لے جائیں لیکن عمر نے یہ کہہ کر مخالفت کی کہ اگر حضرت علیؑ جانے سے انکار کردیں گے تو پھر کوئی اور آدمی اس مہم پر نہ جائے گا۔

بظاہر تو انھوں نے یہ کہا لیکن مقصود یہ تھا کہ جب قبائل کندہ وحضر موت صرف اس لیے لڑ رہے ہیں کہ ابوبکر خلیفۂ جائز نہیں ہیں اور یہ حق حضرت علیؑ کا ہے تو پھر اپنے شیعوں سے لڑنے کے لیے حضرت علیؑ کیونکر جاسکتے ہیں۔

اس مخالفت کا ایک راز یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضرت علیؑ سے ان کے شیعہ ملیں گے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ان شیعوں کی امداد سے ہم سے خلافت چھین لیں اس لیے ان کا مدینہ ہی میں قیام زیادہ مناسب ہے۔

ابو سعید خالد بن سعید بن عاص بن امیہ

ہم جناب خالد اور چند دیگر اصحاب پیغمبرؐ اسلام کا تذکرہ اس کتاب میں کر رہے ہیں جن کو جسمانی تکلیف تو نہیں دی گئی لیکن محبت حضرت امیرؑ اور شیعہ ہونے کے سبب سے ان کو ڈرایا دھمکایا گیا سخت کلامی کی گئی۔ چنانچہ بحار الانوار ج ۸ ص ۳۸ کی روایت کے مطابق جب چھ مہاجرین خالد بن سعید، سلمان فارسی، ابوذر غفاری، مقداد ابن اسود عمار ابن یاسر، بریدہ اسلمی اور چھ انصاری ابو الہیثم ابن تیہان، سہل و عثمان فرزندان حنیف ابی بن کعب ابو ایوب انصار، فزیمہ بن ثابت ذو الشہادتین ایک جمعہ کو منبر رسولؐ گھیر کر بیٹھے اور حضرت علیؑ کے حق خلافت کو چھین لینے کے خلاف احتجاج کیا مہاجرین انصار سے کہتے تھے تم کلام کی ابتدا کرو انصار مہاجرین سے کہتے تھے تم کلام کی ابتدا کرو جس نے سب سے پہلے احتجاج شروع کیا تھا جناب خالد ہی تھے ان مہاجرین و انصار کے احتجاج اتنے قوی تھے کہ ابو بکر سے جواب نہ بن پڑا اور کہا:۔

ولیتکم ولست بخیر کم اقیلونی اقیلونی.

میں تمھارا خلیفہ تو ہو گیا میں تم میں کا بہتر آدمی نہیں ہوں مجھے چھوڑ دو مجھے چھوڑ دو۔

اور اس کے بعد ذمہ داران خلافت تین دن تک گھر میں بیٹھے رہے اور باہر ہی نہیں نکلے۔ چوتھے دن خالد بن ولید ہزار آدمیوں کے ساتھ سالم غلام حذیفہ ہزار آدمیوں کے ساتھ اور معاذ بن جبل ہزار آدمیوں کے ساتھ برہنہ تلواریں لیے مدینہ آئے اور ایک ایک کر کے اور آدمی جمع ہونے لگے یہاں تک کہ چار ہزار ہو گئے اور برہنہ تلواریں لے کر باہر آئے آگے آگے عمر تھے اور یہ سب مسجد نبیؐ میں آئے اور کہہ رہے تھے کہ اے اصحاب علیؑ تم نے جو گفتگو چند روز قبل کی تھی اگر اب کرو گے تو ہم سر تن سے جدا کر دیں گے یہ سن کر جناب خالد نے کہا کہ اے ضہاک حبشہ کے بیٹے تو مجھے اپنی تلواروں سے ڈراتا ہے چونکہ حجت خدا ہمارے ساتھ ہے ہماری تلواریں تمھاری تلواروں سے زیادہ تیز ہیں اس لیے ہم اس سے خوفزدہ نہیں ہو سکتے اگرچہ تعداد میں تم سے بہت کم ہیں۔ خدا کی قسم اگر امام کی اطاعت مقدم و اولیٰ نہ ہوتی تو ہم ابھی ابھی اپنی تلواریں نیام سے نکال کر تم سے جہاد کرتے اور اس مخالفت کا مزا چکھا دیتے اور حجت تمام کر دیتے۔

حضرت امیر المومنینؑ علیہ السلام نے جب خالد بن سعید بن عاص کی یہ تقریر سنی تو ارشاد فرمایا کہ خالد بیٹھ جاؤ خداوند عالم تمھاری منزلت کو جانتا ہے تمھاری سعی و کوشش کو بھی پہچانتا ہے اور اسے اس نے مشکور قرار دیا ہے۔

جناب خالد تو حضرت کا یہ کلام سن کر بیٹھ گئے لیکن جناب سلمان فارسی اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اللہ اکبر اللہ اکبر میں نے جناب رسول

خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو فرماتے سنا ہے اور اگر نہ سنا ہو تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ایک دن مسجد میں میرا بھائی اور ابن عم اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھا ہو گا اس پر ایک جماعت سختی کرے گی جو جہنمی کتے ہوں گے وہ اسے اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنا چاہیں گے۔ کوئی شک نہیں وہ جماعت تم ہی لوگ ہو۔

یہ سننا تھا کہ عمر ابن خطاب نے جناب سلمان فارسی کے قتل کا ارادہ کیا یہ دیکھ کر حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے عمر بن خطاب کا گریبان پکڑ کر زمین پر دے مارا اور فرمایا کہ ضحاک..... کے بیٹے اگر پہلے سے کتاب خدا ورسولؐ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا عہد نہ ہوتا تو میں دکھا دیتا کہ کس کے مددگار کمزور اور تعداد میں کم ہیں اور اپنے اصحاب سے کہا واپس جاؤ۔

اس واقعہ سے ان شیعیان امیر المومنینؑ کا ڈرانا دھمکانا ثابت ہے (بقدر ضرورت نقل کیا گیا) اسی نظریہ سے ہم نے جناب خالد جناب ابی بن کعب اور جناب مقداد کے حالات کو اس کتاب کا جزو قرار دیا ہے۔ (مؤلف)

جناب ابو سعید کا شمار ان لوگوں میں ہے جو سب پہلے اسلام لائے جناب خالد ابو بکر بن قحافہ سے بھی پہلے حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے بلکہ ابو بکر انھیں کے سبب سے مسلمان ہوئے ان کے اسلام کا سبب یہ تھا کہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کے پاس کھڑے ہیں ان کا باپ چاہتا ہے کہ ان کو بھی اس آگ میں ڈال دے کہ ناگاہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم تشریف لائے اور ان کا گریبان پکڑ کر اپنی طرف

گھسیٹ لیا اور فرمایا میری طرف چلے آؤ تا کہ آگ میں نہ گرو خالد اس ہولناک خواب سے بیدار ہوئے اور قسم کھائی کہ میرا خواب سچا ہے۔

اس خواب کے بعد خالد حضرتؐ کی خدمت میں حاضری کے ارادہ سے روانہ ہوئے، راستہ میں ابوبکر سے ملاقات ہوئی انھوں نے حال دریافت کیا خالد نے اپنا خواب بیان کیا اور کہا میں مسلمان ہونے جا رہا ہوں ابوبکر بھی ان کے ساتھ ہو گئے اور حضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔[۱]

اصابہ واسعد الغابہ میں مذکور ہے کہ جب ان کے اسلام کی خبر ان کے والد کو پہنچی تو باقی اولاد کو ان کے تلاش کے لیے بھیجا جب آئے تو ان کو بہت اذیت دی لیکن یہ اپنے عہد پر قائم رہے اس نے ان کو گھر سے نکال دیا۔ حضرت مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرتؐ نے اپنے یہاں انکے کھانے کا انتظام کر دیا ان کے ساتھ ان کا بھائی عمرو بھی مسلمان ہو گیا۔[۲]

چونکہ باپ کی ایذار سانی کا خوف تھا اس لیے جناب جعفر طیار کے ساتھ اپنی زوجہ امیمہ بنت خالد خزاعیہ اور اپنے بھائی عمرو بن سعید کو بھی لیا اور حبشہ کی جانب ہجرت کر گئے اور انھیں کے ساتھ روز فتح خیبر واپس آئے۔ فتح مکہ وغزوہ وحنین وطائف بتوک میں حضرتؐ کے ہمراہ رکاب حاضر رہے۔

حضرتؐ کی جانب سے خالد صدقات یمن حضرت کے والی تھے ان

۱۔ مجالس المومنین ص ۱۵۔ ۲۔ مجالس المومنین ص ۹۷۔

کے بھائی ابان بن سعید بحرین کے حاکم تھے عمرو بن سعید عامل سماء و خیبر یہ د عرینہ تھے یہ تینوں بھائی حضرت رسولؐ خدا کی وفات کے بعد استعفادے کر واپس آگئے اور ابوبکر نے کہا تم لوگ عہدۂ ولایت سے کیوں چلے آئے ان لوگوں نے جواب دیا کہ سرور دوجہاں کی وفات کے بعد ہم کسی کی طرف سے کوئی عہدہ قبول نہ کریں گے۔ [1]

ان تینوں بھائیوں نے ابوبکر کی بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ [2]

جب وفات سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بارہ اصحاب پیغمبرؐ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلافت ابوبکر پر احتجاج کیا تو سب سے پہلے جس نے احتجاج کیا ہے وہ جناب خالد بن سعید ہی تھے۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب ابوبکر کی بیعت سقیفہ میں واقع ہوئی تو یہ بارہ افراد مدینہ سے باہر تھے یہ لوگ مسجد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلام وارکان میں شمار کیے جاتے تھے جب واپس آئے تو دیکھا ابوبکر خلیفہ ہوگئے یہ دیکھ کر خالد بن سعید کھڑے ہوگئے کہنے لگے اے ابوبکر خدا سے ڈرو۔ تم کو معلوم ہے کہ جب خدا نے جنگ بنی قریضہ میں اپنے رسول کو فتحیاب کیا اور ہم لوگ حضرت کو گھیرے بیٹھے تھے۔ اس دن علیؑ بن ابی طالبؑ نے بنی قریضہ کے بڑے بڑے سورما افراد کو قتل کیا تھا اور ان کی شجاعت و بہادری کی دھاک سبھوں کے دل میں بیٹھی ہوئی تھی اس وقت جناب رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :۔

---

[1] استیعاب ج ۱ ص ۱۵۱۔ [2] مجالس المومنین ص ۹۷۔

"اے گروہ مہاجرین وانصار میں تم سب کو ایک وصیت کرتا ہوں اور ایک بات بطور امانت تمھارے پاس چھوڑتا ہوں اس کو محفوظ اور یاد رکھنا۔ آگاہ ہو کہ علی بن ابی طالبؑ میرے بعد تمھارے امیر ہیں خلیفہ ہیں میرے رب نے مجھے اس کی وصیت کی ہے۔

آگاہ ہو کہ اگر میرے بعد علیؑ کے بارے میں میری وصیت کی حفاظت اور علیؑ کی نصرت و مدد نہ کرو گے تو تم سب میں اختلاف پیدا ہو جائے گا تمھارے دینی امور مضطرب و پراگندہ ہو جائیں گے اور تم میں سے بدتر لوگ میرے بعد تمھارے حاکم ہو جائیں گے۔ آگاہ ہو کہ میرے اہلبیتؑ ہی میرے امور کے وارث ہیں۔ میرے بعد میری امت کے کاموں کو انجام دینے والے ہیں۔

پالنے والے میری امت کے جو لوگ میرے اہل بیتؑ کی اطاعت کریں اور میرے حقوق کا میرے اہلبیتؑ کے بارے میں حفاظت کریں ان کو میرے زمرہ میں محشور کرنا اور ان کے لیے میرے ساتھ رہنے کا شرف عطا کرنا تاکہ وہ آخرت کا نور پا جائیں۔

پالنے والے جو لوگ میری قائم مقامی میں میرے اہل بیتؑ سے برائی کریں ان کو اس جنت سے محروم رکھنا جس کی چوڑائی اور وسعت زمین و آسمان کی وسعت اور چوڑائی کے مانند ہے۔

جناب خالد کی یہ تقریر سن کر عمر نے کہا اے خالد خاموش ہو جاؤ اس لیے کہ نہ تم مشورہ کے قابل ہو نہ ان لوگوں میں داخل ہو جن کی رائے

جناب خالد بن سعید چونکہ قریشی و اموی تھے اسی سبب سے ان کو کوئی جسمانی تکلیف نہیں دی گئی لیکن روحانی تکلیف جسمانی اذیت سے کہیں بالاتر ہوتی ہے ظاہر ہے جو شخص بنو ہاشم سے یہ کہے کہ :۔

یابنی ھاشم انکم لطول الشجر طیبته الثمر ونحن متبع لکم. [۱]

اے بنی ہاشم تم اونچے درخت اور پاکیزہ ثمر ہو اور ہم تمھارے پیرو اور متبع ہیں۔

اس کو حضرت امیر المومنینؑ اور جناب سیدہ نساء العالمینؑ پر جو مظالم کیے گئے ہیں کتنا عظیم صدمہ ہوا ہو گا کیا کوفت رہتی ہو گی یہ کس قدر تکالیف برداشت کرنا پڑتی ہوں گی۔

سعد بن عبادہ بن دلیم ابن حارثہ ساعدی خزرجی انصاری

جناب سعد بن عبادہ کے حالات ہم اپنی کتاب اصحاب امیر المومنینؑ کی قربانیاں میں تحریر کر چکے ہیں۔

موصوف مدینہ طیبہ کے دو مشہور ترین قبیلہ اوس و خزرج میں سے قبیلہ خزرج کی سب سے نمایاں اور ممتاز فرد تھے۔

جناب علامہ شہید قاضی نور اللہ شوستری علیہ الرحمہ مجالس امیر المومنینؑ مجلس دوم ص ۵۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

حضرت مرتضیٰ علی علیہ السلام کے ان دونوں قبیلوں کا عموماً اور

۱۔ مجالس المومنین ص ۵۷۔

کی اقتدا و پیروی کی جائے۔

خالد نے جواب دیا خطاب کے بیٹے تو خاموش رہ تو تو دوسرے کی زبان سے بولتا ہے خدا کی قسم قریش کے لوگ جانتے ہیں کہ تو حسب کے اعتبار سے سب سے برا، منصب کے لحاظ سے سب سے ادنیٰ قدر و منزلت کے اعتبار سے سب سے دور، شہرت و ذکر کر کے اعتبار سے سب سے زیادہ گم نام۔ خدا اور رسولؐ سے مستغنی ہونے کے اعتبار سے سب کوتاہ ہو۔ اے عمر تو میدان جنگ میں بزدل، مال میں بخیل۔ اصل کے اعتبار سے برے ہو تجھے قریش میں کوئی فخر حاصل نہیں ہے نہ جنگوں میں تذکرے ہیں۔ تو امر خلافت میں شیطان کے مانند ہے اس لیے کہ وہ انسان سے کہتا ہے کہ کافر ہو جاؤ اور جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو کہتا ہے میں تم سے بری ہوں میں رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ اس لیے ان دونوں کا انجام یہ ہوگا کہ ہمیشہ جہنم میں جلیں گے اور یہی ظالموں کی جزا ہے۔

یہ جواب سن کر عمر متحیر و مایوس ہو کر بیٹھ گئے۔ [۱]

ان کی تقریر کے بعد جناب سلمان نے احتجاج شروع کیا۔ (جناب سلمان کے حالات میں دیکھو)

خالد بن سعید کی وفات کہ واقعہ اخبادین میں ۲۰/جمادی الاول ۱۳ھ کو واقع ہوئی دوسرا قول یہ ہے کہ صفر ۱۴ھ ابتدا خلافت عمر میں مقام مربہ میں قتل کیے گئے۔ [۲]

۱۔ بحار ج ۸ ص ۳۸۔ ۲۔ استیعاب ج ۱ ص ۱۵۱۔

سعد بن عبادہ اور ان کی اولاد کا اخلاص و محبت وانس بہت واضح وروشن ہے شارح دیوان حضرت امیرؑ قاضی میر حسن شافعی بیاں کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام معاویہ سے جنگ کے لیے نوے ہزار کا لشکر لے کر روانہ ہوئے ہیں توان میں آٹھ سوافراد انصار سے اور نوسوافراد اہل بیعۃ الرضوان سے شامل تھے۔

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنے بعض اشعار میں قبیلہ اوس وخزرج کی مدح کی ہے فرماتے ہیں کہ :۔

اوس وخزرج وہ قوم ہیں جنھوں نے (رسول، اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں کو) پناہ دی اور جو چیزیں بخشی جاتی ہیں ان سے بالاتر چیزوں کو بخش دیا۔

موصوف ۱۰ ہی خود جناب سعد بن عبادہ کے ذکر میں اسی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ

جناب سعد سید انصار۔ کریم روزگار نقیب رسولؐ مختار تھے۔ علامہ حلی قدس اللہ سرہ نے ان کو مقبول و معتبر صحابہ میں شمار کیا ہے۔ تاریخ کی بعض معتبر کتابوں میں میری نظر سے گزرا ہے کہ سعد ابن عبادہ کو شاہِ ولایت مآب حضرت علیؑ سے اخلاص کامل واختصاص تمام حاصل تھا۔

جس وقت جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سیدہؑ سے حضرت امیر المومنینؑ کا عقد کیا تھا توجناب سعد نے ترتیب اسباب شادی

---

۱۰ مجالس المومنین ص ۱۰۱۔

میں کافی امداد کی تھی اور خود اور ان کے بیٹے نہایت تندی ہی و مستعدی سے خدمات بجالا رہے تھے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی اصابہ ۱؎ میں فرماتے ہیں کہ :۔

سعد عربی لکھتے تھے۔ اچھے تیراک اور بہترین تیر انداز تھے جس کے سبب سے ان کو کامل کہا جاتا تھا۔ خود جناب سعد اور ان کے باپ دادا اور بیٹے جود و سخا میں مشہور و معروف تھے ان کے کچھ قلعے تھے جن پر روزانہ آواز دی جاتی تھی کہ جو شخص چربی اور گوشت کھانا چاہتا ہو وہ قلعہ دلیم بن حارثہ پر آئے۔

مقسم ابن عباس سے نقل کرتا ہے کہ :۔

ہر جنگ میں پیغمبرؐ سلام صلی اللہ علیہ ولہ وسلم کے دو علم ہوا کرتے تھے مہاجرین کا علم حضرت علیؑ کے ہاتھ میں اور انصار کا علم سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔

علامہ ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ دینوری کتاب الامامتہ والسیاستہ ۲؎ میں فرماتے ہیں کہ :۔

(جب سقیفہ میں ابوبکر کی بیعت ہو رہی تھی اور جناب سعد بن عبادہ نے ان کی بیعت سے انکار کر دیا تو ارشاد فرمایا) آگاہ ہو کہ اگر اسباب فراہم ہو جائیں کہ ہم تمہارا مقابلہ کرنے کے لیے اٹھ سکیں تو تم ہم سے اطراف و جوانب مدینہ میں (جنگ و جدل کی) ایسی آوازیں سنو گے جو تم کو اور

۱؎ اصابہ ج ۲ ص ۳۰۔ ۲؎ الامامہ والسیاسہ ج ۱ ص ۱۰۔

تمھارے ساتھیوں کو مدینہ سے نکال باہر کر دیں گی اور اس قوم تک تم کو پہنچا دیں گی جن میں تم پچھوا اور پیرو تھے تمھاری اطاعت نہیں کی جاتی تھی۔ گمنام تھے معزز و محترم نہیں تھے۔

الغرض تمام لوگوں نے سقیفہ میں ابوبکر کی بیعت کی یہاں تک کہ قریب تھا کہ جناب سعد کو کچل دیں جناب سعد نے کہا کہ تم لوگ تو مجھے مارے ڈالتے ہو ان سے کہا گیا (عمر نے کہا تھا) سعد کو قتل کر دو خدا اسے قتل کرے۔ سعد نے لوگوں سے کہا کہ مجھے یہاں سے اٹھا کر لے چلو چنانچہ لوگ ان کو وہاں سے اٹھا کر اپنے گھر لے گئے۔

چند دنوں تک تو ان سے تعرض نہیں کیا گیا لیکن بالآخر ابوبکر نے کہلا بھیجا کہ آکر بیعت کرو اس لیے کہ تمام لوگوں اور تمھاری قوم نے میری بیعت کر لی ہے جناب سعد نے جواب دیا کہ میں اس وقت تک بیعت نہ کروں گا جب تک میرے ترکش میں جتنے تیر ہیں ان کو تمھاری طرف نہ پھینک لوں اور تمھارے خون سے اپنے نیزے کو رنگین نہ کر لوں اور جب تک میرے قبضہ میں تلوار ہے اس سے تم سے جنگ نہ کر لوں میں تم سے اپنے ساتھیوں اقرباء اور قبیلہ والوں کے ساتھ جنگ کروں گا۔ خدا کی قسم اگر انسانوں کے ساتھ جن بھی تمھاری بیعت کر لیں جب بھی میں تمھاری بیعت نہ کروں گا یہاں تک کہ میں اپنے پالنے والے کے سامنے پیش کیا جاؤں اور اپنے حساب سے باخبر کر دوں۔

جب ابوبکر کو سعد کا یہ قول معلوم ہوا تو ان سے عمر نے کہا کہ سعد

جب تک بیعت نہ کرلیں ان کو نہ چھوڑیے۔ جب ان دونوں حضرات میں گفتگو ہوئی تو جناب سعد کے فرزند قیس بن سعد نے مشورہ دیا کہ اب سعد سے بیعت کا اصرار نہ کرو اسلئے کہ انھوں نے بیعت سے انکار کردیا ہے بیعت نہ کرنے پر مصر ہیں وہ جب تک قتل نہ ہو جائیں گے بیعت نہیں کریں گے اور وہ قتل نہیں ہوں گے جب تک ان کے ساتھ ان کے بیٹے اہل بیتؑ اور گھرانے والے قتل نہ کیے جائیں اور تم لوگ ان کو ہرگز قتل نہیں کرسکتے ہو جب تک قبیلہ خزرج کے سب آدمی نہ قتل کردیے جائیں اور خزرج کے افراد نہیں قتل کیے جاسکتے جب تک قبیلۂ اوس کے کل اشخاص نہ قتل کردیے جائیں۔ اس لیے امر خلافت جو تمھارے لیے درست ہو گیا ہے اسے برباد نہ کرو اور سعد بن عبادہ کو چھوڑ دو ان کا بغیر بیعت کے رہنا تمھارے لیے مضرت رساں بھی نہیں ہے اس لیے کہ وہ اکیلے ہیں۔ اس لیے سعد سے مطالبہ بیعت کو ترک کردیا اس معاملہ میں بشیر بن سعد سے بھی ان لوگوں نے مشورہ کیا تھا۔ انھوں نے بھی یہی مشورہ دیا۔

جناب سعد بن عبادہ نہ ان کے ساتھ نماز پڑھتے تھے نہ نماز جمعہ میں حاضر ہوتے تھے نہ ان کے ساتھ حج کے لیے جاتے تھے۔ اگر ان کو افراد بیعت سقیفہ سے لڑنے کے لیے ناصر ومددگار مل جاتے تو وہ ان پر ضرور حملہ کردیتے اور اگر کوئی شخص ان لوگوں سے جنگ کے لیے بیعت لیتا تو ضرور اس کی بیعت کرتے۔

جناب سعد کی ابوبکر کی زندگی میں یہی کیفیت باقی رہی جب وہ مر گئے

اور عمر خلیفہ ہوئے تو شام چلے گئے اور وہیں انتقال کر گئے ۔اور زندگی بھر (بعد رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم) کسی کی بیعت نہیں کی۔

جناب شہید ثالث علامۂ قاضی نور اللہ شوستری[1] تحریر فرماتے ہیں کہ کامل بھائی میں مرقوم ہے کہ :۔

سعد بن عبادہ رئیس قبیلۂ خزرج اور نقباء انصار میں داخل تھے جب لوگوں نے ابو بکر کی بعت شروع کی تو انصار نے کہا کہ جب تم لوگوں نے خدا ورسولؐ کی نص خلافت کے متعلق ترک کر دی ہے اور خواہشات نفسانی کی پیروی کر رہے ہو تو پھر کسی کو دوسرے پر اولویت وفوقیت حاصل نہیں ہے ہم چونکہ انصار ہیں سعد بن عبادہ کو اپنا رئیس وخلیفہ منتخب کرتے ہیں۔جب جناب سعد نے یہ گفتگو سنی تو کہنے لگے میں دین خدا کو دنیا کے عوض میں فروخت نہیں کروں گا اور خدا اور سولؐ کو اپنا دشمن نہیں بناؤں گا اور اس عہدہ کو قبول نہیں کروں گا تاکہ مجھ میں اور دوسرے میں روبروے پروردگار عالم فرق باقی رہے۔جب سعد نے یہ کہا تو ابو بکر کے مقصد (بیعت کو) تقویت حاصل ہوئی اور لوگ انکی طرف مائل ہوگئے۔

ان لوگوں نے جناب سعد سے بیعت طلب کی، جناب سعد نے ابو بکر کی بیعت سے انکار کر دیا اور فرمانے لگے اس جھوٹ (مخالفت خدا اور سولؐ میں منصب خلافت) کو جب میں نے اپنے لیے نہیں چاہا تو دوسرے کے لیے بھی قبول نہ کروں گا اور نہ دوسروں کے لیے دوزخ میں

۱۔ مجالس المومنین ص ۱۰۱۔

جاؤں گا۔

غرض جناب سعد نے ابوبکر کی بیعت نہیں کی عمر کے زمانہ میں بھی لوگوں نے اصرار کیا کہ ان کی بیعت کریں مگر انھوں نے قبول نہیں کیا اور عمر وابوبکر ان کی قوم کی قوت و کثرت سے خوفزدہ ہو کر ان کو بیعت پر مجبور بھی نہیں کر سکے۔ نہ مجبور کرنے کی ہمت کر سکے لیکن بظاہر ان سے روادارانہ برتاؤ کرتے رہتے تھے اور ان کی بیعت حاصل کرنے کے لیے حیلہ و تدبیر کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ ان کے فرزند جناب قیس نے عمر کو نصیحت کی جس کو ہم اصحاب امیر المومنینؑ کی قربانیاں حصہ اول ص ۳۵ پر تحریر کر چکے ہیں اس لیے اس کا اعادہ نہیں کرتے۔ اس سے قبل کتاب الامامتہ والسیاست کے اقتباس میں بھی ذکر کر چکے ہیں۔

سقیفۂ بنی ساعدہ میں عمر تو جناب سعد سے اتنا برہم تھے کہ جب ان کے بیعت کر لینے کے بعد لوگوں نے ابوبکر کی بیعت کے لیے ہجوم کیا تو جناب سعد جو سخت بیمار تھے اس ہجوم کے درمیان میں آگئے اور قریب تھا کہ کچل جائیں جناب سعد نے کہنا شروع کیا مجھے نہ کچلو مجھے نہ پائمال کرو۔ تو عمر کہنے لگے سعد کو قتل کر ڈالو خدا اسے قتل کرے جیسا کہ کتب تاریخ میں مذکور ہے۔

علماء اہلسنت اس کے قائل ہیں کہ چونکہ سعد عمر سے خفا تھے اس لیے جنوں کے ایک گروہ نے تیر سے سعد کو ہلاک کر دیا۔ یہ قول بھی ہے کہ سعد کھڑے ہو کر پیشاب کر رہے تھے اسلیے جنوں نے قتل کر دیا لیکن دونوں

قول باطل ہیں اس لیے کہ حضرت رسولؐ اور ابو بکر اہل سنت کے نزدیک عمر سے افضل تھے کیا وجہ تھی کہ ان حضرات کے کسی دشمن کو جنوں نے نہیں قتل کیا آخر عمر کو کیا خصوصیت حاصل تھی جن کے دشمن کو جن قتل کرتے۔

رہا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا یہ بھی کوئی جرم نہیں ہے اس لیے کہ علامہ محمد بن اسمٰعیل نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں اسے سنت پیغمبر اسلامؐ قرار دیا ہے اگر سعد نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تو سنت نبوی پر عمل کیا۔

اصل یہ ہے کہ جناب سعد نے خلفاء کی بیعت نہیں کی تھی اس لیے ان کو قتل کرا دیا گیا۔ چنانچہ علامہ قاضی نور اللہ شوستری ؂۱۰ فرماتے ہیں کہ۔

ایک شاعر انصاری نے اس پر فریب قول کا پردہ چاک کر دیا ہے وہ کہتا ہے کہ۔ لوگ کہتے ہیں کہ سعد کے پیٹ کو جنون نے چاک کر ڈالا آگاہ ہو بسا اوقات تم اپنے فعل کو عذر و فریب سے محقق کرتے ہو۔

سعد کا کوئی گناہ نہیں تھا کہ انھوں نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا سعد کا اصل گناہ تو یہ تھا کہ انھوں نے ابو بکر کی بیعت نہیں کی اصل میں جناب سعد کے قتل کے لیے محمد بن مسلمہ انصاری اور خالد بن ولید عمر کی طرف سے معین کیے گئے تھے انھوں نے ان کو قتل کر کے شہرت دے دی کہ جنوں نے سعد کو قتل کیا ہے۔

؂۱۰ مجالس المومنین ص ۱۰۲۔

اس کے ثبوت کے لیے اس کتاب میں خالد اور عمر کی گفتگو ص ۸۰ پر ملاحظہ کیجئے وہاں خالد کا عمر سے خود اعتراف درج کیا گیا ہے کہ ہم نے آپ کی خوشی کیلئے سعد بن عبادہ کو قتل کیا ہے۔

کامل بھائی کی مؤید نعمان بن عجلان انصاری کے اشعار ہیں جن کو استیعاب ص ۵۵۰ ج ۳ بر حاشیہ اصابہ پر مفصل اور اصابہ ج ۳ ص ۵۶۲ پر اختصار کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے بھی ان اشعار کو شرح نہج البلاغہ [۱۰] میں تحریر کیا ہے۔

نعمان کے یہ اشعار اس وقت کے ہیں جب انصار ابو بکر کی بیعت پر شرمندہ ہوئے اور قریش و انصار میں چشمک شروع ہوئی قریشی انصار کو نظماً و نثراً برا بھلا کہتے تھے انصار قریش کی اسی طرح مذمت کرتے تھے اور ڈراتے دھمکاتے تھے اس میں عمرو بن عاص کے آجانے سے اور شدت پیدا ہو گئی اس وقت انصار نے نعمان بن عجلان جو تھے تو گندمی رنگ کے کوتاہ قامت انسان لوگوں کی نظروں میں حقیر معلوم ہوتے تھے مگر انصار کی زبان اور شاعر تھے وہ قریش کے مجمع میں آئے جہاں عمرو بھی موجود تھا ان سے گفتگو کی عمرو عاص کو جھڑکا اور اس کے معائب بیان کیے اور واپس آکر ایک زبردست قصیدہ کہا جن میں حسب ذیل اشعار بھی تھے جن کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔

تم نے کہا کہ سعد کا خلافت کے لیے معین کرنا حرام ہے اور تمھارا

---

[۱۰] شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۱۲ اور ۱۳۔

عتیق ابن عثمان (ابوبکر کا اصلی نام ہے) ابوبکر کا نصب کرنا حلال و جائز ہے۔ ابوبکر کے گھرانے والے خلافت کے بہترین انتظام کرنے والے ہیں حالانکہ خلافت کے لیے سب سے زیادہ موزوں ولائق وسزاوار حضرت علیؑ ہی ہیں اے عمرو ہماری خواہشیں (خلافت کیلئے) حضرت علیؑ ہی کے ساتھ تھی اور وہ خلافت کے لائق بھی ہیں جسے اے عمرو تو نہیں جانتا ہے حضرت علیؑ خدا کی مدد سے ہدایت کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں اور برائی سرکشی اور ناپسندیدہ چیزوں سے لوگوں کو روکتے ہیں حضرت علیؑ ہی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی ہیں چچازاد بھائی ہیں اور کفر و گمراہی کے شہسواروں کے قاتل ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ وہی گمراہوں کو شاہراہ ہدایت کی دعوت دیتے ہیں اور ان گمراہوں کے کان کھول دیتے ہیں (جو گمراہی و ضلالت سے) بہت زیادہ بہرے ہوگئے ہیں۔ غار میں تنہا حضرت علیؑ ہی حضرت نبی کریم سے سرگوشی اور باتیں کرتے رہے اور گزشتہ زمانہ سے آپ ہی حضرت کے ساتھی اور صدیق تھے۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے نبی نہ ہوتے (اور حضرت علیؑ کو وصیت نہ کردی ہوتی) تو لوگ خلافت پر قبضہ نہ کرسکتے لیکن (اب) یہ صبر و شکیبائی کے لائق ہے۔

ابی بن کعب بن قیس خزرجی انصاری

جناب ابی بن کعب خزرجی انصاری جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلیل القدر و عظیم المرتبت صحابی تھے۔ عقبہ ثانیہ میں یہ بھی موجود

تھے (مدینہ سے اسی آدمیوں کی جو جماعت قبل ہجرت سرور عالم صلی اللہ و آلہ وسلم کی خدمت میں دوسرے سال حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئی ان میں جناب ابی بن کعب بھی داخل تھے)

جناب ابی صحابی میں زبردست فقیہ اور سب سے بہتر قاری قرآن تھے کاتب وحی بھی تھے۔جنگ بدر اور دیگر لڑائیوں میں شریک بھی رہے ۱ اور حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے بھی اخلاص رکھتے تھے۔

علامۂ قاضی نور اللہ شوستری مجالس ۲ المومنین میں کامل بھائی سے نقل فرماتے ہیں کہ :۔

جب روز سقیفہ گذرا اور شب ہوئی تو جناب ابی بن کعب کہتے ہیں کہ میں انصار کی ایک جماعت کی طرف سے گذرا ان لوگوں نے دریافت کیا کہاں سے آرہے ہو میں نے جواب دیا اہلبیت رسالتؑ کے پاس سے آرہا ہوں۔جماعت انصار نے دریافت کیا کہ تم نے اہلبیتؑ رسالت کو کس حال میں چھوڑا ہے۔ابی نے جواب دیا کہ میں اس قوم کے حال کو کیا بیان کروں جن کا گھر آج تک محل نزول جبرئیل و جائے قدم پیغمبرؐ اسلام تھا آج اس کی یہ حالت باقی نہیں ہے (اس لیے کہ رسولؐ اسلام انتقال کر گئے) اور لوگوں نے ان کے حق کو ان سے چھین لیا ہے یہ کہہ کر جناب ابی رونے لگے اور تمام حاضرین بھی رونے لگے۔

استیعاب ص ۴۹ ج ۱ بر حاشیہ اصابہ میں مذکور ہے کہ جناب رسول

---

۱ اسد الغابہ ج ۱ ص ۴۹۔ ۲۔ مجالس المؤمنین ص ۱۰۱

خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :۔

میری امت میں سب سے بہتر قاری ابی بن کعب ہیں۔

حضرت ہی سے منقول ہے کہ :۔

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ تمھارے سامنے قرآن کی تلاوت کروں یا تم پر قرآن کو پیش کروں۔

جناب ابی بن کعب بھی ان لوگوں میں داخل تھے جنھوں نے ابوبکر کی بیعت سے انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ علامہ ابو الفداء اسمٰعیل بن علی ایوبی کتاب المختصر فی اخبار البشر میں فرماتے ہیں کہ :۔

جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو عمر بن خطاب نے کہا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم انتقال کر گئے تو میں اس کا سر اپنی اس تلوار سے اڑا دوں گا۔ اس وقت ابوبکر نے یہ آیت پڑھی :

مامحمد الا رسول قدخلت من قبله الرسول افان مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم.

محمد نہیں ہیں مگر رسولؐ ان سے پہلے بھی رسولؐ گزر چکے ہیں کیا جب محمدؐ مر جائیں گے یا قتل کر دیے جائیں گے تو تم پچھلے پاؤں پلٹ جاؤ گے۔

یہ سن کر لوگ جلدی سے سقیفۂ بنو ساعدہ آئے اور عمر نے ابوبکر کی بیعت کر لی اور ربیع الاول ۱۱ھ کے وسطی دھائی میں ابوبکر کی بیعت کرنے لگے صرف بنو ہاشم کی ایک جماعت نے بیعت نہیں کی اور حسب

ذیل افراد نے بیعت سے انکار کر دیا۔ زبیر بن عوام عتبہ بن ابی لہب خالد بن سعید بن عاص مقداد بن عمرو، سلمان فارسی، ابوذر، عمار ابن یاسر، براء بن عازب اور ابی کعب۔ یہ سب لوگ حضرت علیؑ کی طرف مائل ہوئے۔

اسی واقعہ کے بارے میں عتبہ بن ابی لہب نے کچھ اشعار کہے ہیں جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے :۔

میں گمان نہیں کرتا تھا کہ امر خلافت بنو ہاشم خصوصاً ابو الحسن (علیؑ) سے پلٹ جائے گا جو سب سے پہلے ایمان لائے ہیں سب سے زیادہ امور دین میں سبقت کرتے ہیں سب سے زیادہ قرآن اور سنت نبوی کے عالم ہیں اور آخری وہ شخص ہیں جنھوں نے رسولؐ کے انتقال کے وقت حضرت سے ملاقات کی اور آپ ہی وہ ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل و کفن میں جبرئیل نے ان کی مدد کی۔ حضرت علیؑ ہی وہ ہیں جن میں وہ اوصاف ہیں جو اور لوگوں میں نہیں ہیں اور جو خوبیاں حضرت علیؑ میں ہیں وہ اصحاب پیغمبرؐ اسلام میں سے کسی میں نہیں ہیں۔

اسی طرح بنو امیہ سے ابوسفیان نے بھی بیعت ابو بکر سے انکار کر دیا تھا اسے حسب ذیل کتب اہل سنت میں بھی نقل کیا گیا ہے۔

(۱) تاریخ یعقوبی (۲) تتمہ المختصر فی اخبار البشر

حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی محبت والفت و دوستی وہ چیز تھی جس سے عمر ان سے خفا رہتے تھے اور کسی نہ کسی بہانہ سے انھیں اذیت و تکلیف پہنچاتے تھے جیسا کہ حسب ذیل واقعات سے ظاہر ہے۔

جناب ابی بن کعب ایسے جری و بہادر تھے کہ حق بات کہنے میں عمر ایسے تند خو اور سخت مزاج آدمی کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

چنانچہ علامۂ سیوطی تفسیر در منثور میں تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

ابو مجلز بیان کرتا ہے کہ ابی بن کعب نے پڑھا :۔

من الذین استحق علیھم الاولیان.

ان لوگوں میں سے جن کے دو ولی مستحق ہوئے۔

تو عمر نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو ابی نے جواب دیا تم سب سے بڑے جھوٹے ہو حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا تم امیر المومنین کو جھٹلاتے ہو انھوں نے جواب دیا کہ میں تجھ سے زیادہ حق امیر المومنین کی تعظیم کرتا ہوں لیکن میں تصدیق کتاب خدا کے لیے ان کو جھٹلا رہا ہوں اور میں تکذیب کتاب خدا میں امیر المومنین کی تصدیق نہیں کروں گا۔ عمر نے کہا ابی سچ کہتے ہیں۔

اس روایت کو ملا علی متقی نے کنز العمال میں بھی نقل کیا ہے۔

علامۂ نور الدین سمہودی وفاءالوفا باخبار دار المصطفٰے میں تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

سالم ابو نصر ناقل ہے کہ زمانۂ عمر میں جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو گئی اور مسجد نبوی مسلمانوں کے لیے ناکافی ہونے لگی تو انھوں نے مسجد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توسیع کے لیے جناب عباس اور مہات المومنین کے گھروں کو خریدنا چاہا ایک دن عمر نے عباس بن عبد المطلب سے کہا اے

ابو الفضل مسلمانوں کی مسجد تنگ پڑ گئی ہے اور میں نے مسجد کے آس پاس کے گھروں کو مسجد وسیع کرنے کے لیے خرید لیا ہے اب صرف آپ اور امہات المومنین کے مکان باقی ہیں۔

رہے امہات المومنین کے مکانات تو ان کو لے کر مسجد میں داخل کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے رہا آپ کا گھر تو آپ اسے میرے ہاتھ بیت المال کی جس قیمت سے چاہیں فروخت کر ڈالیں تا کہ مسلمانوں کی مسجد کو وسیع کر دوں۔ جناب عباس نے کہا کہ میں تو اپنا گھر نہ فروخت کروں گا۔ عمر نے کہا کہ اچھا تین امروں میں سے کسی امر کو اختیار کیجئے یا تو مسلمانوں کے بیت المال سے جس قیمت پر آپ چاہیں اسے فروخت کر دیں یا آپ مدینہ میں جو جگہ پسند کریں میں بیت المال سے آپ کیلئے وہاں ایک گھر بنا دوں اور آپ اپنا گھر مسجد کی وسعت کرنے کے لیے دیدیں یا آپ اپنے گھر کو مسلمانوں پر صدقہ کر دیں تا کہ مسجد کی وسعت بڑھا دی جائے حضرت عباس نے کہا کہ میں ان تین باتوں میں سے کسی بات کو قبول نہیں کرتا ہوں۔

عمر نے کہا اچھا آپ مسلمانوں میں سے جسے چاہیں ہمارے اور اپنے درمیان حکم بنا دیجئے۔ جناب عباس نے کہا کہ میں ابی بن کعب کو حکم بناتا ہوں ۔چنانچہ یہ دونوں افراد ابی کے پاس آئے اور ان سے قصہ بیان کیا۔

ابی بن کعب نے کہا کہ آپ حضرات اگر چاہیں تو آپ کے سامنے ایک قصہ بیان کروں جسے میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سنا ہے۔ دونوں حضرات نے ابی بن کعب سے کہا آپ بیان کیجئے۔

ابی بن کعب نے کہا میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ جناب باری نے حضرت داؤد کو وحی کی کہ میرے لیے گھر بنایئے جس میں میرا ذکر کیا جائے۔ جناب داؤد نے اس کیلیے تعمیر بیت المقدس کا ایک نقشہ بنایا لیکن اس کے چوکور ہونے میں بنی اسرائیل کے ایک شخص کا گھر مانع تھا۔ جناب داؤد نے اس سے کہا اپنا گھر فروخت کر ڈال اس نے اپنا گھر بیچنے سے انکار کر دیا۔ جناب داؤد کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ اس اسرائیلی کے گھر کو لے کر مسجد میں شامل کر دیں۔ اس وقت خداوند عالم نے جناب داؤد کو وحی بھیجی کہ اے داؤد میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ میرا گھر بناؤ جس میں میرا ذکر کیا جائے لیکن تم نے ارادہ کیا ہے کہ اس میں غصبی جگہ داخل کرو میری شان غصب کرنا نہیں ہے اس لیے تم کو یہ سزا دی جاتی ہے کہ میرا گھر نہ بناؤ۔

جناب داؤد نے عرض کیا پالنے والے میری اولاد تیرا گھر بنائے گی ارشاد باری ہوا۔ ہاں یہ سنتے ہی عمر کو غصہ آگیا اور انھوں نے ابی بن کعب کا گریبان پکڑا اور کہنے لگے میں تمھارے پاس ایک چیز کیلیے آیا تھا تم نے اس سے بھی سخت وشدید چیز بیان کی جو کچھ تم نے بیان کیا ہے اس سے تم کو ضرور بالضرور الگ ہونا پڑے گا۔

اس کے بعد ابی بن کعب کا گریبان پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے مسجد نبوی میں لائے۔ اور ان کو اصحاب حضرت پیغمبر اسلام کے ایک گروہ کے سامنے لاکر کھڑا کیا جن میں حضرت ابوذر بھی موجود تھے۔

اصحاب نبی کے مجمع میں پہنچ کر ابی بن کعب نے قسم دے کر دریافت کیا جس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بنائے بیت المقدس کی حدیث سنی ہو بیان کرے جناب ابوذر نے کہا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے کہ ایک اور شخص نے بیان کیا میں نے بھی یہ حدیث حضرت کی زبان سے سنی ہے۔ یہ سن کر عمر نے ابی کو چھوڑ دیا۔

اس وقت ابی نے عمر سے کہا تم مجھے حدیث پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرنے میں جھوٹا سمجھتے ہو عمر نے جواب دیا میں اس حدیث میں تم کو جھوٹا نہیں سمجھتا تھا بلکہ میں نے یہ چاہا کہ یہ حدیث رسولؐ ظاہر ہو جائے۔ ۱۰

علامہ طباطبائی فرماتے ہیں کہ :۔

ابی بن کعب ان بارہ افراد میں داخل تھے جنھوں نے ابوبکر سے اس امر پر احتجاج کیا کہ حضرت علیؑ کو چھوڑ کر کیوں آپ نے اپنے لیے بیعت لی اور کیوں جناب رسول خدا کی جگہ پر آکر بیٹھ گئے۔

ابی بن کعب نے ابوبکر سے کہا اے ابوبکر اس حقؑ کا انکار نہ کرو جسے خدا نے تمھارے غیر کے لیے قرار دیا ہے اور تم ہی پہلی نہ فرد بنو جس نے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وصیت کے باوجود نافرمانی کی ہو۔ اور حضرت کے حکم سے روگردانی کی ہو۔ حق اہل حق کو واپس کردو۔ تم محفوظ رہو گے اور اپنی گمراہی وضلالت میں نہ پڑے رہو اس لیے کہ (اگر ایسا نہ کرو

۱۰۔ یہ حدیث اہل سنت کی ہے اس کی کوئی ذمہ داری ہم پر نہیں ہے ناظرین ملحوظ رکھیں۔

گے تو) تم کو شرمندگی اٹھانا پڑے گی۔اے ابوبکر جلد توبہ کرلو تو تمھارے گناہوں کا بوجھ کم ہو جائیگا اور اپنے لیے امر خلافت کو مخصوص نہ قرار دو اس لئے کہ خداوند عالم نے اسے تمھارے لیے نہیں معین کیا ہے اور اگر ایسا نہ کیا تو تم کو اپنے کیے کی سزا بھگتنا پڑے گی تم عنقریب دنیا کو چھوڑ کر چلے جاؤ گے اور اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہو گے اس وقت وہ تم سے دریافت کرے گا کہ کیا لے کر یہاں آئے ہو۔ [۱]

جناب ابی بن کعب سے دوسرے خلیفہ صاحب اتنے خفا رہتے تھے کہ جا و بیجا ان پر سختی کیا کرتے تھے۔جیسا کہ تاریخ خمیس علامہ دیار بکری میں مرقوم ہے کہ :۔

ایک دن جناب ابی گذر رہے تھے اور ان کے پیچھے کچھ لوگ چل رہے تھے عمر نے درّے کو بلند کیا (اور ان کو مارا) اور کہا کہ یہ پیروی کرنے والے اور جس کی پیروی کی جارہی ہے دونوں کے لیے فتنہ وذلت ہے۔

عمر نے اس محل پر درّے کو جو استعمال کیا اور ابیؑ اور ان کے متبعین کو تنبیہ کی ہے۔یہ مقصد بغیر درّہ بلند کیے بھی حاصل ہو سکتا تھا۔

مگر انکارِ بیعت ابیؑ اور اظہار محبت حضرت علی علیہ السلام کا عوض لینے کی اس کے علاوہ کوئی تدبیر ان کی سمجھ میں نہیں آتی تھی ورنہ ابی کو زبانی سمجھا سکتے تھے کہ تم جب راستہ چلا کرو تو تمھارے پیچھے کوئی اور نہ چلا کرے اس لیے کہ اس سے تکبر پیدا ہوتا ہے۔

---

[۱] تنقیح المقال علامہ مامقانی ج ۱ ص ۴۴۔

جناب ابی اور ان کے مانند جو محبّ امیر المومنینؑ اصحاب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور اس احتجاج میں شریک تھے ان کو کس طرح چار ہزار کی جمعیت کے ساتھ ڈرایا دھمکایا گیا اسے ہم ابو سعید خالد بن سعید بن عاص کے حالات میں ذکر کر چکے ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے جناب ابی پر اور جو سختیاں تفسیر قرآن یا حدیث بیان کرنے کے ضمن میں کی گئیں وہ بھی صرف محبت حضرت امیر ہونے کے سبب سے کی جاتی تھیں اور اصل میں بیعت خلفاء نہ کرنے کا غصہ کسی اور بہانہ سے اتارا جاتا تھا۔

ان کی وفات کے بارے میں علماء رجال میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں ۱۵ھ میں وفات پائی۔ بعض ۲۰ھ میں وفات کے قائل ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ انھوں نے عثمان کے زمانہ میں انتقال کیا ہے۔

بلالؓ بن رباح
مؤذن سرکار دو عالمؐ

جناب بلال کے والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا کنیت ابو عبداللہ تھی یہ بعض بنی جمح کے غلام تھے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن اور خازن تھے۔ جنگ بدر واحد اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام لڑائیوں میں شریک تھے جناب بلال پاکیزہ قلب اور سچے مسلمان تھے۔

جناب بلال مسلمان ہو گئے تو مشرکین مکہ نے ان کو اذیتیں دینا شروع کیں لیکن یہ ان مصائب کو برداشت کرتے رہے مگر کلمات کفر زبان پر جاری نہیں کیے۔

اصابہ^۱ میں منقول ہے کہ :۔

امیہ بن خلف ان کو چلچلاتی دوپہر میں مکہ سے باہر لاتا تھا اور دھوپ میں مکہ کی پتھریلی زمین پر چت لٹادیتا تھا اور سینہ پر بھاری پتھر رکھوا دیتا تھا اور کہتا تھا کہ بلال اسی حالت میں باقی رہیں گے یہاں تک کہ مر جائیں یا محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا انکار کر دیں اور یہ زور زور احد احد کہتے رہتے ادھر سے ابوبکر کا گذر ہوا انھوں نے اپنے ایک مضبوط حبشی غلام کے عوض میں ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔

عبداللہ ناقل ہے کہ :۔

پہلے جن افراد نے اسلام کا اظہار کیا سات افراد تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وابوبکر وعمار وسمیہ والدہ عمار وصہیب وبلال ومقداد۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حفاظت آپ کے چچا ابو طالب کرتے تھے ابوبکر کی قوم ان کی حفاظت کرتی تھی لیکن باقی لوگوں کو مشرکین مکہ گرفتار کر لیتے اور لوہے کی ذرہ پہنا کر چلچلاتی دوپہر میں کھڑا کر دیتے سب تو کفار کے منشا کے مطابق کلمات کفر زبان پر جاری کر دیتے مگر جناب بلال تکلیفیں جھیلتے مصائب سہتے کلمات کفر زبان پر جاری نہ کرتے تھے۔ خوشنودی خدا کے لیے

۱۔ اصابہ ج ۱ ص ۱۶۵۔

یہ ہر جسمانی تکلیف برداشت کرتے تھے اپنی قوم کی نظروں میں بھی (مسلمان ہونے کے سبب سے) حقیر سمجھے جاتے تھے اس لیے مشرکین ان کو بچوں کو دیدیتے تھے وہ ان کو لے کر مکہ کے گلی کوچوں میں پھرتے تھے اور بلال احد احد کی صدا بلند کرتے رہتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب گلی کوچوں میں پھراتے تھے تو ان کے گلے میں ایک رسی بندھی تھی۔ [۱]

عطاء خراسانی کہتا ہے کہ میں سعید بن میتب کے پاس تھا کہ انھوں نے جناب بلال کا تذکرہ کیا اور کہا مشرکین (مارپیٹ کر) ان کو اپنے سے قریب کرنا چاہتے تھے تو وہ اللہ اللہ کہتے رہتے تھے۔

ایک دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر سے ملاقات کی اور کہا کہ اگر ہمارے مال ہوتا تو ہم بلال کو خرید لیتے۔ ابوبکر جناب عباس بن عبد المطلب کے پاس آئے اور کہا کہ میرے لیے بلال کو خرید دیجیے۔

جناب عباس ان کی مالکہ کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ بلال کو مرنے سے پہلے میرے ہاتھ بیچ ڈال اس لیے کہ اگر وہ مر گیا تو تم کو اس کی قیمت سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔ اس نے کہا اسے خرید کر کیا کیجئے گا وہ تو بہت خبیث ہے۔ جناب عباس کئی دفعہ اس کے پاس آئے اور وہ ہر دفعہ یہی کہتی رہی بالآخر انھوں نے خرید کر ابوبکر کے پاس بھیجدیا اور انھوں نے بلال کو آزاد کر دیا۔ [۲]

جناب بلال گہرے گندمی رنگ کے دبلے پتلے لانبے اور کمزور انسان

---

۱ اور ۲ استیعاب، حاشیہ اصابہ ج ۱ ص ۱۴۲۔

تھے ان کی ڈاڑھی چھدری تھی۔ان سے حسب ذیل صحابہ نے روایت کی ہے :۔

ابوبکر وعمر واسامہ بن زید وعبد اللہ بن عمر وکعب ابن عجرہ وبراء بن عازب ان کے علاوہ اور بھی صحابہ ان سے روایت کرتے ہیں۔

استیعاب ص ۱۴۲ کا جو اقتباس ہم نے پیش کیا اس میں سابقین اسلام میں حضرت علیؑ کا ذکر نہ کرنا اس گندیدہ تعصب کو ظاہر کرتا ہے جو عموماً رواۃ ومؤرخین میں پایا جاتا ہے۔

دوسری بات قابل لحاظ یہ ہے کہ جن پانچ مسلمانوں کو مشرکین لوہے کی ذرہیں پہنا کر دھوپ میں کھڑا کر کے کلمات کفر زبان پہ جاری کرنے پر مجبور کرتے تھے اور بلال کے علاوہ باقی لوگ اذیت وتکلیف سے بچنے کے لیے کلماتِ کفر زبان پر جاری کر کے جو رہائی حاصل کر لیتے تھے شیعہ اسی کو تقیہ کہتے ہیں جس پر ہمارے مخالفین برابر ہم پر طعنہ زن رہا کرتے ہیں۔اس واقعہ نے یہ ظاہر کر دیا کہ تقیہ سیرت اصحاب پیغمبر اسلام صلی اللہ وآلہ وسلم ہے۔

حالات جناب عمار یاسر میں ہم اس مسئلہ پر مزید روشنی ڈالیں گے۔

استیعاب کی ص ۱۴۴ کی روایت بتاتی ہے کہ جناب بلال کو جناب عباس ابن عبد المطلب نے خرید کر کے ابوبکر کو دیا تھا ورنہ ان کی مالی حالت کہاں ایسی تھی جو بلال کو خرید کرتے۔

جناب شیخ ابو جعفر طوسی علیہ الرحمہ نے اختیار الرجال میں تحریر کیا

ہے کہ :-

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے اور ابو البختری کہتا ہے کہ میں نے عبداللہ بن حسن سے سنا کہ جب جناب بلال نے ابوبکر کی بیعت سے انکار کر دیا تو ایک دن عمر نے ان کے چمڑے کا کپڑا پکڑ کر کہا کیا ابوبکر کے احسان کا یہی بدلہ ہے کہ انھوں نے تو تم کو آزاد کیا لیکن تم ان کی بیعت بھی نہیں کرتے ہو۔ جناب بلال نے کہا کہ اگر انھوں نے مجھے خوشنودی خدا کے لیے آزاد کیا تھا تو خدا کے لیے مجھے چھوڑ دو۔ جو چاہوں کروں) اور اگر لڑنے جھگڑنے کے لیے آزاد کیا تھا تو میں پھر غلامی کے خدمات پر آمادہ ہوں، لیکن میں اس شخص کی بیعت نہیں کروں گا جس کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلیفہ نہیں بنایا ہے۔ عمر نے ان پر سختی کرنا شروع کی اور حکم دیا کہ جب تم بیعت نہیں کرتے ہو تو ہمارے درمیان نہ رہو اور کہیں اور چلے جاؤ چنانچہ وہ مدینہ چھوڑ کر شام چلے گئے مگر بیعت نہیں کی اور حسب ذیل اشعار نظم کیے :-

تااللہ لالابی بکرنحوت ولولا للہ قامت علی اوصالی الضبع

اللہ بوافی خیراً و اکرمنی و انما الخیر عند اللہ متسع

لا تلقینی بتو عاکل متبدع فلست متبد عاً مثل الذی ابتد عوا

خدا کی قسم میں نے ابوبکر کا قصد وارادہ بھی نہیں کیا اور اگر خدا نہ ہوتا تو بجو میرے جوڑ جوڑ کو جدا کر دیتے۔

اللہ نے مجھے نیکی عطا کی ہے اور اسی نے مجھے بزرگی مرحمت کی ہے اور

نیکی تو بارگاہ رب العزت میں بہت زیادہ ہے۔

تم مجھ کو نہ پاؤ گے کہ ہر بدعتی کا پیرو بن جاؤں جیسی بدعت ان لوگوں نے کی ہے میں ویسا بدعتی نہیں ہوں۔

استیعاب[۱] میں تحریر ہے کہ :-

جب آں حضرتؐ نے وفات پائی تو جناب بلال نے چاہا کہ شام چلے جائیں ابوبکر نے کہا کہ تم ہماری خدمت میں رہو جناب بلال نے کہا کہ اگر تم نے مجھ کو خدا کے لیے آزاد کیا ہے تو قید نہ کرو اور چھوڑ دو تاکہ خوشنودی خدا کے لیے جہاں چاہوں چلا جاؤں اور اگر اپنے لیے آزاد کیا ہے تو مجھے قید کر لو۔ ابوبکر نے ان کو چھوڑ دیا اور وہ شام چلے گئے اور دمشق میں مرض طاعون میں وفات پائی اور "باب صغیر" میں دفن کیے گئے۔

ان کی وفات سنہ ۲۰ھ میں واقع ہوئی ہے۔[۲]

ہرمزان

ہرمزان ایرانی نسل کے انسان تھے اور اہواز کے بادشاہ تھے مدینہ میں سکونت پذیر ہو گئے تھے۔ ایک دن عبید اللہ ابن خطاب عبد الرحمٰن ابن ابی بکر سے بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ عبد الرحمان نے عبید اللہ سے کہا کہ

۱۔ استیعاب بر حاشیہ اصابہ ج ۱ ص ۱۴۴۔

۲۔ اصابہ ج ۱ ص ۱۶۵۔

میں نے آج ایک اسلحہ دیکھا ہے جس کے دو سر تھے اور بیچ میں دستہ لگا ہوا تھا۔ عبید اللہ نے دریافت کیا کہ تم نے یہ اسلحہ کہاں دیکھا اس نے کہا میں ہرمزان عجمی کے گھر کی طرف سے گزر رہا تھا اس کے دروازے پر ابولولو غلام مغیرہ اور جھینیہ غلام سعد ابن ابی وقاص بیٹھے باتیں کر رہے تھے مجھے آتے دیکھ کر میری تعظیم کیلئے اٹھے۔ اور یہ اسلحہ ابولولو کے گود سے زمین پر گرا۔ عبید اللہ نے کہا اس قسم کے اسلحہ حبشہ میں ہوتے ہیں۔

جب عمر قتل ہو گئے تو عبید اللہ نے اپنی جگہ پر خیال کیا کہ یہ قتل صرف ابولولو کی ہمت و جرأت کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ اس میں ہرمزان اور جھینیہ شریک ہیں۔

ناسخ التواریخ [۱] حالات ابوبکر اور دیگر تاریخوں میں یہ مذکور ہے کہ قتل عمر کے بعد عبید اللہ نے ہرمزان اور جھینیہ کو قتل کر دیا۔

لیکن علامہ یوسف ابن مطہر حلی علیہ الرحمہ نے نہج الحق و کشف الصدق میں علامہ سید مرتضیٰ علیہ الرحمہ سے نقل کیا ہے کہ عبید اللہ نے ہرمزان کو باپ کے زخمی ہونے کے بعد ہی قتل کر دیا تھا اور عمر نے یہ وصیت کی تھی کہ اگر عبید اللہ ہرمزان پر الزام قتل کی عادل گواہی نہ پیش کر سکے تو قتل کر دیا جائے۔

الغرض جب عثمان کی خلافت شروع ہوئی تو امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے عثمان سے فرمایا :-

---

۱۔ ناسخ التواریخ ج ص ۲۶۱۔

اقتل هذالفا سق الخبیث الذی قتل امراء مسلماً.

اے عثمان اس (عبید اللہ) فاسق وخبیث کو قتل کرو اس لیے کہ اس نے ایک مسلمان مرد کو قتل کیا ہے۔

عثمان نے جواب میں کہا کہ :

کل لوگوں نے ان کے باپ کو قتل کیا تھا۔ آج میں انھیں قتل کر دوں یہ نہیں ہو سکتا۔ رہا ہرمزان وہ ایک لاوارث آدمی ہے اس کے قصاص کی ضرورت ہی کیا ہے۔

اس کے بعد عمرو ابن عاص کے مشورہ سے عثمان مسجد میں آئے اور یہ اعلان کیا کہ

عبید اللہ ابن عمر ابن خطاب نے ہرمزان کو جو ایک مرد مسلمان تھا قتل کیا ہے اور ہرمزان کا وارث سوائے خدا اور مسلمانوں کے کوئی نہیں میں تمہارا امام ہوں۔ عبید اللہ کو معاف کرتا ہوں کیا تم بھی اپنے کل کے خلیفہ کے بیٹے کو معاف کرتے ہو مسلمانوں نے کہا ہاں۔

جب حضرت امیرؑ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ :

عثمان نے ایک مرد مسلمان کے حق کو جس کا کوئی وارث نہیں معاف کرنے کی ابتداء کی ہے خدا کی قسم یہ عجیب وغریب بات ہے۔

بعینہ یہی بات علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۱۱۴ پر بھی تحریر کی ہے۔

ایک دن امیر المؤمنینؑ کو عبید اللہ ابن عمر ملا تو آپ نے اس سے ارشاد

فرمایا کہ اے فاسق اگر مجھے دنیا میں ایک دن بھی موقع مل گیا تو ہرمزان کے عوض میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔

حضرت امیر المؤمنینؑ کا اس شد و مد کے ساتھ عوض خون ہرمزان کا مطالبہ بتاتا ہے کہ جناب ہرمزان سچے مسلمان امیر المؤمنینؑ کے پیرو اور مخلص شیعہ تھے اور صرف محبت امیر المؤمنینؑ کی بنا پر ان کو ناحق قتل کیا گیا۔

شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۴۱۱ پر علامہ ابن ابی الحدید معتزلی کی تحریر یہ بھی بتاتی ہے کہ ہرمزان کے قتل پر صرف حضرت امیرؑ ہی نے احتجاج نہیں کیا بلکہ کثرت سے لوگوں نے اس پر احتجاج شروع کیا۔ جب عثمان نے عام مسلمانوں کے احتجاج اور حضرت امیرؑ کے ارشاد کی اطلاع ہوئی تب انھوں نے خون ہرمزان کے معاف کرنے کا اعلان کیا۔

اس طرح خلیفۂ رسولؐ ہونے کے دعویدار ہوتے ہوئے انھوں نے حد شرعی کو ساقط کر دیا حالانکہ خدا اور رسولؐ نے یہ حق نہ خلیفہ کو دیا ہے نہ عام مسلمان کو یہ اختیار حاصل ہے۔

خود عبید اللہ ابن عمر دشمنان امیر المؤمنینؑ میں داخل تھا اور جنگ صفین میں حضرت امیرؑ سے لڑنے معاویہ کے ساتھ آیا تھا۔ اور وہیں مارا گیا۔

جناب جندب ابن جنادہ ابوذر غفاری

جناب جندب بن جنادہ جو ابوذر غفاری کی کنیت سے زیادہ شہرت

رکھتے ہیں بہت مشہور و معروف صحابی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تھے، آپ چوتھے یا پانچویں شخص ہیں جو مشرف باسلام ہوئے۔ لیکن مسلمان ہونے کے بعد اپنے قوم وقبیلہ میں واپس ہوگئے اور وہاں لوگوں کی ہدایت و رہبری کرتے رہے جنگ خندق کے بعد مدینہ منورہ واپس آئے اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مجاہدات میں شریک رہے۔

جناب ابوذر زہد و ورع و تقویٰ میں یگانۂ روز گار و یکتائے عصر تھے۔ حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے اخلاص کامل و محبت صادق رکھتے تھے۔ جب وفات پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دنیا نے اہلبیتؑ رسالتؐ سے منھ موڑ لیا تو جناب ابوذر بھی ان لوگوں میں شامل تھے جنھوں نے اہلبیتؑ رسالت کا ساتھ نہیں چھوڑا اور حضرت علی علیہ السلام کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ وجانشین سمجھتے تھے اور حضرتؑ کے مخالفین سے برابر مناظرہ واحتجاج کرتے رہتے تھے اور فضائل حضرت امیرؑ بیان کرتے رہتے تھے۔

ابوبکر کے انتقال کے بعد کب مدینہ سے شام چلے گئے۔ اور وہیں مقیم رہے معلوم نہیں، بہر حال زمانہ عمر میں ان کا وجود مدینہ میں ملتا ہے اور عمر نے ان کو کچھ اور صحابہ کے ساتھ مدینہ سے باہر جانے کی ممانعت کردی تھی۔ زمانۂ عثمان میں پھر شام بھیجے گئے اور معاویہ کی شکایت سے مدینہ واپس آئے۔ اور وہاں سے عثمان نے نکال دیا اور ربذہ میں قیام کا حکم دیا۔ ربذہ میں (عالم غربت میں) انتقال کیا۔ جناب عبداللہ بن مسعود نے چند بافضل اپنے

اصحاب کے ساتھ جن میں حجر بن اوبر، مالک بن حارث، اشتر اور انصار کے کچھ جوان تھے نماز پڑھ کر دفن کیا۔

ان لوگوں کو زوجۂ جناب ابوذر نے بلایا انھیں لوگوں نے ان کی آنکھیں بند کیں غسل دیا اور ایک نوجوان انصاری کے عجیب وغریب وحسین وجمیل وطولانی کپڑے میں ان کو کفنا کر دفن کیا۔[۱]

فضائل ابوذر

جناب ابوذر کے فضائل میں فریقین کی بکثرت احادیث وارد ہیں اور ان کی عظمت وضلالت کتب فریقین میں مذکور ہے۔

چنانچہ ان کے بارے میں وارد ہے کہ :-

ابوذر بہت بڑے اور فاضل صحابہ میں داخل تھے قدیم الاسلام تھے کہا گیا ہے کہ انھوں نے چار آدمیوں کے بعد اسلام قبول کیا وہ پانچویں مسلمان تھے اس کے بعد اپنی قوم کے شہروں کی طرف واپس چلے گئے۔[۲]

جناب ابوذر کے لیے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں ابوذر جناب عیسیٰ کے زہد پر چلتے ہیں۔[۳]

طبرانی نے ابودرداء کی حدیث میں نقل کیا ہے کہ جب ابوذر موجود ہوتے تھے تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوذر سے کلام کی ابتداء کرتے تھے اور جب موجود نہیں ہوتے تھے تو ان کے حالات دریافت کیا

۱؎ استیعاب بر حاشیہ اصابہ ج ۱ ص ۳۱۴۔

۲؎ اسد الغابہ ص ۱۸۰۔

۳؎ اسد الغابہ ص ۱۹۷۔

کرتے تھے۔ ؎۱

ابو اسحاق سبیعی نے ہانی بن ہانی سے نقل کیا ہے وہ حضرت علیؑ سے روایت کرتا ہے کہ ابوذر ایک ظرف ہیں جسے علم سے بھر دیا گیا ہے اسکے بعد اسے بند کر دیا ہے۔ ؎۲

جناب ابوذر ایسے علم سے لبریز ہیں جس کے حاصل کرنے سے لوگ عاجز ہیں، پھر اس علم کے برتن کو ان کے لیے اس طرح بند کر دیا گیا ہے کہ ابوذر نے اس میں سے کچھ بھی نہیں نکالا۔ ؎۳

اور کچھ تغیر کے ساتھ استیعاب ص ۹۴ بر حاشیہ اسد الغابہ میں مذکور ہے کہ :-

احمد عبد اللہ بن عمر سے نقل کرتا ہے کہ میں نے جناب رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابوذر سے زیادہ سچے آدمی کو زمین نے اپنے دوش پر اٹھایا ہی نہیں اور آسمان سایہ فگن ہی نہیں ہوا ہے۔ ؎۴

اس سلسلہ کی روایتیں حضرت علی، ابودردار، ابوہریرہ، جابر اور ابوذر سے منقول ہیں ابن عساکر نے ان سب کے سلسلہ سند کو اپنی تاریخ میں جناب ابوذر کے حالات میں نقل کیا ہے۔

؎۱ اصابہ ج ۴ ص ۶۳۔

؎۲ ایضاً ص ۶۴۔

؎۳ اسد الغابہ ج ۴ ص ۶۴۔

۴؎ اصابہ ج ۴ ص ۶۴۔

ایک حدیث میں ہے کہ :۔

ابوذر علم میں ابن مسعود کے مانند ہیں۔ ۱۰

بعد وفات پیغمبر اسلام محبت امیر المؤمنین علیہ السلام میں جو لوگ ثابت قدم تھے ان میں جناب ابوذر غفاری بھی شامل تھے۔ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب کو سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحیح جانشین و قائم مقام سمجھتے تھے۔ اور برابر حضرت کے مخالفین سے اس سلسلہ میں احتجاج کرتے رہتے تھے۔

جن بارہ انصار و مہاجرین نے ابوبکر کے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر پر خلیفہ بن کر بیٹھنے کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا اور جمعہ کے دن منبر کے گرد جمع ہو کر احتجاج کیا ان میں جناب ابوذر بھی داخل تھے آپ جناب سلمان محمدیؑ کے بعد احتجاج کے لئے اٹھے اور فرمایا:

اے گروہ قریش تم نے برائی تو پالی مگر قرابت رسولؐ کو (مسئلہ خلافت میں) ترک کر دیا خدا کی قسم عنقریب عربوں کی ایک جماعت مرتد ہو جائے گی اور وہ اس دین میں شک و شبہ کریں گے لیکن اگر تم نے خلافت کو اپنے نبیؐ کے اہلبیتؑ کے لئے مخصوص کر دیا ہوتا تو جنگ کے لئے تمہارے خلاف تلواریں نہ اٹھتیں خدا کی قسم اب تو خلافت اس کے لئے ہو گئی ہے جو غلبہ حاصل کرے اور اب خلافت کی طمع میں وہ نظریں بھی اٹھیں گی جو ہرگز ہرگز خلافت کی اہل نہیں ہیں اور خلافت حاصل کرنے کے لئے کثرت سے

---

۱۰ اصابہ ج ۴ ص ۹۳۔

خونریزی کی جائے گی (واقعاً وہی ہوا جو جناب ابوذر نے فرمایا تھا) اس کے بعد جناب ابوذر نے فرمایا کہ تم لوگ بھی جانتے ہو اور تمہارے اچھے لوگ بھی جانتے ہیں کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ میرے بعد خلافت علیؑ کے لئے ہے اس کے بعد میرے دونوں فرزند حسنؑ اور حسینؑ کے لئے ہے ان کے بعد میری ذریت کے طاہر و پاکیزہ لوگوں کے لئے ہے۔ لیکن تم لوگوں نے اپنے نبیؐ کے قول کو ترک کر دیا اور حضرت نے تم سے جو عہد لیا تھا اسے بھلا دیا اور مٹ جانے والی دنیا کی اطاعت و فرمانبرداری کر لی باقی رہنے والی آخرت جس کے جوان بوڑھے نہیں ہوں گے جس کی نعمتیں ہمیشہ رہیں گی جس میں سکونت پذیر لوگوں کے لئے نہ رنج ہے نہ موت ہے اسے تم نے حقیر و ذلیل و فانی اور مٹ جانے والی دنیا کے عوض میں بیچ ڈالا۔

جس طرح آج تم نے کیا ہے اسی طرح تم سے قبل کی امتوں نے بھی اپنے انبیاء کے گذر جانے کے بعد کفر اختیار کیا تھا الٹے پاؤں پیچھے پلٹ گئیں تھیں اور دین میں تغیر و تبدل کیا تھا تم لوگوں نے حرف بحرف وہی کیا ہے۔ جو وہ امتیں کرتی رہتی تھیں لیکن عنقریب تم نے جو کچھ کیا ہے اس کا مزا چکھو گے جو کچھ آخرت کیلئے روانہ کر چکے ہو اس کی جزا پاؤ گے اور خدا تو بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے۔[۱]

جناب ابوذر چونکہ حق گوئی امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں یکتائے روزگار تھے اسی لئے جس طرح وہ مخالفین اہلبیتؑ کے مقابلہ میں احتجاج کرتے رہتے اسی طرح فضائل اہلبیتؑ بھی بڑی جرأت و دلیری سے بیان کرتے رہتے تھے اور اس معاملہ میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

۱۔ بحار الانوار ج ۸ ص ۳۰۸۔

بلکہ بسا اوقات کسی کو حدیث بیان کرتے دیکھتے تھے تو اس کے مقابلہ میں خود بھی جناب رسول خداؐ کی بیان کی ہوئی حدیث شروع کر دیتے تھے۔ جیسا کہ حسب ذیل واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

ایک دن جناب عبد اللہ بن عباس زمزم کے کنویں کی جگت پر بیٹھے حدیث بیان کر رہے تھے اور کہتے تھے کہ قال رسول اللہؐ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے ناگاہ عمامہ باندھے ایک شخص آیا اور اس نے بھی کہنا شروع کیا قال رسول اللہؐ قال رسول اللہؐ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے رسول اللہؐ نے فرمایا ہے یہ سنکر ابن عباس نے کہا کہ میں تم سے قسم دے کر دریافت کرتا ہوں کہ کون ہو؟ یہ سنتے ہی اس نے اپنا چہرہ کھول دیا اور کہنے لگا جو مجھے پہچانتا ہے پہچانتا ہے جو نہیں پہچانتا میں اسے پہچنوائے دیتا ہوں کہ میں جندب بن جنادہ بدوی ابوذر غفاری ہوں میں نے جناب رسول خداؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے اگر نہ سنا ہو تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں اور ان کو اپنی ان آنکھوں سے دیکھا ہے اگر نہ دیکھا ہو تو اندھی ہو جائیں آپ نے فرمایا کہ علیؑ نیکوکاروں کے رہبر کافروں کے قاتل ہیں جس نے علیؑ کی مدد کی (اللہ کی طرف سے) اس کی مدد کی جائے گی جس نے علیؑ کا ساتھ چھوڑا (خدا کی طرف سے اسے) چھوڑ دیا جائے گا۔

ایک دن میں رسول خداؐ کے ساتھ نماز پڑھ رہا تھا کہ مسجد نبیؐ میں ایک سائل آیا اور سوال کیا لیکن اسے کسی نے کچھ نہیں دیا۔ اس وقت سائل نے اپنے ہاتھ (آسمان کی طرف) بلند کیے اور بارگاہ رب العزت میں عرض

کرنے لگا پالنے والے گواہ رہنا میں نے رسول اللہؐ کی مسجد میں سوال کیا اور مجھے کسی نے کچھ نہیں دیا۔ جب سائل یہ کہہ رہا تھا اس وقت حضرت علیؑ رکوع میں تھے اور چھنگلیا میں انگوٹھی پہنے تھے۔ سائل کی طرف اشارہ کیا۔ سائل نے انگوٹھی اتار لی۔ یہ سب نبیؐ کے سامنے واقع ہوا۔ جب حضرت نماز سے فارغ ہوئے تو اپنا سر آسمان کی طرف بلند کر کے فرمانے لگے پالنے والے میرے بھائی موسیٰ نے تجھ سے سوال کیا تھا اور کہا تھا کہ پالنے والے میرے سینے کو کشادہ کر دے میرے امر کو آسان کر دے۔ میری زبان کی گرہ کھول دے جس سے لوگ میری بات سمجھیں اور میرے اہل سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر قرار دے اور ان سے میری پیٹھ مضبوط کر دے اور ان کو میرے امر میں شریک کر دے تو نے اس بارے میں قرآن ناطق نازل کیا کہ عنقریب تمہارے بھائی سے ہم تمہارے بازو مضبوط کر دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ عطا کریں گے اور ہماری نشانیوں کے ذریعہ سے لوگ تم تک پہنچ پائیں گے۔

پالنے والے میں محمدؐ تیرا نبی اور دوست ہوں اس لئے تو میرے سینے کو بھی کشادہ کر دے میرے امر کو آسان کر دے میرے اہل سے علیؑ کو میرا وزیر بنا دے اور اس کے ذریعہ سے میری پیٹھ کو مضبوط کر دے۔

ابوذر کہتے ہیں خدا کی قسم ابھی حضرتؐ کے یہ کلمات تمام نہ ہوئے تھے کہ جبرئیل پروردگار عالم کی جانب سے نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ پڑھیے آپ نے فرمایا کیا پڑھوں جبرئیل نے کہا پڑھیے۔

انما ولیکم اللہ و رسولہ و الذین امنوا الذین یقیمون

الصلوٰة و یوتون الزکوٰة و هم راکعون.

بیشک تمہارا ولی اللہ اور اس کا رسولؐ ہے اور وہ ایمان لانے والے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

یہ روایت تفسیر ثعلبی میں موجود ہے اس سے حسب ذیل علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔

۱۔ مناقب عبداللہ شافعی ص ۱۱۲ مخطوط۔

۲۔ نظم درر السمطین ص ۸۷۔

۳۔ مفتاح النجا ص ۳۸ مخطوط۔

۴۔ نور الابصار ص ۱۰۵۔

چونکہ جناب ابوذر اس طرح فضائل حضرت امیرؑ بیان کرتے تھے اس لئے چند دیگر صحابہ کے ساتھ عمر نے ان کو مدینہ سے باہر جانے کی ممانعت کر دی تھی وہ صحابہ حسب ذیل ہیں :

عبداللہ بن مسعود، ابو درداء، ابوذر غفاری۔ جیسا کہ علامہ واقدی نے طبقات اور ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری نے مستدرک علی الصحیحین میں تحریر کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ :

سعد بن ابراہیم اپنے باپ سے نقل کرتا ہے کہ عمر نے عبداللہ بن مسعود ابو درداء اور ابوذر سے کہا کہ یہ کیا حدیثیں ہیں جو تم رسول اللہؐ سے نقل کیا کرتے ہو راوی کہتا ہے یہ میرا گمان ہے اور اس کے بعد مرتے دم تک ان لوگوں کو مدینہ میں روکے رکھا اور باہر نہیں جانے دیا۔

یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ نماز روزہ اور دیگر احکام شرعیہ و حلال و حرام کی روایات یا مکارم اخلاق کی حدیثوں کے نقل کی ممانعت کی کوئی وجہ ہو نہیں سکتی اس لئے یہ بندش صرف فضائل و مناقب اہل بیت طاہرین ہی کے لئے ہو سکتی ہے اس لئے کہ اس سے ان کے حقوق پر روشنی پڑتی تھی اور مخالفین اہلبیت کا کیا دھرا مٹ کر رہ جاتا تھا۔

ظاہر ہے ابوذر سا سچا عابد و زاہد و متقی اس ماحول میں کب تک زندگی بسر کرتا بالآخر مدینہ چھوڑ کر شام چلے گئے۔

تاریخ شاہد ہے کہ وفات عمر کے وقت جناب ابوذر مدینہ میں موجود نہیں تھے جب عبد الرحمٰن بن عوف نے عمل بر سیرت شیخین کی قید کے ساتھ امر خلافت کو حضرت امیرؑ کے سامنے پیش کیا اور آپ نے صرف قرآن مجید اور سیرت رسولؐ پر عمل کرنے کا وعدہ کیا اور سیرت شیخین پر عمل سے انکار کر دیا اس وقت انھوں نے اس امر کو انھیں شرائط کے ساتھ عثمان کے سامنے پیش کیا انھوں نے وعدہ کیا کہ میں قرآن شریف اور سیرت شیخین پر عمل کروں گا۔ عبد الرحمان بن عوف نے عثمان کی بیعت کر لی اور اس کے بعد اور مسلمانوں نے بھی ان کی بیعت کی یہ امر جناب امیرؑ کے مخلص شیعوں پر بہت شاق گذرا چنانچہ مقداد نے اس پر احتجاج کیا ہم اسے حالت جناب مقداد میں ذکر کریں گے جناب مقداد کے احتجاج کی اطلاع معروف بن سوید نے حضرت ابوذر کو دی تو جناب ابوذر نے ارشاد فرمایا کہ:

مقداد نے (حضرت امیرؑ کے استحقاق خلافت کے لئے) جو کچھ کہا

ہے سچ کہا ہے۔ معروف نے کہا کہ جب خلافت حضرت علیؑ کا حق ہے تو آپ لوگ اسے حضرت کے لئے حاصل کیوں نہیں کر لیتے۔

ابوذر نے کہا (رشک و حسد وکینۂ بدر و احد کے سبب سے) لوگ (حضرت علیؑ کو) ناپسند کرتے ہیں۔^۱

حضرت ابوذر شدت زہدوورع و تقویٰ کے سبب سے قوانین شرعیہ کی مخالفت اور ارشادات قرآن کی خلاف ورزی برداشت نہ کرپاتے تھے یہی سبب تھا کہ جب خلافت عثمان کو ملی اور انھوں نے دادودہش کا دروازہ صرف بنی امیہ کے لئے کھول دیا اور انھیں بڑے سے بڑے عہدے جاگیریں اور بیت المال کے عطیوں سے نوازنا شروع کیا تو اصحاب پیغمبر اسلامؐ نے احتجاج شروع کر دیا جن میں پیش پیش حضرت ابوذر غفاری، جناب مقداد بن اسود، عمار ابن یاسر مالک ابن حارث اشتر، طلحہ وزبیر وغیرہم شامل تھے۔

حضرت ابوذر نے اس محل پر مسرفین اور مال جمع کرنے والوں کی مذمت میں قرآن مجید میں جو کچھ ارشاد باری تعالیٰ تھا پڑھنا شروع کیا کبھی بلند آواز سے پڑھتے تھے۔

بشر الکافرین بعذاب الیم .

کافروں کو دردناک عذاب کی بشارت دے دیجئے۔

کبھی علی الاعلان پڑھتے تھے۔

والذین یکنزون الذھب و الفضۃ و لا ینفقون فی سبیل اللہ

۱۔ تاریخ التواریخ حالات ابوبکر ص ۱۴۲۔

فبشرھم بعذاب الیم .

جو لوگ سونے اور چاندی کو خزانہ کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہیں ان کو دردناک عذاب کی بشارت دے دیجئے۔

لوگوں نے متعدد بار جناب ابوذر کے اس طرح علی الاعلان اغنیاء کے بارے میں تہدید و مذمت آمیز قرآنی آیات کے تلاوت کی اطلاع تیسرے خلیفہ صاحب کو دی لیکن وہ اس پر خاموش رہے۔ ایک دن انھوں نے اپنے غلام کو جناب ابوذر کے پاس بھیجا اور پیام دیا کہ مجھ تک تمہارے بارے میں برابر نامناسب خبریں پہنچ رہی ہیں اس لئے اب اپنی زبان روک لو آئندہ کوئی بات مجھ تک نہ پہنچنے پائے حضرت ابوذر نے غلام سے ارشاد فرمایا کہ کیا عثمان مجھے قرآن پڑھنے سے روکتے ہیں اور ان لوگوں کے عیوب بیان کرنے سے منع کرتے ہیں جنھوں نے خدائی احکام ترک کر رکھے ہیں۔ خدا کی قسم یہ بات میرے لئے زیادہ بہتر اور محبوب ہے کہ عثمان کو ناراض کر کے خدا کو راضی رکھوں مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ عثمان کو خوش کرنے کے لئے خدا کو ناراض کر لوں۔ غلام نے حضرت ابوذر کی گفتگو عثمان سے نقل کی جس پر وہ حضرت ابوذر سے بہت برہم ہو گئے۔

ایک دن عثمان کے پاس بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے جن میں حضرت ابوذر بھی تھے عثمان نے ان لوگوں سے کہا کہ کیا امام کے لئے یہ جائز ہے کہ بیت المال سے کچھ قرض لے لے۔ پھر جب مالدار ہو جائے تو اسے واپس کر دے۔ کعب الاحبار نے جواب دیا کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ جواب

سنتے ہی حضرت ابو ذر برہم ہوئے اور کعب الاحبار سے کہا کہ اے یہودی بچے تو ہم کو ہمارے دین کی باتیں سکھا رہا ہے اور ہاتھ میں جو عصا لئے ہوئے تھے اس سے کعب کے سر پر اس زور سے مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ یہ بات عثمان کو بہت ناگوار گذری اور انھوں نے حضرت ابو ذر سے کہا کہ تم مجھے اور میرے اصحاب کو بہت زیادہ تکلیف پہنچاتے ہو اس لئے مدینہ میں قیام نہ کرو بلکہ شام چلے جاؤ۔

حضرت ابو ذر جب مدینہ سے شام آئے اور معاویہ کے افعال نا پسندیدہ کو دیکھنا شروع کیا۔ تو انھوں نے اسے ان امور سے روکنا شروع کیا۔ ایک دن معاویہ نے تین سو دینار حضرت ابو ذر کے پاس بھیجے جناب ابو ذر نے فرمایا کہ بیت المال سے جو رقم میرے لئے معین تھی اگر اسے وصول کر کے بھیجا گیا ہے تو مجھے اس کے قبول کرنے سے انکار نہیں ہے۔ اور اگر میری ضرورتوں کے لئے یہ رقم بھیجی گئی ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ یہ کہہ کر وہ رقم واپس کر دی۔

حضرت ابو ذر کے دمشق میں قیام کا یہ وہ زمانہ تھا جب معاویہ اپنے لئے قصر خضرا بنوا رہا تھا۔ جناب ابو ذر نے معاویہ سے کہا کہ اے معاویہ، اگر اس قصر کو خدا کے مال سے بنوا رہا ہے تو خیانت کر رہا ہے اور اگر اپنے مال سے بنوا رہا تو فضول خرچی میں مبتلا ہے۔

جناب ابو ذر برابر اسی طرح کی باتیں معاویہ سے کیا کرتے تھے جو اسے ناگوار گذرتی تھیں۔ ایک دن حبیب ابن مسلمہ فہری نے معاویہ سے کہا کہ ابو

ذر نے اہل شام کو تیرے خلاف ابھار رکھا ہے اگر تم شام کو اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتے ہو تو اس کے لئے کوئی تدبیر کرو۔ ابھی تک عثمان نے جناب عمارؓ یاسر کو جو مارا پیٹا تھا وہ خبر ابو ذر تک نہیں پہنچی تھی لیکن بالآخر یہ خبر شام میں بھی مشہور ہو گئی۔ جب جناب ابو ذر نے مصائب جناب عمارؓ یاسر کو سنا تو انھوں نے عثمان کی خلاف شریعت باتوں کو بیان کرنا شروع کر دیا۔

جلام بن جندل غفاری کہتا ہے کہ

میں معاویہ کا غلام تھا اور قنسرین عواصم کا انتظام زمانۂ عثمان میں میرے سپرد تھا میں ایک دن دار الامارہ میں معاویہ کے پاس آیا کہ اس سے اپنے کام کے بارے میں ہدایتیں حاصل کروں میں ابھی بیٹھا ہوا تھا کہ کسی نے بلند آواز سے کہنا شروع کیا۔

اتتكم القطار يحملون النار اللهم العن الامرين بالمعروف و التاركين له اللهم العن الناهين عن المنكر و المرتكبين له .

تم لوگوں کے پاس اونٹوں کی قطاریں آئی ہیں۔ جو آگ کے بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں پالنے والے ان لوگوں پر لعنت کر جو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور خود اسے ترک کر دیتے ہیں پالنے والے ان لوگوں پر لعنت کر جو برائی سے منع کرتے ہیں اور خود اس کا ارتکاب کرتے ہیں۔

ان کلمات کو سنتے ہی معاویہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ "کیوں جلام جانتے ہو یہ کون ہے"؟ میں نے عرض کیا کہ "میں نہیں جانتا" معاویہ نے کہا کہ یہ جندب ابن جنادہ (ابو ذر) ہیں۔ اور اس کے

بعد حکم دیا کہ ان کو میرے سامنے لاؤ۔ جلام کہتا ہے کہ میں ابوذر کو دیکھنا چاہتا تھا اس لئے کہ وہ میری قوم کی ایک فرد تھے میں نے دیکھا کہ وہ گندمی رنگ کے دبلے پتلے آدمی ہیں پیٹھ جھکی ہوئی ہے اور سارے بال سفید ہیں۔ انھیں لوگ گھسیٹتے ہوئے لارہے ہیں۔

جب جناب ابوذر سامنے آئے تو معاویہ نے کہا۔ "اے دشمن خدا و رسولؐ تمہاری کوئی نہ کوئی بات روزانہ ہم تک پہنچتی ہے اور تم برابر ایسی باتیں کرتے رہتے ہو۔

جناب ابوذر نے جواب میں فرمایا۔

ما انا بعد و الله و لا لرسوله بل انت و ابوك عدوان الله و لرسوله اظهر تم الاسلام و ابطنتم الكفر و لقد لعنك رسول الله و دع عليك مرات ان لا تشبع سمعت رسول الله يقول اذا ولى الامة الاعين الواسع البلعوم الذى ياكل و لا يشبع فلتاخذ امة حذرها منه .

میں خدا اور رسولؐ کا دشمن نہیں ہوں۔ بلکہ تو اور تیرا باپ خدا اور رسولؐ کے دشمن ہو تم لوگوں نے اسلام کو ظاہر کیا اور کفر کو چھپائے رکھا جناب رسول خداؐ نے متعدد بار تجھ پر لعنت فرمائی اور بد دعا کی ہے کہ تیرا پیٹ نہ بھرے میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب امت کا حاکم وہ گائے بن جائے جس کا گلا چوڑا ہو جو کھاتا ہو اور اس کا پیٹ نہ بھرتا ہو تو امت کو لازم ہے کہ وہ اس سے پرہیز کرے۔

معاویہ نے جواب میں کہا کہ پیغمبرؐ خدا نے جس شخص کی نشاندہی ان الفاظ میں کی ہے وہ میں نہیں ہوں۔ ابوذر نے فرمایا کہ نہیں وہ شخص تو ہی ہے اور میں نے مکرر آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ

اللھم العنه و لا تشبعه الا بالتراب .

پالنے والے تو اس پر لعنت کر اور اس کے پیٹ کو نہ بھر مگر مٹی سے۔

نیز حضرت سے سنا ہے کہ

است معاویه فی النار .

معاویہ کی نشستگاہ جہنم ہے۔

جب معاویہ نے یہ سنا تو ہنس پڑا اور کہنے لگا کہ اگر بغیر اجازت عثمان کے قتل اصحاب محمدؐ مجھ پر جائز ہوتا تو اے ابوذر تم پہلے شخص ہوتے جو میرے ہاتھ سے قتل ہوتے اس کے بعد جناب ابوذر کو قید کر لیا اور عثمان کو تحریر کیا کہ ابوذر نے اہل شام کو آپ کے خلاف کر دیا ہے اگر آپ حکم دیں تو ہم ان کو قتل کر دیں۔ عثمان نے جواب میں تحریر کیا کہ ابوذر کو ایک سرکش اونٹ پر سوار کر کے میرے پاس بھیج دو اور ایک ایسے رہبر کو ان کے ساتھ کر دو کہ وہ برابر اونٹ کو دوڑاتا رہے تاکہ ابوذر کو آرام نہ ملے۔ معاویہ نے حرف بحرف عثمان کے حکم کی تعمیل کی اور بدمزاج رہبر کے ساتھ بے کجاوہ سرکش اونٹ پر سوار کر کے مدینہ روانہ کر دیا۔

جناب ابوذر دراز قامت خوبصورت انسان تھے۔ بڑھاپے نے ڈاڑھی اور سر کے بال سفید کر دیئے تھے۔ سفر میں سخت ترین مصائب برداشت کئے

جب مدینہ پہنچے تو رانوں کا گوشت اڑ چکا تھا۔ [۱]

علامہ محمد بن عقیل بن عبد اللہ بن عمر بن یحییٰ النصائح الکافیہ [۲] لمن یتولی معاویہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ :

معاویہ کے ناپسندیدہ افعال میں یہ بھی ہے کہ اس نے جناب ابو ذر سے برا سلوک کیا ان کو گالیاں دیں ایک سوکھے ہوئے اونٹ کی پیٹھ پر پانچ جاہل سپاہیوں کے ساتھ مدینہ روانہ کیا وہ اونٹ کو دوڑاتے ہوئے جب دمشق سے مدینہ لائے تو دشوار گذار راہوں نے ان کو تھکا دیا تھا پے در پے چلنے نے انھیں تعب و مشقت میں ڈال دیا تھا رانوں کے اندر کا گوشت کٹ کر گر گیا تھا۔ قریب تھا کہ موت سے بغلگیر ہو جائیں۔ لوگوں نے کہا ابو ذر تم اس تکان سفر سے مر جاؤ گے۔ جناب ابو ذر نے فرمایا کہ جب تک مدینہ سے نکالا نہ جاؤں گا نہ مروں گا۔

حضرت ابو ذر جب عثمان کے سامنے لائے گئے تو وہ کہنے لگے اے جنیدب تم کو دیکھ کر کوئی آنکھ روشن نہ ہو جناب ابو ذر نے فرمایا کہ میرے باپ جنادہ نے تو میرا نام جندب اور جناب رسول خداؐ نے عبد اللہ رکھا ہے (تم مجھے جنیدب کہہ رہے ہو) میں نے اپنے لئے رسول خداؐ کے ارشاد کئے ہوئے نام کو پسند کیا ہے۔

عثمان نے کہا کیوں ابو ذر تم یہ کہتے ہو کہ ہم قائل ہیں کہ خدا کے

---

[۱] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی ج ۱ ص ۲۷۷۔

[۲] النصائح الکافیہ لمن یتولی معاویہ ص ۹۶۔

ہاتھ بندھے ہوئے ہیں وہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔ جناب ابو ذر نے فرمایا کہ اگر آپ زبان سے یہ نہ کہتے ہوتے تو خدا کے مال کو بندوں پر خرچ کرتے ہوتے اے عثمان میں گواہی دیتا ہوں کہ جناب رسول خداؐ کو فرماتے سنا ہے جب ابو العاص کی اولاد کے تیس افراد ہو جائیں گے تو مال خدا کو اپنی دولت اور بندگان خدا کو اپنا غلام بنالیں گے۔

عثمان نے حاضرین سے دریافت کیا تم لوگوں نے یہ حدیث رسول خداؐ سے سنی ہے سب نے انکار کیا عثمان نے کہا کیوں ابو ذر رسولؐ کی طرف جھوٹ کی نسبت دیتے ہو حضرت ابو ذر نے کہا میں جھوٹ نہیں کہہ رہا ہوں بالآخر حضرت امیر المومنینؑ بلائے گئے آپ نے فرمایا میں نے یہ حدیث تو حضرت سے نہیں سنی مگر حضرت کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ابو ذر سے زیادہ سچے پر نہ آسمان سایہ فگن ہوا ہے نہ زمین نے اپنے دوش پر اٹھایا ہے اس لئے ابو ذر سچ کہتے ہیں۔

تمام مسلمانوں نے حضرت امیرؑ کی تصدیق کی کہ ہم نے ابو ذر کی مدح میں پیغمبر اسلامؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے۔

اصحاب رسول اللہؐ کی گفتگو سنتے ہی حضرت ابو ذر فرمانے لگے :

میں نے تم لوگوں سے وہ حدیث بیان کی جو میں نے رسول خداؐ کو فرماتے ہوئے سنی تھی تو تم لوگوں نے مجھ پر یہ تہمت لگائی کہ میں جھوٹ کہتا ہوں، مجھے یہ گمان بھی نہیں تھا کہ میں اصحاب محمدؐ سے یہ سننے کے لئے زندہ رہوں گا۔

علامہ واقدی اپنے اسناد سے صہبان اسلمین سے نقل کیا ہے کہ :

میں نے حضرت ابوذر کو اس دن دیکھا تھا جب وہ عثمان کے پاس لائے گئے جب سامنے پہنچے تو عثمان نے کہا کہ تم ہی وہ ہو جس نے یہ کیا وہ کیا۔ جناب ابوذر نے جواب دیا کہ مین نے آپ کو نصیحت کی آپ نے مجھے کھوٹا خیال کیا آپ کے ساتھی (معاویہ) کو نصیحت کی اس نے بھی مجھے کھوٹا خیال کیا۔ عثمان نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو بلکہ تم فتنہ وفساد برپا کرتے ہو اور اسے دوست رکھتے ہو تم نے اہل شام کو ہمارا مخالف بنادیا ہے۔ جناب ابوذر نے جواب دیا کہ تم اپنے دونوں ساتھیوں کے طریقہ کو اختیار کرو تم سے کسی کو کوئی شکایت نہ ہوگی خلیفہ صاحب نے کہا تمہاری ماں تمہارے لئے نہ باقی رہے تم سے ان باتوں سے کیا مطلب، جناب ابوذر نے فرمایا خدا کی قسم تم نے مجھ میں صرف یہ غداری پائی ہے کہ میں نیکی کا حکم دیتا ہوں برائی سے منع کرتا ہوں۔

یہ سن کر عثمان بہت غضبناک ہوئے اور حاضرین سے کہا کہ تم لوگ مجھے مشورہ دو کہ اس جھوٹے شیخ کے ساتھ کیا برتاؤ کروں آیا ماروں یا قید کر دوں یا قتل کر دوں اس لئے کہ اس نے مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈال دیا ہے یا سر زمین اسلام سے نکال دوں یہ گفتگو سن کر حضرت علیؑ نے جو اس وقت وہاں موجود تھے ارشاد فرمایا کہ میں اس وقت تم کو وہ مشورہ دیتا ہوں جو مومن آل فرعون نے (جناب موسیٰؑ وہارون کے لئے فرعون کو) مشورہ دیا تھا اگر یہ جھوٹے ہیں تو وہ جھوٹ ان پر ہے اور اگر سچے ہیں تو تم کو بعض وہ باتیں پہنچیں گی جن کا ابوذر وعدہ کرتے ہیں اس لئے کہ خدا اس کی ہدایت نہیں کرتا

ہے جو اسراف کرتا ہے اور جھوٹا ہے۔

حضرت علیؑ کو خلیفہ صاحب نے اس کا بہت سخت جواب دیا حضرت نے بھی ان کو اسی لب و لہجہ میں جواب دیا ہم نے ان دونوں حضرات کے جوابات کو شرم وحیا کے سبب سے نقل نہیں کیا:

واقدی بیان کرتا ہے کہ:

اس کے بعد خلیفہ صاحب نے لوگوں کو ممانعت کر دی کہ نہ حضرت ابو ذر کے پاس بیٹھیں نہ ان سے بات کریں چند دنوں تک حضرت ابو ذر اسی حالت میں مدینہ میں مقیم رہے ایک دن تیسرے خلیفہ صاحب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے عثمان تیرا برا ہو کیا تو نے پیغمبر اسلامؐ اور ابو بکر و عمر کو نہیں دیکھا۔ کیا تیری ہدایت ان کی ہدایت کے مانند ہے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ تو نے میرے اوپر جباروں کی طرح سے حملہ کیا ہے۔

تیسرے خلیفہ صاحب نے یہ سن کر حکم دیا کہ ان کو ہمارے شہر سے نکال دو۔

جناب ابو ذر نے فرمایا کہ مجھے بھی تیرے جوار اور پڑوس میں رہنا ناپسند ہے لیکن یہ بتاؤ کہ میں کہاں جاؤں انھوں نے کہا تمہارا جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔ جناب ابو ذر نے کہا کہ کیا میں شام چلا جاؤں جو سر زمین جہاد ہے۔ خلیفہ صاحب نے کہا کہ میں نے تم کو شام سے اس لئے واپس بلایا ہے کہ تم نے شام کو میرے خلاف کر دیا ہے کیا تم کو پھر وہیں واپس کروں جناب ابو ذر نے کہا کیا میں عراق چلا جاؤں، خلیفہ صاحب نے کہا نہیں اس لئے کہ تم

عراق جاؤ گے تو ایک ایسی قوم میں جاؤ گے جو مخالفت کرتے ہیں اور حکام اور والیوں پر طعن و تشنیع کرتے ہیں، جناب ابو ذر نے کہا مصر چلا جاؤں انھوں نے کہا نہیں، جناب ابوذر نے کہا پھر کہاں جاؤں، خلیفہ صاحب نے کہا صحراء کی طرف جاؤ۔ جناب ابوذر نے کہا کیا میں ہجرت کے بعد بدو عرب ہو جاؤں، خلیفہ صاحب نے فرمایا ہاں جناب ابو ذر نے فرمایا کہ میں صحراء نجد کی طرف جاتا ہوں، خلیفہ صاحب نے کہا نہیں بلکہ مشرق کے دور ودراز صحراء میں جاؤ اور خبر دار ربذہ سے آگے نہ بڑھنا۔

واقدی نے مالک ابن ابی رجال سے وہ موسیٰ ابن میسرہ سے نقل کرتا ہے کہ

ابو الاسود دولی کہتے ہیں کہ میں بہت دوست رکھتا تھا کہ حضرت ابوذر سے ملوں اور ان سے پوچھوں کہ وہ ربذہ کیوں آئے۔ چنانچہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ آپ مدینہ سے ربذہ خوشی خوشی آئے ہیں یا یہاں آنے کے لئے مجبور کیے گئے ہیں۔ جناب ابوذر نے جواب دیا کہ میں مسلمانوں کی سرحدوں میں سے ایک سرحد پر تھا مجھے زبردستی مدینہ لایا گیا میں نے خیال کیا یہ میرے اور میرے اصحاب کی ہجرت کا شہر ہے لیکن پھر مجھے مدینہ سے یہاں زبردستی نکال دیا گیا۔

اس کے بعد جناب ابوذر نے کہا کہ اے ابو الاسود زمانۂ جناب رسول خدا میں ایک شب میں سو رہا تھا حضرت میری طرف سے گذرے اور پیر سے ٹھوکر مار کر ارشاد فرمایا کہ

میں تم کو برابر مسجد میں سوتا پاتا ہوں میں نے عرض کی کہ اے خدا کے رسولؐ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گیا حضرت نے فرمایا اے ابوذر اس وقت کیا کرو گے جب تم کو لوگ مدینہ سے نکالیں گے مین نے عرض کی کہ میں شام چلا جاؤں گا جو ایک مقدس اور جہاد کی سرزمین ہے حضرت نے فرمایا کہ ابوذر اس وقت کیا کرو گے جب شام سے بھی نکالے جاؤ گے میں نے عرض کیا کہ میں پھر مدینہ واپس آجاؤں گا حضرت نے فرمایا کہ اے ابوذر اس وقت کیا کرو گے جب پھر تم کو مدینہ سے نکالیں گے۔ جناب ابوذر کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ میں تلوار نیام سے نکال کر انھیں قتل کروں گا حضرت نے فرمایا کہ اے ابوذر کیا میں اس سے بہتر کی رہبری نہ کروں لوگ جہاں تمہیں بھیجیں وہاں چلے جانا اور ان کی باتوں کو سننا اور اطاعت کرنا چنانچہ میں نے سنا اور اطاعت کی اور سنوں گا اور اطاعت کروں گا خدا کی قسم خدا یقیناً عثمان کو اس کے کیے کا مزہ چکھائے گا اس لئے کہ عثمان نے میرے بارے میں گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔[۱۰]

ابن ابی الحدید نے اس واقعہ کو تحریر کرنے کے بعد چند روایتیں اور نقل کی ہیں جو بعض مطالب میں سابقہ روایات کے مخالف ہیں لیکن بعد میں یہ کہا ہے کہ سابق کی روایتیں بکثرت رواۃ نے نقل کی ہیں اور زیادہ مشہور ہیں۔ (اس لئے ہم نے ان کو ترجیح دیا ہے۔)

شارح ابن ابی الحدید اسی جلد میں ص ۳۵۷ پر حضرت امیر المؤمنینؑ

۱۰۔ شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید معتزلی ج ۲ ص ۳۵۸۔

نے رخصت ابوذر کے وقت جو کچھ فرمایا تھا اس کی شرح میں تحریر کرتے ہیں کہ

حضرت ابوذر کے واقعات اور ان کا ربذہ کی طرف زبردستی بھیجنا ان حادثات کے ایک حادثہ ہے جس پر لوگوں نے عثمان پر نقد و تبصرہ کیا ہے۔

حضرت امیرؑ کے اس کلام کو ابو بکر احمد بن عبد العزیز جوہری نے کتاب السقیفه میں عبد الرزاق سے وہ اپنے باپ سے وہ عکرمہ سے وہ ابن عباس سے نقل کرتا ہے کہ

جب حضرت ابوذر تیسرے خلیفہ کے حکم سے زبردستی مدینہ روانہ کے گئے تو مدینہ میں منادی کرادی گئی کہ کوئی شخص نہ ابوذر سے کلام کرے نہ ان کو رخصت کرنے کے لئے شہر سے باہر جائے اور مروان کو حکم دیا کہ وہ جناب ابوذر کو ربذہ جانے کے لئے مدینہ کے باہر نکال آئے چنانچہ وہ ابوذر کو لے کر چلا اور تمام لوگ ابوذر سے کنارہ کش رہے صرف حضرت علیؑ آپ کے بھائی عقیلؑ اور حسنؑ و حسینؑ اور عمار ان کو پہنچانے کے لئے آئے۔ یہ لوگ ابوذر کے ساتھ ساتھ چلے۔ راستہ میں امام حسنؑ نے ابوذر سے گفتگو شروع کی یہ دیکھ کر مروان نے کہا کہ اے حسنؑ بڑے افسوس کی بات ہے (کہ تم ان سے کلام کرتے ہو) امیر المؤمنین (عثمان) نے جن سے گفتگو کرنے کی ممانعت کی ہے اگر یہ آپ کو نہیں معلوم تو اب جان لو (کہ ابوذر سے کلام کی ممانعت ہے) مروان کی یہ حرکت دیکھ کر حضرت علیؑ نے اس پر حملہ کیا اور سواری کے سر پر کوڑا مارا اور فرمایا دور ہو جا خدا تجھ کو جہنم میں داخل کرے۔ مروان

اس واقعہ کے بعد غیظ و غضب کے ساتھ خلیفہ صاحب کے پاس واپس آیا اور اس واقعہ کی اطلاع دی وہ یہ واقعہ سن کر حضرت علیؑ سے بہت زیادہ خفا ہو گئے۔

حضرت ابوذر (بیرون مدینہ) ٹھہرے اور ان حضرات نے ان کو رخصت کیا۔

ان حضرات کے ساتھ ام ہانی بنت ابی طالب کا غلام ذکوان بھی تھا جو حافظ بھی تھا۔ ذکوان کہتا ہے میں نے کل گفتگو یاد کرلی پہلے حضرت علیؑ نے فرمایا:

اے ابوذر تم خوشنودی پروردگار عالم کے لئے غضبناک ہوئے ہو اس لئے جس کے سبب سے تم غضبناک ہوئے ہو تم ان پر اس کے غضب کے امیدوار رہو اے ابوذر لوگ اپنی دنیا کے لئے تم سے ڈرتے ہیں اور تم اپنے دین کے لئے ان سے ڈرتے ہو اس لئے دنیا ان لوگوں کے ہاتھ میں چھوڑ دو جو تم سے ڈرتے ہیں اور جس امر سے تم ان سے ڈرتے ہو اس کے لئے ان سے دور بھاگ جاؤ۔ اے ابوذر جس چیز سے تم نے ان کو روکا ہے وہ اس کے زیادہ حاجت مند ہیں اور جس چیز سے انھوں نے تم کو روکا ہے تم اس سے زیادہ مستغنی ہو۔

اے ابوذر عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کل کون فائدہ میں رہا اور کس نے زیادہ حسد کیا۔ اگر آسمان وزمین کے دروازے کسی بندے کے لئے بند ہوں لیکن وہ خوف خدا رکھتا ہو تو خداوند عالم اس کے نکلنے کے لئے ضرور

راستہ بنادے گا اے ابوذر یقیناً حق تم کو مانوس کرتا ہے۔ باطل ہی تم کو وحشت زدہ کرتا ہے۔ اگر تم ان لوگوں کی دنیا کو قبول کر لیتے تو وہ تم کو دوست رکھنے لگتے۔ اگر ان کی دنیا سے تم کچھ قرض لیتے تو وہ تم کو امن واطمینان سے زندگی بسر کرنے دیتے۔

اس کے بعد حضرت نے اپنے صاحبزادوں سے کہا کہ اپنے چچا کو رخصت کرو اور جناب عقیلؑ سے کہا کہ اپنے بھائی کو وداع ورخصت کرو۔ جناب عقیل نے کلام کی ابتداء کی اور فرمایا۔

اے ابوذر ہم کیا کہیں تم جانتے ہو کہ ہم تم کو دوست رکھتے ہیں تم ہم کو دوست رکھتے ہو۔ اے ابوذر تقویٰ خدا اختیار کرو اس لئے کہ تقویٰ نجات کا ذریعہ ہے صبر کرو۔ صبر کرم وبزرگی ہے۔ اے ابوذر تم جزع وفزع کے مقابلہ میں صبر کو وزنی سمجھتے ہو۔ مایوسی کے سبب سے یہ سمجھتے ہو کہ عافیت دیر میں حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اے ابوذر مایوسی اور جزع وفزع کو چھوڑ دو۔

اس کے بعد امام حسنؑ نے جناب ابوذر کو رخصت کیا اور فرمایا:

اے چچا اگر وداع ورخصت کرنے والے کا فرض یہ نہ ہوتا کہ وہ خاموش رہے اور رخصت کرنے کے لئے ساتھ رہنے والے کا فرض یہ نہ ہوتا کہ وہ رخصت کر کے پلٹ جائے جب بھی اس موقع پر گفتگو مختصر ہی ہوتی اگر چہ رنج وغم وافسوس بہت زیادہ ہوتا۔ اے چچا آپ دیکھ رہے ہیں کہ لوگ آپ تک (دنیا لے کر آئے) آپ یہ یاد کر کے ایک دن دنیا سے الگ ہو جانا ہے اسی لئے آپ بعد میں آنے والی راحت کی امید میں دنیا کے شدائد کو

بر داشت کیجئے آپ صبر کیجئے یہاں تک کہ آپ نبیؐ سے اس طرح ملاقات کیجئے کہ وہ آپ سے راضی ہوں۔

اس کے بعد امام حسینؑ نے گفتگو کی اور فرمایا کہ :

خدا قدرت رکھتا ہے کہ اس چیز کو بدل دے جسے آپ دیکھ رہے ہیں اور اللہ کی ہر روز جدا جدا شان ہے۔ لوگوں نے آپ کو اپنی دنیا سے منع کیا ہے اور آپ نے ان کو اپنے دین سے روک دیا ہے۔ آپ اس سے بہت زیادہ مستغنی ہیں جس سے انھوں نے آپ کو روکا ہے اور وہ اس کے بہت زیادہ حاجت مند ہیں جس سے آپ نے ان کو منع کیا ہے۔ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ آپ کو صبر کرامت فرمائے اور آپ کی مدد کرے۔ اور آپ بھوک اور جزع و فزع کے مقابلہ میں اسے شیریں سمجھئے اس لئے کہ صبر دین اور کرم ہے ۔ بھوک رزق کو مقدم نہیں کرتی اور گڑ گڑانا اور فریاد کرنا موت کے دن کو پیچھے نہیں ہٹاتا ہے۔

اس کے بعد جناب عمار یاسر نے غیظ و غضب کی حالت میں گفتگو شروع کی اور فرمایا :

جس نے آپ کو وحشت زدہ کیا ہے خدا اسے آرام و چین و انس نہ عطا کرے۔ جس نے آپ کو خوفزدہ کیا ہے اسے امن و اطمینان نہ مرحمت کرے اے ابوذر آگاہ ہو اگر آپ ان کی دنیا کے خواہش مند ہوتے تو وہ آپ کو امن و اطمینان سے زندگی بسر کرنے دیتے اور اگر آپ ان کے افعال و اعمال سے راضی و خوشنود ہوتے تو وہ آپ کو دوست رکھتے۔ لوگوں کو آپ سے باتیں

کرنے سے صرف اس امر نے روکا ہے کہ وہ دنیا کو پسند کرتے ہیں اور موت سے ڈرتے ہیں۔ اور اس طرف مائل ہوتے ہیں جس طرف ان کی جماعت کا بادشاہ مائل ہوا ہے اور ملک تو اس کا ہے جس کو غلبہ واقتدار حاصل ہو جائے پس لوگوں نے انھیں اپنا دین بخش دیا ہے اور ان لوگوں نے ان کو اپنی دنیا دے دی ہے۔ اس لئے انھوں نے دنیا اور آخرت دونوں جگہ نقصان اٹھایا ہے آگاہ ہو یہی کھلا ہوا گھاٹا ہے۔

جناب ابوذر بڑے بوڑھے تھے ان حضرات کی یہ باتیں سن کر رونے لگے اور کہنے لگے۔

اے رحمت کے گھرانے والو! جب میں آپ لوگوں کو دیکھتا ہوں تو جناب رسول خداؐ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے مدینہ میں میرے تسکین کا ذریعہ صرف آپ ہی حضرات کی ذات ہے میں عثمان پر اسی طرح بوجھل ہو گیا ہوں جس طرح شام میں معاویہ پر بوجھ بن گیا تھا اس لئے اس نے ناپسند کیا کہ میں ان دونوں شہروں میں اس کے بھائی اور خالہ کے بیٹے کے ساتھ رہوں اور لوگوں کو ان کے خلاف کر دوں۔ اس لئے مجھے ایک ایسے مقام کے لئے روانہ کیا جا رہا ہے جہاں میرا مددگار اور مصائب کا دور کرنے والا صرف اللہ ہے اور میں تو صرف اللہ کو اپنا ساتھی بنانا چاہتا ہوں۔ اور خدا کے ساتھ رہ کر کسی وحشت سے نہیں ڈرتا ہوں۔

ان کلمات کے ساتھ ان حضرات نے جناب ابوذر کو رخصت کیا اور مدینہ واپس آ گئے۔

اس واقعہ کے بعد ایک دن حضرت علیؑ عثمان کے پاس آئے تو انھوں نے کہا کیا بات تھی کہ آپ نے میرے پیغامبر کو واپس کر دیا اور میرے حکم کی توہین و تذلیل کی۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ تمہارا قاصد ہم کو واپس کرنا چاہتا تھا۔ ہم نے اسے واپس کر دیا لیکن تمہارے حکم کی میں نے توہین و تذلیل نہیں کی ہے۔

عثمان نے کہا کہ کیا آپ تک یہ خبر نہیں پہونچی تھی کہ میں ابوذر سے گفتگو کرنے کی ممانعت کر دی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جب تم کسی ناجائز کام اور معصیت خدا کا حکم دو تو ہم اس میں بھی تمہاری اطاعت کریں۔ (ایسا نہیں ہو سکتا)

عثمان نے کہا کہ آپ مروان کو اپنی طرف سے فدیہ دیجئے۔ آپ نے فرمایا میں مروان کو کس چیز کا فدیہ دوں انھوں نے کہا کہ اس امر کا فدیہ کہ آپ نے اس کو برا بھلا کہا اور اس کی سواری کو کوڑا مار کر واپس کر دیا۔ آپ نے فرمایا میری سواری حاضر ہے مروان اس سے بدلہ لے سکتا ہے لیکن اگر وہ مجھے برا بھلا کہے گا تو میں اس کے ایک ایک کلمہ کے جواب میں تم کو برا بھلا کہوں گا اور اس میں کی کوئی بات بھی جھوٹی نہ ہوگی۔ یہ باتیں سن کر عثمان حضرت علیؑ سے بہت زیادہ خفا ہو گئے اور کہا کہ آخر مروان آپ کو کیوں برا بھلا نہ کہے گا۔ گویا آپ اپنے کو اس سے افضل و بہتر سمجھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بیشک۔ یہ کہہ کر آپ عثمان کے پاس سے واپس چلے آئے۔

اس گفتگو کے بعد عثمان نے سربرآوردہ مہاجرین و انصار و بنو امیہ کو

بلایااور ان سے حضرت علیؑ کی شکایت کی۔ ان لوگوں نے کہا آپ ان پر حاکم و والی ہیں اس لئے مصالحت بہتر ہے انھوں نے کہا میں بھی یہی چاہتا ہوں، چنانچہ یہ سب لوگ حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کی کہ بہتر ہوتا کہ آپ مروان کے پاس چلتے اور عذر خواہی کرتے۔ آپ نے فرمایاکہ میں مروان کے پاس تو ہرگز نہ جاؤں گا نہ اس سے معذرت کروں گا لیکن عثمان کے پاس چل سکتا ہوں۔

یہ لوگ حضرت کی خدمت سے واپس ہوئے اور عثمان کے پاس آئے اور کل گفتگو نقل کر دی۔ موصوف نے ایک شخص کو حضرت علیؑ کو بلانے کے لئے بھیجا آپ افراد بنو ہاشم کو ساتھ لے کر ان کے پاس آئے اور حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایاکہ

اے عثمان تم جو مجھ سے اس لئے رنجیدہ ہوئے ہو کہ میں ابوذر کو پہنچانے بیرون مدینہ تک گیااور ان سے گفتگو کی تو خدا کی قسم میں نے یہ سب کچھ اس لئے نہیں کیاکہ تم کو تکلیف پہونچاؤں اور تمہارے حکم کی خلاف ورزی کروں بلکہ میں نے تو یہ سب ابوذر کا حق ادا کرنے کے لئے کیا تھا۔

رہا مروان چونکہ اس نے خداوند عالم کا ایک حق ادا کرنے سے مجھے روکنا چاہا تھااس لئے میں نے اسے اس طرح پلٹا دیا جس طرح میرے مانند انسان کو مروان ایسے شخص کو واپس کرنا چاہیئے۔

لیکن اے عثمان مجھ سے اور تم سے جو باتیں ہوئیں جس سے تم مجھ سے خفا ہو گئے تو تم ان باتوں کے لئے اپنے غیظ و غضب کو دل سے نکال دو

جن کا میں نے ارادہ بھی نہیں کیا تھا۔

حضرت کے اس ارشاد گرامی کے بعد عثمان کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد کہا کہ

آپ سے میرے بارے میں جو کچھ ہوا میں اسے معاف کرتا ہوں لیکن آپ نے مروان کے ساتھ جو کچھ کیا خدا اسے معاف کرے اے علیؑ آپ نے جو قسم کھائی آپ اپنی قسم میں سچے ہیں اب اپنا ہاتھ میرے قریب لائیے انھوں نے حضرت علیؑ کا ہاتھ لیا اور اپنے سینے سے لگایا۔

ان باتوں کے بعد قریش اور بنو امیہ نے مروان کو بہت ابھارا کہ حضرت علیؑ سے بدلہ لے مگر اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں حضرت علیؑ کے مقابلہ میں آنے کی ہمت و جرأت نہیں رکھتا ہوں۔

شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید سے جو واقعات ہم نے نقل کئے ہیں ان سے انکار کی کسی کو مجال نہیں ہے۔ تاریخ اعثم کوفی وغیرہ میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ یہ تمام حالات درج ہیں۔[۱۰]

جناب ابوذر کچھ عرصہ تک عالم غربت و تنہائی میں ربذہ میں بسر کرتے رہے آنے جانے والے حاجی آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ کی امداد کرنا چاہتے تھے مگر آپ کسی کی کوئی چیز بھی قبول نہیں کرتے تھے۔

یہاں تک کہ آپ مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور حالت دگرگوں ہوئی یہاں بجز آپ کی زوجہ ام ذر اور خدا کے کوئی بھی آپ کے پاس موجود

۱۰۔ ہم نے ان واقعات کو ایک سنی مورخ کی کتاب سے نقل کیا ہے اس لئے اس میں بعض ایسی باتیں درج ہیں جو شیعی نقطۂ نظر سے درست نہیں ہیں ناظرین مطالعہ کے وقت متوجہ رہیں۔ (مؤلف)

نہیں تھا۔

مقام ربذہ میں جب جناب ابوذر کی موت کا وقت آیا تو ان کی زوجہ نے رونا شروع کیا جناب ابوذر نے کہا کیوں روتی ہو انھوں نے عرض کی رونے کا سبب یہ ہے کہ تمہارے مرنے کے بعد کفن دینا ضروری ہے لیکن میرے پاس کوئی ایسا کپڑا نہیں ہے جو کفن کے لئے کافی ہو۔ جناب ابوذر نے فرمایا روؤ نہیں اس لئے کہ میں کچھ لوگوں کے ساتھ ایک دن حضرت رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر تھا تو حضرت کو کہتے سنا کہ تم لوگوں میں سے ایک شخص صحراء میں مرے گا جس کے جنازہ میں مومنین کی ایک جماعت شریک ہوگی اس وقت جتنے لوگ تھے ان میں سے ہر ایک شہر میں مرا ہے، میں زندہ اور باقی ہوں اور صحرا میں بھی ہوں، مر بھی رہا ہوں۔

تم راستہ کی دیکھ بھال رکھو عنقریب وہی دیکھو گی جو میں کہہ رہا ہوں خدا کی قسم نہ میں نے جھوٹ کہا ہے نہ مجھ سے جھوٹ کہا گیا ہے۔ زوجۂ ابوذر نے کہا اب ادھر سے کون آئے گا حاجیوں کے آنے کا زمانہ ختم ہو گیا ہے۔ ابوذر نے کہا تم راستہ کو دیکھتی تو رہو۔ وہ ٹکٹکی لگائے راستہ کو دیکھ رہی تھیں کہ کچھ لوگ نظر آئے جو اپنی سواریاں تیز دوڑا رہے تھے اور وہ لوگ خدا رسیدہ معلوم ہوتے تھے۔ وہ لوگ ان کے قریب آئے اور کہا تم یہاں کیسے اور کون ہو؟ انھوں نے کہا کہ ایک مرد مسلم مر رہا ہے تم اسے کفن دے کر اجر حاصل کرو ان لوگوں نے دریافت کیا وہ کون ہے؟ انھوں نے کہا ابوذر۔ سب نے کہا ہمارے ماں باپ ان پر فدا ہوں، سب سواریوں سے اتر پڑے اور جلدی جلدی

ابوذر کی خدمت میں حاضر ہوئے جناب ابوذر نے ان لوگوں سے کہا بشارت ہو تم ہی وہ لوگ ہو جن کے لئے پیغمبر اسلامؐ نے یہ فرمایا تھا۔

اس کے بعد کہا اس وقت میں جس حالت میں اور جہاں ہوں تم دیکھ رہے ہو اگر میرے پاس کوئی ایسا کپڑا ہوتا جس میں مجھے کفن دیا جاسکتا تو مجھے اسی میں کفنایا جاتا (مگر ایسا کوئی کپڑا میرے پاس نہیں ہے) اب میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ میرے کفن کا کپڑا ایسا شخص نہ دے جو سردار رہا ہو عریف (شناخت کرنے والا) رہا ہو، قاصد رہا ہو۔ وہاں جتنے افراد تھے ان میں سے ہر شخص ان صفات میں سے کسی نہ کسی صفت سے متصف تھا صرف ایک نوجوان انصاری ان سے متصف نہیں تھا اس نے کہا میں کفن دوں گا میرے سامان میں میری ماں کے ہاتھ کے بنے ہوئے کپڑے ہیں۔ جناب ابوذر نے کہا تم ہی مجھے کفن دینا۔ جناب ابوذر نے ۳۲ھ میں وفات پائی عبد اللہ بن مسعود نے نماز جنازہ پڑھائی۔

استیعاب[1] میں ہے کہ

جب جناب ابوذر کی وفات ہو گئی تو جناب عبد اللہ بن مسعود نے ان پر نماز پڑھی اس لئے کہ وہ چند فاضل صحابہ کے ساتھ جن میں جناب حجر بن ادبر مالک بن حارث اشتر اور انصاری جوان تھے یہ لوگ کوفہ سے پلٹ رہے تھے ان لوگوں کو زوجۂ ابوذر نے بلایا تھا۔ موت ابوذر کے وقت یہ لوگ موجود تھے انھیں لوگوں نے حالت احتضار میں جناب ابوذر کی آنکھیں بند کیں غسل

---

[1] برحاشیہ اصابہ ج ۱ ص ۲۱۴۔

دیااور جوان انصاری کے کپڑوں کا کفن دیا جس کے بارے میں عجیب غریب خبر منقول ہے اور جو بہت چوڑا چکلا بھی تھا۔

وفات جناب ابو ذر کی ایک روایت علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ ج ۳ ص ۴۱۶ پر استیعاب سے نقل کی ہے جسے ہم اصحاب امیر المؤمنینؑ کی قربانیاں ج ۲ ص ۱۱ پر حالات جناب مالک اشتر میں نقل کر چکے ہیں اسے ناظرین ضرور ملاحظہ کریں اس لئے کہ اس سے حقانیت مذہب شیعہ پر روشنی پڑتی ہے۔

جناب مقداد بن عمرو

جناب مقداد کے والد اصل میں عمرو ابن ثعلبہ بن مالک ابن ربیعہ بن عامر بن مطرد و النهرانی اور بقول بعض خضرمی تھے۔ [1]

ان سے کسی بات پر ابو شمر بن حجر کندی سے جھگڑا ہو گیا تھا انھوں نے اس کے پیر پر تلوار ماری اور بھاگ کر مکہ آگئے اور اسود بن عبد یغوث زہری کے حلیف ہو گئے انھوں نے اپنے باپ کو بھی مکہ ہی میں بلا لیا۔ اسود نے ان کو اپنا بیٹا بنا لیا اس لئے ان کو مقداد بن اسود کہتے ہیں۔ [2]

ان کی کنیت میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں ابو الاسود کنیت ہے بعض کا قول ہے کہ ابو عمر اور بعض کہتے ہیں ابو سعید کنیت ہے۔

جناب مقداد جلیل القدر صحابی رسولؐ تھے ان کے فضائل میں وارد

۱؎ اصابہ ج ۳ ص ۴۵۴۔

۲؎ اصابہ ج ۳ ص ۴۵۴۔

ہے کہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ خدا نے مجھے چار آدمیوں کی محبت کا حکم دیا ہے اور یہ خبر دی ہے کہ خدا بھی ان کو دوست رکھتا ہے وہ افراد حسب ذیل ہیں :

حضرت علی ابن ابی طالبؑ، جناب مقداد، جناب ابوذر، جناب سلمان فارسی اس روایت کو ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی سند حسن سے نقل کیا ہے۔[۱]

جامع صغیر علامہ سیوطی میں ہے کہ

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ جنت چار آدمیوں کی مشتاق ہے۔ علیؑ، عمارؓ، سلمانؓ اور مقدادؓ۔

جناب مقداد سابقین اسلام میں داخل ہیں۔ جن سات افراد نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا ان میں جناب مقداد کا بھی شمار ہے۔

انھوں نے دو ہجرتیں کیں، ہجرت حبشہ ہجرت مدینہ۔ جنگ بدر اور جناب سرور عالمؐ کی تمام لڑائیوں میں شریک تھے۔ جنگ بدر میں تنہا جناب مقداد ہی گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تھے۔ جس کا نام سبحہ تھا۔ ان کا عقد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضباعہ بنت زبیر ابن عبد المطلب سے کر دیا تھا جو حضرت کی چچازاد بہن تھیں۔

واقعہ یہ گذرا کہ ایک دن جناب مقداد اور عبد الرحمن بیٹھے تھے عبد الرحمان نے کہا تم شادی کیوں نہیں کرتے ہو جناب مقداد نے کہا اپنی لڑکی

---

[۱] اصابہ ج ۳ ص ۴۵۵۔

مجھے بیاہ دو یہ سن کر عبد الرحمان بہت خفا ہوئے اور جناب مقداد سے سخت کلامی کی۔ جناب مقداد نے اس کی شکایت جناب رسالت مآبؐ سے کی آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہاری شادی کر دوں گا اس کے بعد آپ نے اپنے چچا (زبیر) کی بیٹی ضباعہ بنت زبیر ابن عبد المطلب سے ان کا عقد کر دیا۔[۱]

جناب مقداد جام محبت امیر المؤمنینؑ میں سرشار تھے اس نشہ میں ہمہ وقت مست رہتے تھے حضرت کے سب سے زیادہ مخلص شیعوں میں شمار ہوتے تھے۔

علامۂ شیخ ابو عمر کشی علیہ الرحمہ کتاب اسماء الرجال میں تحریر فرمایا ہے کہ

حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ تین آدمیوں کے سوا بعد رحلت پیغمبر اسلامؐ سب مرتد ہو گئے تھے وہ تین آدمی حسب ذیل ہیں۔ سلمان، ابوذر، مقداد۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ عمار یاسر کے لئے کیا ارشاد ہے تو حضرت نے فرمایا کہ وہ حق ہے کچھ پلٹ گئے تھے لیکن پھر حق کی طرف واپس آگئے لیکن اگر کوئی شخص جاننا چاہتا کہ جس کے دل میں ذرہ برابر شک پیدا نہیں ہوا وہ مقداد ہیں۔

ان روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جناب مقداد کی منزلت کیا تھی فضائل و محامد کے کن مراتب پر فائز تھے اور آخری روایت تو اس کو بھی واضح کرتی ہے کہ بعد رحلت پیغمبر اسلامؐ وصایت و خلافت حضرت امیرؑ میں جس

---

[۱] اصابہ ج ۳ ص ۴۵۵۔

کے دل میں ذرہ برابر شک و شبہ پیدا نہیں ہوا وہ تنہا جناب مقداد تھے۔

مسئلہ خلافت میں جناب مقداد حضرت امیر المؤمنینؑ کی نصرت میں برابر مخالفین سے احتجاج کیا کرتے تھے چنانچہ بعد رحلت پیغمبرؐ جن بارہ مہاجرین وانصار نے بیعت ابو بکر کے خلاف احتجاج کیا تھا ان میں جناب مقداد بھی داخل تھے آپ احتجاج کے لئے جناب ابو ذر کے بعد اٹھے اور فرمانے لگے کہ اے ابو بکر اپنے ظلم سے باز آجا بارگاہ رب العزت میں توبہ کر اپنے گھر میں بیٹھ کر اپنی خطاؤں پر گریہ وزاری کر امر خلافت اس کے مالک کے سپرد کر دے جو تجھ سے اولیٰ اور بہتر ہے تم جانتے ہو کہ جناب رسالت مآبؐ نے کس کی بیعت کا قلادہ تمہاری گردن میں ڈالا تھا اور تمہارے اوپر یہ لازم قرار دیا تھا کہ اسامہ بن زید کے جھنڈے کے نیچے مدینہ سے باہر چلے جاؤ۔ حالانکہ اسامہ آپ کا غلام تھا اس امر پر آپ نے اس بات پر متنبہ کر دیا کہ امر خلافت کے تم مستحق نہیں اور نہ وہ مستحق ہے جو تمہارا دست وبازو ہے نیز تم دونوں کو ایک ایسے شخص کی سرداری میں جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ جو نفاق کا نشان دشمنی کی کان اور لڑائی جھگڑے کی جڑ ہے یعنی عمرو ابن عاص جس کے لئے خدا نے اپنے نبیؐ پر قرآن میں انزل کیا ہے **انا شانئك هو الابتر** اے پیغمبر تمہارا دشمن مقطوع النسل ہے اس کے بعد جناب مقداد نے فرمایا کہ اہل علم میں اس بارے میں اختلاف نہیں ہے کہ یہ آیت عمرو کے بارے میں نازل ہوئی اور عمرو کو تم دونوں اور تمام منافقین پر غزوۂ ذات

السلاسل میں پیغمبر اسلامؐ نے سر دار بنا کر بھیجا تھا۔ عمرو نے تم دونوں کے سپرد لشکر کی حفاظت کا کام کیا تھا تم نے لشکر کی حفاظت سے (اتنی ترقی کی کہ خلافت پر پہنچ گئے) اے ابو بکر وقت گذرنے سے پہلے خلافت کو ترک کر دو اس لئے کہ یہ تمہاری زندگی اور موت دونوں کے بعد تمہیں محفوظ رکھے گا اور دنیا پر بھروسہ نہ کرو۔ قریش اور دوسرے افراد تمہیں دھوکا نہ دیں اس لئے کہ عنقریب دنیا مضمحل ہو جائے گی اور تم اپنے پالنے والے کی بارگاہ میں حاضر ہو گے وہ تم کو تمہارے عمل کی جزادے گا۔ اے ابو بکر تم علم اور یقین سے جانتے ہو کہ بعد رسول خداؐ مالک خلافت حضرت علیؑ ہیں اس لئے خلافت ان کے سپرد کر دو جو خدا نے ان کے لئے معین کی ہے۔ اس سے تمہارا پردہ باقی رہ جائے گا اور تمہارا بوجھ ہلکا ہو جائے گا خدا کی قسم میں نے تمھیں نصیحت کی اگر تم میری نصیحت پر عمل کرو۔ [۱]

جب عمر کے مرنے کے بعد اصحاب شوریٰ مسئلہ خلافت کو طے کرنے کے لئے تین دن تک آپس میں بحث و مباحثہ کرتے رہے تیسرے دن عبد الرحمٰن ابن عوف نے مہاجرین وانصار کو جمع کیا تا کہ حضرت علیؑ یا عثمان سے بیعت کریں لوگ گروہ در گروہ جمع ہو رہے تھے۔ اس اثناء میں جناب مقداد نے اس جماعت کے درمیان بلند آواز سے ندا دی کہ اے گروہ مردم میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے سنو۔ میں مقداد بن عمرو ہوں۔ اگر تم نے حضرت علیؑ کی بیعت کی تو ہم اطاعت و فرمانبرداری کریں گے اور اگر عثمان کی بیعت

۱۔ ناسخ التواریخ حالات ابو بکر ص ۵۰۔

کی تو نا فرمانی کریں گے۔ جناب مقداد کی ندا سن کر عبد اللہ بن ربیعہ ابن مغیرہ مخزومی نے آواز دی کہ اے گروہ مردم اگر تم نے عثمان کی بیعت کی تو ہم اطاعت و فرمانبرداری کریں گے اور اگر حضرت علیؑ کی بیعت کی تو نا فرمانی کریں گے۔ جناب مقداد نے عبد اللہ کی یہ گفتگو سن کر ارشاد فرمایا کہ اے دشمن رسولؐ و کتاب خدا تیرے مانند انسان کی باتوں کو صلحاء امت نہیں مانیں گے۔ [۱]

عبد الرحمان ابن عوف کی چالاکی اور ترکیب سے جب عثمان کی بیعت ہو گئی تو جناب مقداد مسجد میں بیٹھے ہوئے کف افسوس ملتے رہتے تھے اور کہتے تھے کہ حیرت ہے قریش کے افراد سے کہ جنھوں نے خلافت کو اہلبیتؑ رسالت سے موڑ کر دوسری طرف کر دیا حالانکہ اہلبیتؑ معدن فضل، زمین کے ستارے اور مملکت کے لئے نور ہیں۔ ان میں میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا ہے جس کے مانند حق کو جاری کرنے عدل کے ساتھ فیصلہ کرنے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بعد جناب رسالت مآبؐ کسی شخص کو نہیں پایا۔ معروف ابن سوید اس وقت مسجد میں موجود تھا اس نے جناب مقداد سے پوچھا کہ تم نے ان کلمات سے کسے مراد لیا ہے جناب مقداد نے فرمایا کہ رسالت مآبؐ کے چچازاد بھائی علی ابن ابی طالبؑ ہمارے مطلوب ہیں۔ [۲]

جناب مقداد چونکہ بنی ہاشم کے داماد تھے اس لئے ان کو جسمانی تکلیفیں تو نہیں دی گئیں لیکن محبان اہلبیتؑ کو ڈرانے دھمکانے کے لئے

۱۔ تاریخ التواریخ حالات عثمان ص ۲۴۶۔

۲۔ تاریخ التواریخ حالات عثمان ص ۲۴۹۔

بارہ مہاجرین وانصار کے احتجاج کے بعد چار ہزار کا جو لشکر مسجد رسولؐ میں آیا تھا اور جن لوگوں کو قتل کی دھمکی دی تھی ان میں جناب مقداد بھی داخل تھے۔ جناب مقداد کی وفات ۳۳ھ میں واقع ہوئی۔

جناب سلمانؓ محمدیؒ

جناب سلمان محمدی ایرانی تھے اسی سبب سے آپ کو سلمان فارسی بھی کہتے ہیں اصل مین ان کا نام نامی روزبہ تھا۔ تلاش حق اور سچے دین کی تحقیق میں مصائب میں گرفتار ہوئے قید خانوں کی سیر کی دس بار غلام بنا کر بیچے گئے۔ متعدد اوصیاء حضرت عیسیٰؑ کی خدمت میں پہنچے۔ آخر میں جس راہب تک رسائی ہوئی اس نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے مبعوث برسالت ہونے کی بشارت دی۔ چنانچہ آپ مکہ آے عثمان بن اشہل کے غلام تھے اس سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے تین سو درختان خرمہ اور چالیس وقیہ سونے کے عوض میں خرید فرما کر آزاد کر دیا۔ جب حضرت نے مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں قیام کیا تو جناب سلمانؓ بھی مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں آباد ہو گئے۔

جناب علامہ شیخ الموحدین محی الدین محمد عربی نے اپنی کتاب فتوحات میں حدیث "سلمان منا اهل البیت" سے جناب سلمان کی عصمت پر استدلال کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ

چونکہ جناب رسالت مآبؐ پروردگار عالم کے عبد خاص تھے اور خدا

وند عالم نے آپ کو اور آپ کے اہلبیت کو اچھی طرح پاک و پاکیزہ پیدا کیا تھا اور ہر قسم کے رجس اور تمام ان چیزوں سے جو ان کے لئے باعث عیب ہوں طاہر و مطہر کیا تھا۔ اور جیسا کہ فراء نے حکایت کی ہے کہ رجس عرب کے نزدیک گندگی کو کہتے ہیں اور خداوند عالم نے فرمایا ہے:

انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهر کم تطهیرا.

اے اہل بیت خدا کے علم میں یہ بات گذر چکی ہے کہ تم کو ہر طرح کی گندگی سے دور رکھے اور جو حق طہارت ہے اس طرح تم کو پاک و پاکیزہ قرار دے۔

اس لئے ان کی طرف صرف پاک و پاکیزہ ہی چیز منسوب کی جا سکتی ہے اور ایسا ہونا بھی ضروری تھا اس لئے کہ جو چیز بھی ان کی طرف منسوب ہو گی (اگر عیب دار ہو گی تو) وہ ان کے لئے باعث نقص و عیب ہو گی۔ اس لئے اہل بیت اپنی طرف ایسی ہی چیز کو منسوب کر سکتے ہیں کہ جس کی طہارت و پاکیزگی کا حکم کیا گیا ہو۔ یہ نبی کی طرف سے سلمان کے لئے شہادت و گواہی ہے۔ جناب سلمانؓ کی طہارت و حفاظت الٰہی اور عصمت کی اس لئے کہ آپ نے ان سے ہر طرح کی نجاست دور ہونے کی گواہی دی ہے اس لئے اہلبیت کی طرف صرف مطہر و مقدس ہی چیز منسوب ہو سکتی ہے۔ جب سلمانؓ فارسی کا یہ حال ہے تو پھر تمہارا گمان اہلبیت کے لئے کیا ہے اس لئے کہ وہ تو مطہر بلکہ عین طہارت ہیں۔

جناب علامۂ نوری علیہ الرحمہ کتاب نفس الرحمٰن میں کہتے ہیں کہ جناب سلمانؓ اوصیا جناب عیسیٰؑ میں داخل تھے نیز وہ کہتے ہیں کہ۔ جناب سلمانؓ حضرت عیسیٰؑ کے آخری وصی تھے۔

جناب سلمان فارسیؓ جلیل القدر صحابی پیغمبر اسلامؐ تھے حضرت امیرؑ کے مخلص وباوفا شیعہ تھے۔ علامہ ابو محمد عبد اللہ بن مسلم ابن قیتبہ متوفی ۲۷۰ھ جو مشاہیر علماء اہل سنت میں داخل ہیں فرماتے ہیں جیسا کہ مجالس المؤمنین ص ۹۰ پر مذکور ہے کہ

اصحاب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اٹھارہ رافضی تھے۔

موصوف نے ان میں جناب سلمانؓ کو بھی شمار کیا ہے" حضرت سلمانؓ محبت اہل بیتؑ میں ایسے ثابت قدم تھے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو منا اہل بیتؑ کے معزز خطاب سے سرفراز فرمایا۔

جناب شیخ الطائفہ علامہ ابو جعفر محمد بن حسن طوسیؒ اپنی امالی میں اپنے اسناد سے امام محمد باقرؑ سے نقل کرتے ہیں کہ

ایک دن کچھ اصحاب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ہوئے اپنے اپنے نسب کا ذکر کرکے فخر کر رہے تھے جناب سلمانؓ بھی ان لوگوں میں بیٹھے ہوئے تھے عمر بن خطاب نے جناب سلمانؓ سے کہا کہ سلمانؓ بیان کرو تمہارا نسب کیا ہے جناب سلمانؓ نے کہا کہ میں سلمانؓ بن عبد اللہ ہوں گمراہ تھا خداوند عالم نے جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے ہدایت فرمائی غلام و مملوک تھا حضرت ہی کے ذریعہ سے مجھے آزاد کردیا۔

عمر یہی میرا حسب و نسب ہے۔

راہ محبت امیر المؤمنینؑ میں ان کو بھی طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں لیکن ان کے پائے استقلال میں لغزش نہیں پیدا ہوئی۔ جناب سلمانؓ ایسے پر خلوص و پر جوش شیعہ تھے کہ جب بارہ اصحاب پیغمبر اسلامؐ نے یہ طے کیا کہ ابو بکر کو منبر رسولؐ سے اتار لیں تو ان میں ایک جناب سلمانؓ بھی تھے چنانچہ لبان بن تغلب نقل کرتے ہیں کہ

میں نے امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا کہ آیا اصحاب پیغمبر اسلامؐ سے کسی نے ابو بکر سے پیغمبر اسلامؐ کی جگہ پر بیٹھ جانے کو ناپسند بھی کیا۔ حضرت نے فرمایا ہاں بارہ افراد نے اسے ناپسند کیا ان میں مہاجرین کے حسب ذیل افراد تھے۔ مقداد بن اسود، ابو ذر غفاری، سلمان فارسی، برید اسلمی، خالد بن سعید، عمار بن یاسر اور انصار سے حسب ذیل افراد نے اسے ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا ابو الہیثم بن تیہان، عثمان بن حنیف، سہل بن حنیف، خزیمہ بن ثابت، ابی بن کعب اور ابو ایوب انصاری ان لوگوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ جب ابو بکر بن قحافہ منبر رسولؐ خدا پر آکر بیٹھیں تو انہیں منبر سے نیچے اتار لیں بعض نے کہا کہ یہ اس وقت تک نہ کرنا چاہیئے جب تک حضرت امیرؑ سے مشورہ نہ کر لیا جائے یہ سب لوگ ایک ساتھ حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے مولا آپ نے اپنا حق چھوڑ دیا اور اپنے دست تصرف کو خلافت سے علیحدہ کر لیا حالانکہ پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا ہے کہ علی مع الحق والحق مع علی یمیل کیف مال علیؑ حق کے ساتھ ہیں اور حق علیؑ کے

ساتھ ہے حق ادھر مڑتا ہے جدھر علیؑ مڑتے ہیں۔ اے آقا ہم لوگ یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ ابو بکر کو منبر رسولؐ سے نیچے اتار لیں۔ ہم اس وقت اس کے متعلق آپ سے مشورہ کرنے آئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا خدا کی قسم اگر تم لوگ ایسا کرو گے تو یہ لوگ تلوار کھینچے ہوئے میرے پاس آئیں گے اور کہیں گے آپ چل کر ابو بکر کی بیعت کیجئے ورنہ ہم آپ کو قتل کر دیں گے اور جب یہ لوگ یہ کریں گے تو مجھے ان کو دور کرنا ضروری ہو گا حالانکہ پیغمبر اسلامؐ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ یہ امت میرے بعد تم سے غداری کرے گی اور میرے عہد و پیمان کو توڑ دے گی اے علیؑ تم کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی جس طرح بنی اسرائیل نے موسیٰؑ و ہارونؑ کو چھوڑ دیا تھا اور گوسالہ کی پرستش کرنے لگے تھے اسی طرح یہ امت تم کو بھی چھوڑ دے گی اور کسی دوسرے کو خلافت کے لئے چن لے گی۔ میں نے عرض کیا اے خدا کے رسولؐ میں ان لوگوں کے ساتھ کیا برتاؤ کروں حضرت نے فرمایا اگر ناصر و مددگار پانا تو جنگ کرنا اور اگر ناصر و یاور نہ پانا تو میرے پاس آنے کے وقت تک صبر کرنا۔[۱]

صاحب ناسخ التواریخ[۲] حالات سقیفہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

جناب سلمان فارسی سقیفۂ بنی ساعدہ میں بیعت ابو بکر کے وقت موجود تھے چونکہ انھیں یہ بیعت ناگوار و ناپسندیدہ تھی اس لئے انھوں نے اپنی مادری زبان میں کہا "کردید و نکردید" تم نے بیعت کیا اور نہیں کیا۔

۱۔ مجالس المؤمنین ص ۸۶۔

۲۔ حالات ابو بکر ص ۲۷۔

جناب سلمانؓ نے ان کلمات سے اس امر کی طرف کنایہ کیا تھا کہ اے مہاجرین و انصار بیعت کرنا درست و بجا تھا لیکن علیؑ بن ابی طالبؑ کی بیعت کرنا چاہیئے تھا مگر تم نے ان سے بیعت نہیں کی (گویا تمہاری یہ بیعت بیعت ہی نہیں ہوئی)

اسی مطلب کو فارسی کے بعد جناب سلمانؓ نے عربی میں کہا:

اصبتم الخیر و لکن اخطاتم المعدن

بیعت کر کے تم نے نیکی پائی لیکن معدن (علی ابن ابی طالبؑ) کی بیعت ترک کر کے تم نے غلطی کی ہے۔

اس موقع پر جناب سلمان کے اس قول کو بھی نقل کیا ہے۔

اصبتم ذالسن منکم و اخطاتم اھل بیت نبیکم مالو جعلتمو ھا فیھم ما اختلف منکم اثنان و لا کلتمو ھا رغداً.

بیعت کر کے جس آدمی کو تم نے پالیا لیکن اہلبیتؑ نبیؐ کی بیعت نہ کر کے تم نے غلطی کی ہے اگر تم خلافت کو اہل بیتؑ نبیؐ میں قرار دیتے اور ان کی بیعت کر لیتے تو تم میں سے دو آدمی بھی آپس میں اختلاف نہ کرتے اور تم لوگ خوشحالی اور فراخ دلی کے ساتھ دنیا میں کھاتے پیتے۔

جناب سلمانؓ فارسی کے پہلے قول کو علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے بھی شرح نہج البلاغہ میں نقل کیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ بارہ افراد منبر رسول اللہ کو گھیر کر بیٹھے۔ جب خالد بن سعید (دیکھو ص ۱۰۶ حالات خالد بن سعید) احتجاج کر چکے تو جناب سلمان محمدی کھڑے ہوئے اور کہا کہ

کردی ونکردی۔ تم نے کیا اور نہیں کیا۔ یہ کہہ کر بیعت سے انکار کردیا بس یہ سننا تھا کہ ان کی گردن مروڑ دی گئی۔

جناب سلمانؓ نے جب یہ دیکھا تو فرمایا کہ

موت جسے تم نہیں جانتے ہو کب آئے گی جب آجائے گی تو تم امر خلافت کو کس کے سپرد کر جاؤ گے جب تم سے کوئی ایسی بات پوچھی جائے گی جس کو تم نہیں جانتے ہو تو کس کے پاس جاکر پناہ لو گے وہ شخص جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہے رسولؐ سے زیادہ قریبی قرابت رکھتا ہے تاویل کتاب خدا وسنت نبیؐ کو تم سے زیادہ جانتا ہے اس سے مقدم ہونے کے بارے میں تمہارے پاس کیا جواب ہے جس کو اللہ کے رسولؐ نے اپنی حیات میں مقدم کیا ہے اور وفات کے وقت تم کو اس کے حقوق کی مراعات کرنے کی وصیت کی ہے لیکن تم نے اس کے بارے میں حضرت کے قول کو ترک کردیا وصیت کو بھلا دیا۔ حضرت سے جو وعدہ کیا تھا اس کی مخالفت کی عہد کو توڑا تم لوگوں کو اسامہ بن زید کے علم کے ساتھ جانے کے لئے حضرت نے جو گرہ باندھی تھی اس کے بعد جس طرح کے امور تم لوگ بجالائے ہو اس سے ڈرتے رہو حضرت کی مخالفت میں جن بڑے اور عظیم امور کو تم لوگ بجالائے ان سے بچو حضرت نے امت کو ان پر متنبہ کرنے کے لئے جو گرہ باندھی تھی تم نے اس کو بھی کھول ڈالا۔

اے ابوبکر عنقریب حکومت تمہارے لئے پاک وصاف ہو جائے گی لیکن گناہ تم کو بوجھل بنادے گا۔ تم اپنی قبر میں چلے جاؤ گے اور تمہارے

ہاتھوں نے جو کچھ کمایا ہے اسے ساتھ اٹھا کر لے جاؤ گے کاش تم جلد حق کی طرف پلٹ جاتے اور اپنے کیئے کی تلافی کرتے اور اپنے گناہان کبیرہ سے بارگاہ رب العزت میں توبہ کرتے تو یہ اس دن تمہارے نجات کا سبب بن جاتا جب تم قبر کے گڑھے میں تنہا رہو گے اور تمہارے مددگار چھوڑ کر چلے جائیں گے اس لئے یہ سب کچھ اسی طرح تم نے بھی سنا ہے جس طرح ہم نے سنا ہے تم نے بھی دیکھا ہے جس طرح ہم نے دیکھا ہے۔ لیکن پھر بھی تم نے خلافت کو اپنے ہاتھ میں لینے سے انکار نہیں کیا جس کے اختیار کرنے کی تمہارے پاس کوئی دلیل و عذر نہیں ہے۔ تم خلیفہ ہونے کو تو ہو گئے لیکن نہ خود تم کو نہ مسلمانوں کو تم سے کوئی فائدہ۔۔۔ پہنچ سکتا ہے اس لئے تم خدا سے ڈرو خدا سے ڈرو کان کھول کر سن لو جو خدا سے ڈرا اس نے حجت تمام کر دی تمام عذر دور کر دئے اور تم ان لوگوں میں نہ ہو جاؤ جو پشت پھیر لیتے ہیں اور تکبر اختیار کرتے ہیں۔

جب سلمان فارسیؓ محبت حضرت امیرؑ میں اتنے سرشار تھے تو یہ ناممکن تھا کہ ان کو اذیت نہ دی جاتی چنانچہ مجالس المؤمنین ص ۸۹ پر مرقوم ہے کہ

باوجود اس کے کہ جناب سلمان طرح طرح کے کمالات سے متصف تھے مگر پھر بھی صرف اس لئے کہ انھوں نے حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی اتنا پیٹا گیا کہ گردن ٹیڑھی ہو گئی اور وفات کے وقت تک یہ کیفیت باقی رہی۔ حضرت سلمان کی وفات ۳۶ھ میں ہوئی ہے۔

جنگ جمل

جب وسط ذی الحجہ ۳۵ھ میں عثمان ابن عفان مدینۃ الرسول میں جو مہاجرین وانصار کا وطن ومرکز اور جائے قیام تھا قتل کر دئے گئے تو مسلمانوں میں انتخاب خلیفہ کے لئے انتشار و بیچینی پیدا ہوئی اور بالآخر کل مہاجرین وانصار کے اتفاق سے جن میں طلحہ وزبیر بھی داخل تھے ۱۸/ ذی الحجہ ۳۵ھ کو حضرت علیؑ ظاہری اورنگ خلافت پر متمکن ہوئے مدینہ کے موجود مہاجرین وانصار نے باتفاق آپ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ مدینہ کے لوگ وفات رسولؐ کے بعد سے اب تک جس کے ہاتھ پر بیعت کر لیتے تھے وہی کل مملکت اسلامیہ کا سربراہ وخلیفہ وتاجدار تسلیم کر لیا جاتا تھا اور اگر کچھ لوگ اس کے خلاف بھی ہوتے تھے تو کوئی اس کی پرواہ نہیں کرتا تھا جیسا کہ ابوبکر کے انتخاب کے وقت ہوا۔ غرض یہ ہے کہ اب تک تینوں خلافتوں میں یہی ہوتا رہا۔

لیکن حضرت علیؑ کی متفقہ بیعت نے دشمنان حضرت علیؑ پر صاعقہ کا کام کیا چنانچہ طلحہ وزبیر نے حضرت علیؑ کی بیعت کرنے کے بعد بیعت توڑ دی اور معاویہ کی سازش سے وہ اور دیگر معزول شدہ عمال عثمان مکہ میں آکر مجتمع ہوئے ام المومنین عائشہ جو کل تک اقتلوا نعثلاً (نعثل یعنی عثمان کو

قتل کرو) کا فتویٰ دیتی تھیں اور عثمان سے بہت خفا رہتی تھیں۔

محاصرہ کی حالت میں انھیں چھوڑ کر مکہ روانہ ہو گئیں اور ابن عباس کو ہدایت کر گئیں تھیں کہ قتل عثمان سے ان سرکشوں کو منع نہ کرنا۔

ابن جریر نے میدانی سے نقل کیا ہے کہ ام المؤمنین عائشہ مدینہ سے مکہ اس وقت آئیں جب عثمان گھرے ہوئے تھے آپ مکہ ہی میں مقیم تھیں کہ اصغر نامی ایک شخص آیا آپ نے دریافت کیا لوگوں نے کیا کیا اس نے جواب دیا کہ مصر کے جو لوگ عثمان کے خلاف جمع ہوئے تھے عثمان نے ان کو قتل کر دیا یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ انا للہ و انا الیہ راجعون کیا وہ قوم قتل کر دی گئی جو حق طلب کر رہی تھی اور ظلم وجور کو ناپسند کرتی تھی خدا کی قسم میں تو اس پر راضی نہیں ہوں گی۔ (تذکرۂ خواص الامہ ص ۷ ۳)

لیکن جب مکہ سے مدینہ روانہ ہوئیں تو ابھی مقام سرف میں پہنچیں تھیں کہ ان کے ماموں کے قبیلۂ بنی لیث کا ایک شخص عبید بن ابی سلمہ نامی ملا جو ام کلاب کا بیٹا تھا آپ نے دریافت کیا کیا خبر ہے اس نے کہا کہ عثمان قتل کر دئے گئے اور لوگ آٹھ دن تک بے خلیفہ وامام کے باقی رہے۔

آپ نے دریافت کیا پھر لوگوں نے کیا کیا اس نے کہا سب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت پر اجماع کر لیا ہے۔ بس یہ سننا تھا کہ آپ نے کہا کہ اگر تیرے دوست (حضرت علیؑ) کے لئے بیعت خلافت پوری ہو گئی ہے تو کاش آسمان زمین پر پھٹ پڑتا مجھے واپس کرو اور مکہ پلٹ آئیں اور یہ کہتی جاتی تھیں کہ عثمان مظلوم قتل کیا گیا ہے خدا کی قسم میں اس کا خون ضرور

طلب کروں گی۔

عبید : آپ یہ کیوں کہہ رہی ہیں خدا کی قسم جنگ کے رخ کو سب سے پہلے جس نے ان کی طرف موڑا ہے آپ ہی کی ذات ہے خدا کی قسم آپ ہی تو کہتی تھیں نعثل (لمبی ڈاڑھی کا ایک یہودی تھا جس سے لوگ عثمان کو تشبیہ دیتے تھے) کو قتل کردو یہ کافر ہو گیا ہے۔

ام المؤمنین : لوگوں نے عثمان سے توبہ طلب کی انھوں نے توبہ کرلی اس کے بعد ان کو قتل کر دیا۔ میں نے بھی ان کے خلاف باتیں کہیں لوگوں نے بھی کہیں لیکن میرا آخری قول پہلے قول سے بہتر ہے۔

عبید : یہ جواب سن کر چند شعر پڑھتا ہے جن کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ

آپ ہی سے ابتدا ہوئی آپ ہی کے سبب سے تغیرات رونما ہوئے آپ ہی کے سبب سے ہوائیں اٹھیں اور بارش ہوئی۔ آپ ہی نے امام (عثمان) کے قتل کا حکم دیا اور آپ ہی نے ہم سے کہا کہ یہ کافر ہو گئے ہیں۔ یہ فرض کر لیجئے کہ ان کے قتل میں ہم نے آپ کی اطاعت کی لیکن ہمارے نزدیک تو عثمان کا قتل وہ ہے جس نے قتل کا حکم دیا ہے (اس واقعہ سے) نہ ہمارے اوپر آسمان پھٹ پڑا نہ آفتاب وماہتاب کو گہن لگا۔ لوگوں نے ایک ایسے غضبناک باتدبیر کی بیعت کی ہے جو بارہ کی کجی کو سیدھا کر دے گا۔ وہ جنگ کے لئے اپنے جنگی لباس پہن لے گا اور وفادار کے مانند غدار نہیں ہو سکتا۔

(اتحاف الوردی باخبار ام القری از تشئید المطاعن ج ۳ ص ۳۴۳)

ناظرین اس گفتگو میں حسب ذیل باتیں ملاحظہ کریں حقیقت واضح

ہو جائے گی۔

۱۔ ام المؤمنین نے مصریوں کے قتل کی خبر سنی تو ان سے ہمدردی کا اظہار کیا اور ان کو طالب حق، ظلم کو ناپسند کرنے والا کہا دیکھو تذکرۂ خواص الامہ ص ۷ ۳۔)

۲۔ جب عبید بن ابی سلمہ نے قتل عثمان کی خبر بیان کی تو نہ یہ کہا کہ وہ مظلوم قتل ہوئے اور نہ عوض خون لینے کا ارادہ ظاہر کیا بلکہ علامہ یوسف ابن مطہر حلی تو کشف الحق و نہج الصدق میں تحریر کرتے ہیں کہ اظہار مسرت کیا اور ابن روز بہان نے ابطال باطل میں اور باتوں کا تو جواب لکھا ہے مگر اس کا جواب بھی نہیں لکھا بلکہ اس پر خاموش رہا جس کے معنی یہ ہیں یہ ان کو تسلیم ہے۔

۳۔ جب کل اہل مدینہ کے امیر المؤمنین علیہ السلام کے بیعت کی خبر سنی تو آپے سے باہر ہو گئیں اور فرمایا کاش آسمان زمین پر پھٹ پڑتا اور اب کہا مجھے واپس کرو واپس کرو عثمان مظلوم قتل ہوئے ہیں میں ان کے خون کا بدلہ ضرور طلب کروں گی۔

اس کا حاصل یہ ہوا یہ سب صرف دشمنی امیر المؤمنینؑ کے سبب سے تھا ورنہ اگر کسی اور کی بیعت کی گئی ہوتی تو ام المؤمنین کی نہ یہ کیفیت ہوتی نہ مطالبہ خون عثمان کرتیں ام المؤمنین عائشہ نے مکہ پہنچتے ہی یہ اعلان کر دیا کہ چند معمولی باتوں پر شخص مظلوم کو شہید کر دیا گیا حالانکہ ان کے پاس اس فعل کے لئے کوئی جواز نہ تھا ان کو بے گناہ مار اگیا ہے میں خون عثمان کا قصاص لے

کر اسلام کو سر بلند کروں گی آپ کے اس ارشاد کے بعد مکہ کے مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت عثمان غنی کا قصاص لینے کے لئے سر فروشی پر آمادہ ہو گئی۔ (مکمل تاریخ اسلام مصنفہ شوکت علی فہمی ص ۳۴۸)

ام المؤمنین عائشہ کے اس اعلان کی ہمنوائی عبد اللہ بن زبیر نے کی ادھر معاویہ کی سازش سے طلحہ و زبیر بھی مدینہ سے حضرت امیرؑ کی بیعت توڑ کر مکہ آگئے مروان بن حکم اور افراد بنی امیہ بھی مکہ آچکے تھے۔

حضرت نے جن عمال زمانۂ عثمان کو معزول کیا تھا ان میں سے عبد اللہ بن عامر حاکم بصرہ اور یعلیٰ ابن منبہ عامل یمن بھی مکہ پہنچ گیا۔ یہ سب افراد ام المؤمنین کے ہمنوا بن گئے چنانچہ یعلیٰ ابن منبہ نے چھ سو اونٹ اور چھ لاکھ درہم (جو خراج یمن کا لے کر بھاگ آیا تھا) پیش کئے۔ عبد اللہ بن عامر نے اعلان کر دیا کہ جو شخص اس نیک کام میں شریک ہوگا اس کو سواری اور زادِ راہ میں دوں گا غرض ان دونوں معزول شدہ عمال نے حضرت عائشہ کے لئے پورے لشکر کا سامان فراہم کر دیا۔ (مکمل تاریخ اسلام ص ۳۴۹)

عرنی نامی ایک شخص سے ام المؤمنین کی سواری کے لئے ایک اونٹ خرید اگیا لشکر روانہ ہوا اور عرنی کو راستہ بتانے کے لئے ساتھ لے لیا عرنی کہتا ہے کہ ہم جس وادی یا جس چشمہ سے گذرتے تھے لوگ مجھ سے اس کے متعلق دریافت کرتے تھے یہاں تک کہ ہم چشمۂ حوأب تک پہنچے وہاں کے کتوں نے بھونکنا شروع کیا لوگوں نے کہا کہ اس چشمہ کا کیا نام ہے تو میں نے کہا کہ یہ چشمۂ حوأب ہے۔

یہ سنا تھا کہ ام المؤمنین عائشہ چیخ اٹھیں اور اونٹ بٹھادیا اور فرمانے لگیں کہ خدا کی قسم میں ہی حواب کی کتے والی زوجہ (رسولؐ) ہوں اور تین مرتبہ کہا کہ مجھے واپس کرو، واپس کرو ام المؤمنین نے جب اونٹ بٹھادیا تو لوگوں نے بھی اپنے اونٹ ان کے گرد بٹھادئے اور آگے بڑھنے سے انکار کردیا چوبیس گھنٹہ اسی بحث میں گذر گئے اتنے میں عبداللہ ابن زبیر ام المؤمنین عائشہ کے پاس آئے اور کہا جلدی چلو جلدی چلو خدا کی قسم علی ابن ابی طالبؑ آگئے ہیں چنانچہ فوراً سارا لشکر چل کھڑا ہوا اور مجھے گالیاں دینا شروع کر دیا۔ (تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۷۱)

جناب عائشہ نے جب بصرہ جانے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے ان کے لئے ایک مضبوط اونٹ تلاش کیا جس پر ان کا ہودج باندھا جائے چنانچہ یعلیٰ ابن امیہ ایک اونٹ لایا جس کا نام عسکر تھا جو بڑے ڈیل کا مضبوط اونٹ تھا موصوفہ نے اس اونٹ کو دیکھ کر پسند بھی کیا جمال نے اپنے اونٹ کی مدح میں کچھ شعر پڑھے اور ان میں اس کا نام عسکر ذکر کیا ام المؤمنین نے جب عسکر کا نام سنا تو انا للہ وانا الیہ راجعون زبان پر جاری کیا لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمانے لگیں کہ مجھے رسالت مآبؐ نے عسکر نام کے اونٹ پر سوار ہونے کی ممانعت کی ہے اس لئے میں اس اونٹ پر سوار نہیں ہوں گی لوگ فوراً اس اونٹ کو واپس لے گئے لیکن اس کے مشابہ کوئی دوسرا اونٹ نہیں ملا تو اسی اونٹ کے جھول کو بدل کر ان کے سامنے پیش کیا اور کہا کہ اس سے بہتر اونٹ

۱۰؎ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۸۳۔

مل گیا ہے آپ سوار ہوں۔[۱]

ابو مخنف کہتا ہے کہ جب ام المؤمنین مقام حوأب میں پہنچیں جو بنی عامر ابن شعبہ کا چشمہ تھا وہاں کے کتوں نے اس زور شور سے بھونکنا شروع کیا کہ سخت سے سخت اونٹ بھی بھڑک اٹھے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے کہا دیکھتے ہو کہ حوأب میں کتنے زیادہ کتے ہیں اور کس زور شور سے بھونک رہے ہیں۔

ام المؤمنین عائشہ نے حوأب اور اس کے کتوں کا نام سنتے ہی اپنے اونٹ کی مہار روک لی اور کہا کہ یہ حوأب کے کتے ہیں مجھے واپس کرو اس لئے کہ میں نے رسول خداؐ سے حدیث سنی ہے اور حدیث کو ذکر کیا۔[۱]

مولوی شوکت علی فہمی مکمل تاریخ اسلام[۲] میں تحریر کرتے ہیں کہ یہ لشکر آگے بڑھتا ہوا جب حوأب کے چشمہ پر پہنچا تو کتوں نے بھونکنا شروع کیا حضرت عائشہ نے پوچھا کہ یہ کون سا مقام ہے جب ان کو بتایا گیا کہ یہ مقام حوأب ہے تو آپ بہت گھبرائیں اور آپ نے فرمایا کہ مجھے یہیں سے واپس کردو رسول اللہؐ نے پیشین گوئی کی تھی کہ میری ایک بیوی جب ناحق پر ہوگی تو اس پر حوأب کے کتے بھونکیں گے تم ان میں سے نہ ہونا میں آگے نہیں جاؤں گی حضرت عائشہ کے اس ارشاد پر فتنہ پرداز گھبرا گئے کیوں کہ ان کا تو سارا بنا بنایا کھیل بگڑا جا رہا تھا انھوں نے قسمیں کھا کھا کر حضرت عائشہ صدیقہ کو یقین دلانا شروع کیا کہ یہ حوأب نہیں ہے بلکہ دوسرا مقام ہے۔

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۸۰۔

۲۔ ایضاً ص ۳۴۹ و ۳۵۰۔

ام المؤمنین کے اس حدیث رسولؐ کے سلسلہ میں علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ ۱؎ میں تحریر کرتے ہیں کہ اس وقت ایک شخص نے کہا کہ ہم کو دیر ہوئی کہ چشمہ حواَب سے گذر چکے ہیں تو ام المؤمنین نے فرمایا کہ آیا کوئی گواہ ہے چنانچہ لوگوں نے پچاس بدو عربوں کو اجرت دے کر آمادہ کیا کہ وہ جھوٹی گواہی دیں کہ یہ چشمہ حواَب نہیں ہے یہ لوگ ام المؤمنین کے پاس آئے اور قسم کھا کر بیان کیا کہ یہ چشمہ حواَب نہیں ہے۔

ناظرین مورخین اہل سنت کے ان اقوال کو پڑھنے کے بعد خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ امیر المؤمنین علیہ السلام حق پر تھے اور جو لوگ آپ سے جنگ کے لئے جمل کے میدان میں آئے تھے باطل پر تھے۔

یہاں تک جن واقعات کو ہم نے تحریر کیا وہ تمہید تھی جنگ جمل میں جو مومنین حضرت امیر المؤمنینؑ کی نصرت میں شہید ہوئے ہیں ان کے کارناموں کے سمجھنے کے لئے اب آیئے ان شہداء میں سے بعض کے حالات دیکھئے اور یہ ملاحظہ کیجئے کہ اس جنگ میں کتنے مخلص محبان امیر المؤمنینؑ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

حکیم بن حبلہ عبدی

استیعاب ۲؎ میں مذکور ہے کہ

جناب حکیم شرف صحبت حضرت رسول اکرمؐ سے مشرف تھے جب

۱؎ شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید ج ۲ ص ۸۰۔

۲؎ بر حاشیہ اصابہ جلد ۱ ص ۳۲۴۔

عثمان خلیفہ ہوئے تو ان کو بھی ایک مقام کا حاکم بنایا۔ ابتداء میں تو انھوں نے قبول کرلیا لیکن تھوڑے دنوں کے بعد مستعفی ہو گئے۔ اور واپس چلے آئے۔

یہ ان افراد میں داخل تھے جو عثمان کی بد اعمالیوں پر ان کو برا بھلا کہا کرتے تھے۔

یہ وہ بزرگوار ہیں کہ جب ام المؤمنین عائشہ اور طلحہ و زبیر اطراف بصرہ میں پہنچے تو عثمان بن حنیف والی بصرہ نے حضرت امیرؑ کے حکم سے قبیلہ عبد قیس اور بکر بن وائل کے سات سو افراد کے ساتھ منزل ذابوقہ میں ان کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا اور وہ جب ان لوگوں کے مقابلہ میں آئے جنگ کی نوبت آگئی جناب حکیم نے بڑی جوانمردی سے جنگ و جدل و جہاد کیا اور شہید ہو گئے۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب طلحہ وزبیر نے جناب عثمان بن حنیف کو حیلہ و غداری سے گرفتار کر کے ان کی توہین و تذلیل کی (چہرے کے کل بال اکھیڑ ڈالے جیسا کہ ان کے حالات میں ذکر ہوگا) تو جناب حکیم عثمان بن حنیف کے انتقام کے لئے اپنے قبیلہ کے سات سو افراد لے کر مقابلہ کے لئے میدان میں اتر پڑے ان کی پنڈلی پر تلوار کا وار پڑا انھوں نے اپنی تلوار سے انتہائے شجاعت و بہادری سے اپنی پنڈلی کاٹ کر پھینک دی اور جنگ کرتے رہے اور بالآخر ایک تلوار ان کی گردن پر لگی اور گھوڑے سے جدا ہو گئے اور جام شہادت نوش کیا ان کے ساتھ ان کی قوم کے سات سو افراد بھی شہید ہو گئے۔

سعلـــ دول الاسلام ص ۱۸

علامہ ذہبی دول الاسلام ۱۰ میں تحریر کرتے ہیں کہ

جناب حکیم کی لوگ پیروی کرتے تھے شجاع و بہادر تھے سندھ کی حکومت ان کے سپرد کی گئی تھی جہاں انھوں نے جنگیں بھی کیں اور بصرہ میں آکر مقیم ہو گئے۔ لیکن جب جنگ جمل کی نوبت آئی تو انھوں نے اپنے سات سو ساتھیوں کے ساتھ اصحاب جمل سے جنگ شروع کر دی جنگ کرتے ہوئے ان کا پیر کٹ گیا کٹے ہوئے پیر سے اس شخص کو مارا جس نے پیر کاٹا تھا۔ وہ اس کی چوٹ سے جانبر نہ ہو سکا انھوں نے پھر جنگ شروع کی اور رجز میں فرمانے لگے کہ اے میری پنڈلی تو خوف نہ کر اس لئے کہ میرے ہاتھ میرے ساتھ ہیں اس سے میں اپنے گھوڑے کو سرخ رنگ سے رنگ دوں گا۔ جب خون بہت بہا تو اس مقتول سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے جس نے پیر کاٹ دیا تھا۔ ادھر سے ایک شخص کا گذر ہوا اس نے پوچھا تمہارے پیر کس نے کاٹے ہیں جواب دیا کہ میرے تکیہ نے میرا پیر کاٹا ہے یہ ایسا واقعہ ہے کہ بڑے بڑے بہادروں سے ایسی بات نہیں سنی گئی حکیم ان لوگوں میں داخل تھے جو عثمان کے خلاف لوگوں کو ابھارا کرتے تھے۔

ان کی شہادت جنگ جمل سے چند دن قبل واقع ہوئی۔

عثمان ابن حنیف انصاری

صحابی پیغمبر اسلامؐ تھے اور جن لوگوں نے حضرت امیرؑ کی طرف بعد بیعت ابوبکر واپسی اختیار کی تھی ان میں یہ بھی داخل تھے۔

علامہ حلیؒ نے خلاصۃ الاقوال میں ان کو ان صحابہ میں شمار کیا ہے جنھوں نے سب سے پہلے بیعت ابوبکر کے بعد حضرت امیرؑ کی اطاعت قبول کی تھی۔

جناب عثمان بن حنیف حضرت امیرؑ کی جانب سے حاکم بصرہ تھے۔ جب طلحہ و عائشہ بصرہ میں آئے تو ان کو بصرہ سے نکال دیا اور یہ حضرت امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

سید المحدثین نے تحفۃ الاخبار میں ذکر کیا ہے کہ جب عثمان بن حنیف کو لشکر عائشہ و طلحہ و زبیر کے آنے کی اطلاع ہوئی تو ایک شخص کو ان کے پاس روانہ کیا کہ تمہارے یہاں آنے کا سبب کیا ہے ام المؤمنین نے جواب دیا کہ اطراف و جوانب ملک کے احمقوں نے جمع ہو کر عثمان کا خون بہایا ہے میں مومنین کی ماں ہوں ان کے خون کا انتقام لینے آئی ہوں۔ قاصد نے یہ جواب جناب عثمان بن حنیف تک پہنچایا۔

مقام مرید میں جو پشت بصرہ پر ایک مقام کا نام تھا جنگ کے قصد سے عائشہ کا لشکر صف بستہ ہو کر کھڑا ہوا جناب عثمان بن حنیف نے بھی محبان جناب امیرؑ کا ایک لشکر ان کے مقابلہ میں لا کر کھڑا کیا۔ طلحہ و زبیر و ام المؤمنین نے خطبہ پڑھا اور لوگوں کو عوض خون عثمان لینے پر آمادہ کیا اور ان کے فضائل و مناقب بیان کیے۔ جب اہل بصرہ نے ان لوگوں کے خطبے سنے تو دو حصوں میں منقسم ہو گئے ایک گروہ تو طلحہ و زبیر و عائشہ کا ہمنوا ہو گیا دوسرا حضرت امیرؑ کی محبت پر ثابت قدم رہا۔ اور جواب میں کہا کہ جب حالات یہ تھے تو آپ

لوگوں نے پہلے حضرت امیر علیہ السلام کی بیعت کیوں کی حقیقت تو یہ ہے کہ آپ لوگ خون عثمان کا بہانہ کر کے خلافت طلب کرنے کے لئے یہاں آئے ہیں۔

بعض اصحاب پیغمبر اسلامؐ جو لشکر عثمان بن حنیف میں موجود تھے بلند آواز سے ہودج عائشہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ خدا کی قسم عثمان کا قتل ہونا بہت سبک ہے اس امر سے کہ تم حرم پیغمبر اسلامؐ کو لے کر اس مقام پر آئے ہو ان لوگوں نے ام المومنین سے خطاب کر کے کہا کہ اگر آپ خود یہاں آئی ہیں تو ہم پر لازم ہے کہ آپ سے جنگ کریں تا کہ پیغمبر اسلامؐ نے جو پردہ آپ کے لئے معین کیا ہے وہاں آپ کو واپس کر دیں اور اگر آپ کو یہ لوگ دھوکے سے لائے ہیں تو ہم کو ان سے جنگ کرنا ضروری ہے اس لئے کہ اس امر قبیح کے مرتکب ہوئے ہیں کہ اپنی عورتوں کو پردہ میں رکھا ہے اور حرم رسولؐ کو مخالفت خلیفہ برحق میں میدان جنگ میں لے کر آئے ہیں۔

اسی گفت و شنید کے بعد حکیم بن جبلہ نے لشکر طلحہ و زبیر پر حملہ کر دیا۔ طرفین سے گھمسان کا رن پڑا۔ دن بھر نیزوں تلواروں تیر و کمان و گرز کے وار ہوتے رہے۔ شام کو دونوں لشکر اپنے اپنے لشکر گاہ میں واپس چلے گئے دوسرے دن گذشتہ دن کی طرح جنگ ہوتی رہی جب نماز عشاء کا وقت آیا تو دونوں لشکر تھک کر بیٹھ گئے۔ ام المومنین عائشہ نے کہا کہ میں فتنہ فرو کرنے اور مسلمانوں کا خون بچانے کے لئے آئی تھی اور فتنہ و فساد و خونریزی کے لئے نہیں آئی تھی اس لئے مناسب یہ ہے کہ آپس میں صلح ہو جائے عثمان بن

حنیف نے کہا کہ جب تک آپ طلحہ وزبیر کو اپنے سے جدا نہیں کریں گی ہم صلح نہیں کریں گے اس لئے کہ ان دونوں نے خلیفۂ برحق کی بیعت توڑ دی ہے۔ ابھی صلح کی گفتگو کسی نتیجہ پر نہ پہنچی تھی کہ شب کے وقت طلحہ وزبیر نے عثمان بن حنیف پر شب خون مارا اور ان کے اکثر ساتھیوں کو قتل کر کے خود انھیں گرفتار کر لیا انھیں بھی قتل کرنا چاہتے تھے مگر مدینہ میں ان کے اعزاء اور اقارب سے خوفزدہ ہو کر قتل سے باز رہے لیکن ان کے داڑھی مونچھوں بھوؤں اور پلکوں کے بال نوچ ڈالے اور سر مونڈ کر چھوڑ دیا۔[۱]

تاریخ طبری[۲] میں ہے کہ طلحہ اور زبیر نے ایک تاریک اور سرد رات میں جس میں ہوائیں چل رہی تھیں اور کہرا پڑ رہا تھا لوگوں کو جمع کیا اور مسجد بصرہ آئے نماز عشاء کا وقت آچکا تھا اور یہ لوگ دیر میں نماز عشاء پڑھا کرتے تھے عثمان بن حنیف ابھی مسجد میں نہیں آئے تھے ان لوگوں نے پہرہ داروں پر حملہ کر دیا اور سب کو مسجد کے اندر قتل کر دیا اور دار الامارہ میں داخل ہوئے تاکہ عثمان بن حنیف کو نکال کر لے آئیں جب عثمان کو گرفتار کر کے طلحہ وزبیر کے پاس لایا گیا تو ان کے چہرے پر ایک بال بھی باقی نہیں تھا۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب عثمان بن حنیف کو گرفتار کیا تو لبان بن عثمان کو عائشہ کے پاس مشورہ کے لئے بھیجا انھوں نے مشورہ دیا کہ عثمان بن حنیف کو قتل کر دیا جائے لبان پلٹے ہی تھے کہ ایک عورت جو وہاں بیٹھی ہوئی تھی کہا اے ام المومنین میں آپ کو قسم دیتی ہوں کہ عثمان بن حنیف کو

۱۔ مجالس المومنین ص ۹۸۔

۲۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۷۸۔

قتل نہ کرائیے اس لئے کہ وہ رسول خداؐ کے صحابی ہیں چنانچہ انھوں نے حکم دیا کہ ابان کو واپس بلالو۔ جب ابان واپس آیا تو عائشہ نے کہا کہ عثمان کو قتل نہ کرو بلکہ قید کرلو۔ ابان نے کہا کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ اس لئے بلا رہی ہیں تو میں نہ پلٹتا۔ مجاشع بن مسعود نے کہا کہ عثمان بن حنیف کو مار واور ان کے ڈاڑھی کے بال نوچ ڈالو۔ چنانچہ ان کے ڈاڑھی سر اور بھوؤں اور پلکوں کے بال نوچ ڈالے گئے اور قید کرلیا گیا۔ الغرض عثمان بن حنیف ان مظالم کو جھیل کر بصرہ سے مدینہ روانہ ہوئے تو راستہ میں امیر المومنینؑ سے ملاقات ہوئی انھوں نے بڑھ کر سلام کیا حضرت نے جواب سلام کے بعد کہا کہ تم کون ہو۔ انھوں نے عرض کی میں عثمان بن حنیف ہوں حضرت نے فرمایا کہ سبحان اللہ حوادث زمانہ بچوں کو بوڑھا بنا دیتے ہیں تم پر کیا ہوا کہ بڑھاپے سے بچپنے کی طرف پلٹ آئے عثمان بن حنیف نے عرض کیا مولا آپ کے دشمنوں نے میری یہ درگت کی ہے۔ کامل بہائی[۱۰] میں مرقوم ہے کہ جب لشکر ام المومنین بصرہ پہونچا تو حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کا خط اپنے عامل عثمان بن حنیف کو ملا کہ خبردار یہ لوگ شہر میں گھسنے نہ پائیں پہلے ان سے اتمام حجت کرنا اگر نہ مانیں تو جنگ کرنا چنانچہ عثمان بن حنیف نے راستہ روکا۔ بالآخر جنگ ہوئی۔ عثمان بن حنیف غالب آئے۔

کچھ لوگ درمیان میں پڑے اور صلح ہوگئی اور یہ طے پایا کہ جب تک حضرت امیرؑ نہ آئیں۔ دار الامارہ مسجد اور امامت نماز عثمان بن حنیف کے قبضہ

---

۱۰ کامل بہائی ص ۳۰۷۔

میں رہے اور طلحہ و زبیر عائشہ شہر بصرہ میں قیام کریں۔

جب طلحہ و زبیر شہر میں داخل ہو گئے تو قبیلہ بنو دودو بنو ضبہ و قیس سلمان و بنو سلیم و بنو عامر نے ان کی بیعت کر لی ایک دن زیر لباس زرہ چھپا کر نماز عشاء میں شریک ہوئے۔ عثمان کو اس کی خبر نہ تھی۔بعد نماز ان لوگوں نے عثمان کو گرفتار کر لیا اور ان کو بہت مارا پیٹا اور ان کے ڈاڑھی کے بال اکھیڑ ڈالے اور چاہا کہ قتل کر دیں عثمان بن حنیف نے کہا کہ میرے بھائی سہل بن حنیف مدینہ میں ہیں اگر تم مجھ کو قتل کرو گے تو وہ تم سب کے قبائل کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ چنانچہ اس خوف سے عثمان بن حنیف کو چھوڑ دیا۔ یہ مقام ذیقار میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ان کے قبیلہ کے ستر آدمی اس جنگ میں شہید ہوئے۔

سہل بن حنیف کو جب واقعہ کی اطلاع ہوئی تو ام المومنین عائشہ کو خط لکھا جو جناب عثمان بن حنیف کی رہائی کا سبب بنا۔(کامل بہائی ص ۸ ۷ ۳)

شہدائے جنگ جمل

اصحاب عثمان بن حنیف اور حکیم بن جبلہ کے علاوہ کتنے افراد محبان امیر المؤمنینؑ سے خاص جنگ جمل میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے اس بارے میں مورخین کے اقوال مختلف ہیں۔

علامہ طبری اپنی تاریخ کے جلد ۵ ص ۲۲۲ پر تحریر کرتے ہیں کہ شعیب نے سیف سے اور وہ محمد و طلحہ سے نقل کرتا ہے کہ ام

المومنین عائشہ کے اونٹ کے گرد دس ہزار آدمی قتل ہوئے جن میں سے نصف اصحاب امیر المؤمنینؑ اور نصف اصحاب حضرت عائشہ کے تھے قبیلۂ ازد کے دو ہزار اور تمام یمن کے پانچ سو اور قبیلہ مضر کے دو ہزار اور قبیلۂ قیس کے پانچ سو اور قبیلہ تمیم کے پانچ سو بنی ضبہ کے ایک ہزار اور بکر ابن وائل کے پانچ ہزار یہ بھی کہا گیا ہے کہ پہلے معرکہ میں اہل بصرہ کے پانچ ہزار دوسرے معرکہ میں پانچ ہزار جملہ دس ہزار افراد قتل کیئے گئے۔

لیکن علامہ شہر آشوب علیہ الرحمہ مناقب جلد ۳ ص ۹۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ

جنگ جمل میں امیر المؤمنین علیہ السلام کے ساتھ بیس ہزار کا لشکر تھا جس میں اسی بدری اور دو سو پچاس اصحاب بیعت شجرہ اور ایک ہزار پانچ سو اصحاب پیغمبرؐ تھے اور عائشہ کے ساتھ تیس ہزار آدمی تھے جس میں چھ سو افراد مکہ کے تھے جنگ جمل میں بیس ہزار آدمی قتل ہوئے۔ کلبی کا بیان ہے کہ امیر المؤمنینؑ کے ساتھیوں میں سے ایک ہزار پیادے اور ستر سوار درجۂ شہادت پر فائز ہوئے جن میں زید ابن صوحان ہند جملی ابو عبد اللہ عبدی اور عبد اللہ ابن رقیہ مشہور افراد درجۂ شہادت پر فائز ہوئے تھے۔

خواہ شہید ہونے والے محبان امیر المؤمنین کی تعداد ایک ہزار ستر ہو یا پانچ ہزار قتل صرف اس لئے کیئے گئے کہ حضرت علیؑ کے محبّ ناصر اور فدائی ہیں۔ ان شہداء میں سے کچھ شخصیتیں ایسی ہیں جن کا تذکرہ حضرت نے اس نوشتہ میں فرمایا ہے جو آپ نے عامل کوفہ کو بعد فتح جنگ جمل تحریر فرمایا ہے۔

حضرت تحریر فرماتے ہیں کہ

"وسط جمادی الآخر میں مقام خریبہ میں جو اطراف بصرہ سے ایک مقام ہے ہم سے اور ہمارے مخالفین سے جنگ ہوئی اور مسلمانوں کے طریقہ پر خداوند عالم نے مجھ کو فتح عطا کی ہمارے ساتھیوں میں سے اور مخالفین میں سے بہت سے لوگ قتل ہوئے لیکن ہمارے ساتھیوں میں سے جو مشہور لوگ قتل ہوئے ان میں حسب ذیل ہی افراد داخل ہیں۔

ثمامہ ابن مثنی، ہند ابن عمرو، غنیۃ بن ہیثم، سیحان و زید فرزندان سوحان اور محدودج۔ (طبری جلد ۵ ص ۲۲۴)

سیحان و زید فرزندان صوحان عبدی

جناب زید صحابی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تھے ان کی مدح میں حدیثیں بھی وارد ہیں۔

جناب زید تین بھائی تھے۔ جناب صعصعہ و جناب سیحان ان کے دوسرے بھائیوں کا نام تھا اور یہ سب کے سب حضرات امیر المؤمنینؑ کے سچے دوست مخلص اور فدائی تھے۔ کوفہ کے سر برآوردہ افراد مین شمار ہوتے تھے۔

کوفہ سے جن لوگوں کو عثمان نے اپنے زمانہ خلافت میں شہر بدر کیا تھا۔ ان میں یہ بھی داخل تھے وہاں کے دوران قیام میں ان سے اور معاویہ سے

کئی مرتبہ گفتگو ہوئی۔ ایک دن جناب زید نے معاویہ سے کہا کہ اے معاویہ اگر ہم ظالم ہیں تو بارگاہ خداوند عالم میں توبہ کرتے ہیں۔ لیکن اگر ہم مظلوم ہیں تو اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہم کو عافیت عطا کرے ان کی یہ گفتگو سن کر معاویہ نے کہا زید تم سچے آدمی ہو اور ان کو کوفہ واپس جانے کی اجازت دے دی اور ان کے فضل وشرف وہدایت ومیانہ روی کو دیکھ کر سعید بن عاص والی کوفہ کو خاص طور سے ان کی سفارش میں خط لکھا اور تحریر کیا کہ ان کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا اور اذیت نہ پہنچانا۔ اصابہ ج۱ص ۵۸۳ موصوف ہی چند سطروں کے بعد پھر تحریر کرتے ہیں کہ جناب زید چونکہ جناب سلمان کو بہت دوست رکھتے تھے اس لئے اپنی کنیت ابو سلمان رکھی تھی حالانکہ ان کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ ص ۵۸۳

جب حضرت علیؑ جنگ جمل کے سلسلہ میں بصرہ تشریف لائے تو جناب بی بی عائشہ نے ان کو ایک خط تحریر کیا یہ خط عائشہ بنت ابی بکر زوجۂ نبیؐ کی طرف سے اپنے خاص بیٹے زید بن صوحان عبدی کے نام ہے۔ امابعد اے زید اپنے گھر میں بیٹھے رہو اور لوگوں کو حضرت علیؑ کی نصرت سے روکتے رہو اس لئے کہ تم میرے اہل میں سب سے زیادہ مؤثق آدمی ہو۔ والسلام

جب جناب زید کو یہ خط ملا تو جواب میں تحریر کیا کہ

یہ خط زید بن صوحان کی طرف سے عائشہ بنت ابی بکر کے نام ہے۔ امابعد خداوند عالم نے کچھ آپ کو حکم دیا ہے اور کچھ ہم کو حکم دیا ہے آپ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ اپنے گھر کے اندر قیام کریں اور ہم کو یہ حکم دیا ہے کہ جہاد

کریں لیکن آپ اپنے خط کے ذریعے سے مجھے حکم دے رہی ہیں کہ میں خدا کے دیئے ہوئے حکم کی مخالفت کروں اور وہ کروں جس کا حکم خداوند عالم نے آپ کو دیا ہے۔ اور آپ نے خود وہ کام کیا ہے جس کا حکم خدا نے ہم کو دیا ہے۔ اس لئے میرے نزدیک آپ کا حکم اطاعت کے قابل نہیں ہے اور آپ کا خط قبول کرنے کے لائق نہیں ہے۔ والسلام

علامہ ابن ابی الحدید ان دونوں خطوں کو شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۸۱ میں تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ مجھ سے ان خطوط کو ہمارے شیخ ابو عثمان عمرو بن عبید نے ہمارے شیخ ابو سعید حسن بصری سے روایت کی ہے۔

جناب زید کے بھائی جناب سیحان بھی حضرت علیؑ کے فدائی و محبّ تھے اور جناب زید کے ساتھ جنگ جمل میں شریک ہوئے اور درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

حضرت کی محبت میں کمال رسوخ ہی تھا کہ دونوں بھائیوں نے جنگ جمل میں جام شہادت نوش کیا جس کا ایسا گہرا زخم قلب امیر المؤمنین پر تھا کہ فتح جمل پر آپ نے جو نوشتہ عامل کوفہ کو تحریر فرمایا ہے۔ اس میں خاص طور سے ان دونوں بھائیوں کا تذکرہ موجود ہے۔

جناب زید کی شخصیت ہی ہے جس کے سبب سے اس وقت سے اس وقت تک جس طرح مسجد کوفہ و سہلہ محفوظ ہے اسی طرح مسجد سہلہ سے بالکل قریب مسجد زید بن صوحان بھی کوفہ میں موجود ہے۔ زائرین اس میں نماز ادا کر کے شرف حاصل کرتے ہیں۔

ہند بن عمرو جملی

جناب ہند بن عمرو جملی بڑے بہادر شجاع انسان تھے اصحاب پیغمبر اسلامؐ میں داخل تھے انھوں نے زمانہ جاہلیت واسلام دونوں میں زندگی بسر کی تھی۔ زمانہ عمر میں ۱۷ھ میں نصاری بنی تغلب کے حاکم تھے۔ یہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے ہند بن عبداللہ بن یثربی ضبی سے جنگ کی تھی یہ جنگ ایسی تھی کہ جس پر وہ بطور فخر کہتا ہے کہ

اگر تم مجھ کو قتل کرتے ہو قتل کر دو اس لئے کہ یثربی کا بیٹا ہوں اور وہ بہادر ہوں جس نے حضرت علیؑ اور ہند جملی سے نبرد آزمائی کی ہے۔

جنگ جمل میں حضرت علیؑ کی نصرت میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

ان کے حالات میں ابن حجر عسقلانی نے اصابہ ص ۶۲۰ پر صرف چند سطریں تحریر کی ہیں۔

یہ وہ بزرگوار ہیں کہ جب حضرت امیر المؤمنینؑ نے بعد فتح جنگ جمل عامل کوفہ کو خط تحریر فرمایا ہے اس میں اپنے دیگر باوفا اصحاب کے ساتھ ان کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

جنگ صفین

۶ ؍رجب ۳۶ھ کو امیر المؤمنین علیہ السلام جنگ جمل سے واپس

ہو کر کوفہ پہنچے اور مقام رحبہ میں ایک خطبہ پڑھا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے عمال میں سے اشعث بن قیس کو کوفہ سے احنف بن قیس کو بصرہ سے اور جریر بن عبد اللہ بجلی کو ہمدان سے طلب فرمایا جریر کو معاویہ سے بیعت لینے کے لئے دمشق روانہ کیا لیکن جب حضرت کو معلوم ہوا کہ معاویہ کو تامل ہے اور طلب قصاص خون عثمان کو بہانہ بنا کر جنگ پر آمادہ ہے تو آپ بھی ایک جرار فوج لے کر مقابلہ کے لئے نکلے۔ آخر ذی الحجہ ۳۶ھ میں معاویہ اور آپ کی فوجیں مقام صفین میں پہنچ کر ایک دوسرے مقابلہ میں صف آرا ہو گئیں۔ یہ دونوں فوجیں نہیں تھیں بلکہ نور و ظلمت، حق و باطل، ہدایت و ضلالت، ایمان و کفر کا مقابلہ تھا۔ حق پرستوں کے سید و سردار حضرت امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے۔ اس جنگ میں جناب مالک اشتر، عمار یاسر، ہاشم مرقال، ابن تیہان، خزیمہ بن ثابت نے وہ کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں کہ جو صفحات تاریخ میں آب زر سے تحریر کئے جانے کے قابل ہیں۔

جنگ صفین میں امیر المؤمنینؑ کے لشکر میں نوے ہزار آدمی تھے۔ جن میں سے نو سو انصاری اور آٹھ سو مہاجرین تھے۔ عبد الرحمن ابن ابی لیلیٰ کا بیان ہے کہ ستر آدمی اہل بدر میں سے اور بعض کا قول ہے کہ ایک سو اکیس بدری بھی موجود تھے۔ اور معاویہ کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار افراد تھے جن کے آگے آگے مروان عثمان کی تلوار حمائل کئے ہوئے چل رہا تھا۔ یہ لوگ محرم ۳۷ھ میں مقام صفین پہنچے اور فرات پر قبضہ کر لیا (مناقب ابن شہر آشوب ج ۳ ص ۹۳) ایک روایت میں ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام اور آپ کے

مخالفین صفین میں آخر ذی الحجہ ۳۶ھ میں وارد ہوئے۔[1]

قتادہ کہتا ہے کہ جنگ صفین میں ساٹھ ہزار افراد قتل ہوئے لیکن ابن سیرین نے کہا ہے کہ اس لڑائی میں ستر ہزار آدمی مارے گئے اور یہی انساب الاشراف سمعانی میں بھی مذکور ہے۔[2] حضرت کے لشکر کے ہزاروں افراد درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ لیکن شہید ہونے والوں میں سے جن لوگوں کو حضرت اپنی شہادت سے قبل تک یاد کر کے حسرت و افسوس سے گریہ و زاری کرتے رہے۔ اس کا پتہ حضرت کے آخری خطبہ کے حسب ذیل الفاظ سے چلتا ہے۔ ہم یہاں اس کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

حضرت امیر المؤمنینؑ نہروان کی جنگ کے بعد معاویہ سے جنگ کی تیاری کر رہے تھے اس وقت ایک خطبہ[3] ارشاد فرمایا جس میں آپ لوگوں کو جنگ کے لئے ابھار رہے تھے اس خطبے میں آپ نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا۔

"ہمارے جن بھائیوں کے خون جنگ صفین میں بہائے گئے۔ ان کا آج نہ موجود ہونا مضرت رساں نہیں ہوا اس لئے کہ آج اگر موجود ہوتے تو گلے میں پھندا پڑا ہوتا اور گندلا پانی پیتے ہوتے خدا کی قسم وہ لوگ بارگاہ رب العزت میں پہنچ گئے۔ اس نے ان کو بھرپور اجر دیا اور خوف کے بعد امن کی جگہ ٹھرایا ہے میرے وہ بھائی کہاں ہیں جو راستے پر چلے اور حق پر باقی رہ کر دنیا سے گذر گئے عمار کہاں ہیں، ابن تیہان کہاں ہیں، ذوالشہادتین کہاں ہیں

---

[1] مناقب ابن شہر آشوب ج ۳ ص ۹۷۔
[2] ایضاً ص ۱۰۳۔
[3] نہج البلاغہ ج ۱ ص ۳۲۶۔

اور ان کے مثل افراد کہاں ہیں جنھوں نے موت پر ایک دوسرے سے معاہدہ کیا تھا، فاجروں کے پاس ان کا سر لے جایا گیا۔

اس کے بعد حضرت نے اپنی ریش مطہر پکڑ لی اور دیر تک روتے رہے اور اس کے بعد ارشاد فرمایا افسوس ہے ان بھائیوں پر جنھوں نے قرآن پڑھا اور اسے مستحکم کئے رہے واجبات کو غور سے دیکھا اور اسے زندہ کئے رہے۔ انھوں نے سنت کو زندہ کیا۔ بدعت کو مردہ کر دیا جہاد کے لئے بلائے گئے تو اس دعوت کو قبول کیا۔ سید و سردار کی طرف لائے گئے تو اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی۔

جناب عمّار بن یاسر بن عامر عنسی مذحجی

جناب عمار بن یاسر عنسی مذحجی ان کی کنیت ابو الیقظان تھی یہ بنو مخزوم کے حلیف تھے۔

زبردست شیعہ امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام تھے۔

جناب عمار ان افراد میں داخل ہیں جنھوں نے سرزمین حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ دو قبلوں کی جانب نماز پڑھی جناب عمار مہاجرین اولین میں داخل ہیں۔ بدر اور پیغمبر اسلامؐ کی تمام لڑائیوں میں شریک تھے اور جنگ بدر میں تو انھوں نے بڑے کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں۔[۱] جناب عمار طویل القامت شجاع و بہادر تھے خود فرمایا کرتے تھے کہ میں جناب رسول خداؐ کا ہمسن ہوں۔ مجھ سے زیادہ حضرت کے سن مبارک سے کوئی اور قریب نہیں تھا۔

۱۔ استیعاب ج ۲ ص ۴۳۲۔

احادیث و اخبار میں ان کے بڑے فضائل و محامد وارد ہیں، جناب ام المؤمنین عائشہ فرماتی تھیں کہ میں اصحاب نبیؐ میں سے جس کے متعلق کہنا چاہتی ہوں کہہ گذرتی ہوں لیکن عمار یاسر کے لئے میں کچھ نہیں کہہ سکتی اس لئے کہ میں نے حضرت سے جناب عمارؓ کے بارے میں سنا ہے کہ

ملئ عمّار ایماناً الیٰ اخمص قدمیه.

عمار قدم کے تلوے تک ایمان سے پر ہے۔[۱]

خالد بن ولید کہتے ہیں کہ (جب سے میں نے سنا ہے کہ) جناب رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو شخص عمار کو دشمن رکھے اسے خدا دشمن رکھتا ہے۔ اس دن سے میں عمار کو دوست رکھتا ہوں۔

انس کے احادیث میں ہے کہ نبیؐ نے فرمایا کہ جنت علیؑ عمار، سلمان اور بلال رضی اللہ عنھم کی مشتاق ہے۔[۲]

حضرت علیؑ کی حدیث میں ہے ایک دن جناب عمار نے نبیؐ کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی حضرت نے آواز سے پہچان لیا اور فرمایا۔

مرحبا پاک و پاکیزہ انسان کے لئے ان کو آنے کی اجازت دے دو۔[۳]

متعدد احادیث میں ان کے بارے میں پیغمبر اسلامؐ سے وارد ہے کہ "عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔"

۱۔ استیعاب ج ۲ ص ۴۲۳۔

۲۔ استیعاب ج ۲ ص ۴۲۳۔

۳۔ استیعاب ج ۲ ص ۴۲۳۔

حضرت کا یہ ارشاد غیب کی باتوں میں سے ایک بات اور نبوت کی علامتوں میں ایک علامت ہے۔ یہ حدیث صحیح ترین حدیثوں میں داخل ہے جناب عمار جنگ صفین میں ۳۷ھ میں شہید کئے گئے۔ حضرت علیؑ نے ان کو غسل نہیں دیا بلکہ انھیں کے کپڑے میں دفن کر دیا۔

روز شہادت جناب عمار کا سن نوے سال سے کچھ زائد تھا بعض کہتے ہیں کہ ۹۳ سال عمر تھی بعض کہتے ہیں کہ ۹۱ یا ۹۲ سال عمر تھی۔ [۱] جناب عمار، جناب یاسر اور ان کی والدہ سمیہ ابتداء اسلام ہی میں اسلام لائے۔ اور راہ خدا میں مشرکین ان کو اذیت دیا کرتے تھے۔

ایک دن مکہ میں جناب رسول خداؐ گذر رہے تھے کہ ملاحظہ کیا کہ مشرکین یاسر عمار اور ان کی والدہ کو اذیت دے رہے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا آل یاسر صبر کرو آل یاسر صبر کرو تمہاری وعدہ گاہ جنت ہے۔ [۲] جناب یاسر اور سمیہ اسی موقع پر شہید ہو گئے۔ جناب عمار نے تقیہ کر کے اپنی جان بچائی۔ جس کے سبب آیت (تقیہ) **الامن اکرہ و قلب مطمئن بالایمان** (سورۂ نحل ۱۶ آیت ۱۰۶) نازل ہوئی۔ [۳]

ابو عمر کہتے ہیں کہ جناب عمار اور ان کے ماں سمیہ کو راہ خدا میں ایذائیں دی جاتی تھیں۔ (جناب یاسر اور سمیہ نے تو اسی حالت میں شہادت پائی) لیکن جناب عمار نے کفار جو کہلانا چاہتے تھے اسے زبان سے کہہ دیا لیکن

۱۔ استیعاب ج ۲ ص ۴۲۳۔

۲۔ اصابہ ج ۳ ص ۶۴۸ استیعاب بر حاشیہ اصابہ ص ۶۷۷۔

۳۔ اصابہ ج ۲ ص ۵۱۲۔

ان کا دل ایمان سے مطمئن تھا (یعنی بظاہر کلمات کفر کہے اور دل سے ایمان پر ثابت قدم رہے) چنانچہ اہل تفسیر کا اجماع ہے کہ آیہ مبارکہ الا من اکرہ و قلب مطمئن بالایمان انھیں کی شان میں نازل ہوئی۔ [1]

جناب عمارؓ نے جو عمل کیا ہم اسی کو تقیہ کہتے ہیں۔ جب عمارؓ کے تقیہ سے عمارؓ کی مدح قرآن نے کی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا اگر کفار تم سے کلمات کفر زبان پر جاری کرنے کو کہیں پھر کہہ دینا۔ تو پھر کس منھ سے علماء اہل سنت اس مسئلہ پر شیعوں کا مذاق اڑاتے ہیں۔

مسئلہ تقیہ پر شیعوں پر اعتراض در حقیقت جناب عمارؓ و سردار دو جہاں اور پروردگار عالم پر اعتراض ہے۔

علامہ ذہبی دول الاسلام [2] میں فرماتے ہیں کہ

حضرت علیؑ کے لشکر میں عمارؓ بن یاسر قتل کئے گئے۔ یہ سابقین اولین اور اہل بدر میں شامل تھے اور نجیب صحابہ میں داخل تھے۔ ان کے لئے جناب رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے فرزند سمیہ تم کو باغی گروہ قتل کرے گا۔

جناب عمار یاسر ان افراد میں داخل ہیں جنھوں نے بعد رحلت سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کا ساتھ نہیں چھوڑا، بعض احادیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کسی وقت کچھ تائل ہوا تھا لیکن پھر راہ حق کو اختیار کر لیا اور مرتے دم تک اس جادے سے قدم نہیں ہٹائے انتہائے اخلاص و محبت میں دشمنان حضرت امیر علیہ السلام سے برابر

---

[1] استیعاب بر حاشیہ اصابہ ج ۲ ص ۴۷۷۔

[2] دول الاسلام ج ۱ ص ۱۶۔

بحث و مباحثہ و احتجاج کیا کرتے تھے۔

چنانچہ آپ بھی ان چھ مہاجرین و چھ انصار میں داخل ہیں جنھوں نے ابوبکر کے منبر رسولؐ پر بیٹھ جانے کے خلاف شدید احتجاج کیا تھا۔ جناب عمار یاسر نے بریدہ کے بعد احتجاج شروع کیا اور فرمایا۔

اے گروہ قریش اے گروہ قریش اے گروہ اہل اسلام اگر تم کو علم ہے تو خیر ورنہ تم کو معلوم ہو کہ تمہارے نبیؐ کے اہل بیتؑ خلافت کے زیادہ حقدار ہیں میراث پیغمبرؐ کے سزاوار ہیں وہی دین کو قائم کرنے والے ہیں مومنین کی جائے پناہ ہیں ملت کے محافظ ہیں۔ امت کو زیادہ نصیحت کرنے والے ہیں اس لئے اپنے ساتھی (ابوبکر) کو حکم دو کہ اس بات سے پہلے حق صاحب حق کو واپس کردے جب تمہاری رسّی میں اضطراب امر میں کمزوری پیدا ہو اور دشمن تم پر کامیاب ہو تمہاری برائیاں لوگوں پر ظاہر ہوں۔ فتنہ بڑھ جائے تم میں اختلاف پیدا ہو دشمن طمع کرے۔

تم کو علم ہے کہ بنی ہاشم امر خلافت کے زیادہ حقدار ہیں ان میں حضرت علیؑ خدا اور رسولؐ کے عہد کے مطابق تمہارے ولی ہیں۔ حضرت علیؑ اور دوسروں میں کھلا ہوا فرق ہے جس کو تم ایک حال کے بعد دوسرے حال میں جان چکے ہو خصوصاً سرور عالمؐ نے مسجد میں تم سب کے جو دروازے کھلے تھے ان کو بند کر دیا مگر علیؑ کے دروازہ کو کھلا رکھا۔ فاطمہ زہراؑ سے جب تم لوگوں نے عقد کا پیغام دیا تو آپ نے انکار کر دیا مگر علیؑ کے ساتھ ان کو بیاہ دیا۔ حضرت ہی کے لئے آپ نے فرمایا کہ میں شہر علم ہوں، علیؑ اس کے دروازہ

ہیں جو حکمت چاہتا ہو وہ دروازہ سے اسے حاصل کرنے کے لئے آئے دینی امور میں جو مشکلات تم کو پیش آئیں گی، ان میں تم لوگ حضرت علیؑ کے محتاج ہو لیکن وہ تمہارے محتاج نہیں ہیں اس کے علاوہ اور بھی باتیں ہیں جن میں حضرت علیؑ تم سب سے سبقت رکھتے ہیں۔ کیا حضرت علیؑ ہی نفس کے اعتبار سے تم سے افضل نہیں ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم ان سے منھ پھیرے ہوئے ہو۔ ان کے حق کو لوٹ رہے ہو، آخرت کے مقابلہ میں دنیاوی زندگی کو اختیار کر رہے ہو۔ یاد رکھو ظالموں کو بہت برا بدلہ ملے گا اس لئے وہ حق (خلافت) جسے خدا نے حضرت علیؑ کے لئے معین کیا ہے انھیں دے دو اور ان سے منھ پھیر کر دوسری طرف نہ جاؤ، نہ الٹے پاؤں پیچھے پلٹو اس لئے کہ اگر ایسا کیا تو آخرت میں نقصان اٹھاؤ گے۔

محبت حضرت امیر علیہ السلام کے ساتھ جناب عمار یاسر امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے اگرچہ ان کو اس کے سبب سے بڑی بڑی اذیتیں دی گئیں۔ چنانچہ علامہ مفتی سید محمد قلی صاحب اعلی اللہ مقامہ جلال الدین سیوطی کے رسالہ "تاخیر الظلامہ الی یوم القیامہ"[۱] سے نقل فرماتے ہیں کہ

"سالم بن ابی جعد کہتا ہے کہ ایک دن عثمان نے بنی امیہ کا تذکرہ کیا اور کہا کہ خدا کی قسم اگر جنت کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں تو میں اسے بنی امیہ کو دے دوں گا۔ تاکہ وہ سب کے سب جنت میں داخل ہو جائیں اور میں

۱؎ تشئید المطاعن ج ۲ ص ۴۰۳۔

انھیں ضرور بالضرور عامل بناؤں گا۔ اگرچہ کچھ لوگوں کی رغم انف (ناک رگڑ دی جائے) ہو جائے یہ سن کر جناب عمار یاسر نے فرمایا یہ بات میرے رغم انف کا سبب بنے گی، عثمان نے کہا "خدا تمہاری ناک رگڑ دے" جناب عمار یاسر نے کہا "میرے رغم انف کے ساتھ ساتھ خدا ابو بکر و عمر کی بھی رغم انف کردے" اس پر عثمان غضبناک ہوئے اور جناب عمار کو اپنے پیروں سے روند ڈالا۔ لوگوں نے ان کے اس فعل کو ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا تو انھوں نے طلحہ و زبیر کو بلوا بھیجا اور ان سے کہا "آپ لوگ عمار کے پاس جائیں اور انھیں تین باتوں میں سے کسی ایک بات کے اختیار کرنے کا حکم دیں یا تو عمار مجھ سے قصاص لے لیں یا جو نقصان ہوا ہے اس کا عوض لے لیں یا معاف کر دیں۔ جناب عمار نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں ان میں سے کسی کو بھی اختیار نہ کروں گا بلکہ جب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ملاقات کروں گا تو ان سے عثمان کے اس فعل کی شکایت کروں گا۔

ابن ابی شیبہ مصنف میں سالم ابن جعد سے نقل کرتا ہے کہ اصحاب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عثمان کے عیوب و نقائص تحریر کیے اور کہا کہ اسے کون لے کر عثمان کے پاس جائے گا۔ جناب عمار نے کہا میں لے جاؤں گا۔" چنانچہ صحابہ کی وہ تحریر لے کر حضرت عمار عثمان کے پاس آئے اور پوری تحریر پڑھ کر سنائی جب پڑھ چکے تو خلیفہ صاحب نے فرمایا کہ خدا تمہاری ناک رگڑ دے۔ جناب عمار نے کہا کہ فلاں اور فلاں کی ناک بھی خدا رگڑ دے اس پر عثمان خفا ہوئے اور پیروں سے حضرت عمار کو کچلنا شروع کیا۔

یہاں تک کہ حضرت عمار کو غش آگیا۔ اس کے بعد ان کے پاس طلحہ و زبیر کو روانہ کیا اور اوپر لکھی ہوئی تینوں باتوں میں سے ایک بات کی خواہش کی جس کے قبول کرنے سے حضرت عمار نے انکار کر دیا۔

جناب عمار یاسر پر کیا کیا مظالم ہوئے۔ ناظرین اگر اس کی تفصیل دیکھنا چاہتے ہیں تو عبقات الانوار حدیث ثقلین جلد ۲ از صفحہ ۲۵۰ تا ۳۲۳ کا مطالعہ کریں۔ ہم اس میں سے بعض کو یہاں پر نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ ابو محمد عبد اللہ بن مسلم ابن قتیبہ دینوری کتاب الامامۃ والسیاسۃ ج ۲ ص ۲۹ پر تحریر کرتے ہیں کہ

عثمان پر جو اعتراضات صحابہ نے کیے ہیں وہ یہ ہیں لوگ بیان کرتے ہیں کہ اصحاب پیغمبر اسلامؐ میں سے کچھ لوگ جمع ہوئے اور ایک نوشتہ لکھا اور اس میں ان تمام چیزوں کا تذکرہ کیا جن میں عثمان نے سنت رسولؐ و سنت ابو بکر و عمر کی مخالفت کی تھی ان میں پہلی بات یہ تھی کہ انھوں نے خمس افریقہ مروان کو ہبہ کر دیا تھا۔ حالانکہ اس میں حق خدا اور رسولؐ و حصہ ذوی القربیٰ و یتامیٰ و مساکین موجود تھا (دوسری) بات یہ تھی کہ انھوں نے زیادہ عمارتیں بنوائی تھیں یہاں تک کہ صرف مدینہ میں سات قصر بنوائے تھے جن میں ایک گھر نائلہ کا تھا، ایک گھر عائشہ کا تھا۔ ان دونوں کے علاوہ ان کے دوسرے اہل اور لڑکیوں کے الگ الگ قصر تھے (تیسری) بات یہ کہ مروان نے مقام ذی خشب میں بہت سے قصر بنوائے تھے اور وہاں واجب خمس سے جو مال خدا اور رسولؐ تھا اس سے جائدادیں فراہم کی تھیں (چوتھی) بات یہ کہ

عام طور سے حاکم اور والی اپنے اقربا اور چچا کی اولاد کو بنایا تھا جو بنی امیہ کے الڑہ نوجوان اور لڑکے تھے جن کو نہ شرف صحبت رسولؐ حاصل تھا نہ تجربہ کار تھے۔ (پانچویں بات) یہ کہ ولید بن عقبہ سے جو کوفہ میں حرکت صادر ہوئی جب وہ کوفہ کا حاکم تھا مومنین سے کہا کہ اگر تم چاہو تو تمہاری نماز میں اور اضافہ کر دوں۔ انھوں نے اس کی حد کو معطل رکھا اور اس کے جاری کرنے میں تاخیر کی۔ (چھٹی) بات یہ کہ انھوں نے مہاجرین وانصار کو ترک کر رکھا تھا۔ نہ ان کو کہیں کا والی بناتے تھے نہ مشورہ کرتے تھے اور خود رائی پر عمل پیرا تھے۔ (ساتویں) بات یہ کہ انھوں نے مدینہ کے گرد اپنے لئے کچھ زمینیں مخصوص کر لی تھیں (آٹھویں بات) یہ کہ مدینہ کے کچھ ایسے لوگوں کو جاگیریں اور عطایا سے مخصوص کر دیا تھا جنھیں شرف صحبت نبی حاصل نہیں تھا، اور نہ وہ غزوات میں جاتے تھے اور نہ وہ دشمنوں کو دفع کرتے تھے (نویں) بات یہ کہ انھوں نے لکڑی سے سزا دینے کے بجائے کوڑے سے لوگوں کو مارنا شروع کیا۔ اور یہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے لوگوں کی پشت پر کوڑے مارے حالانکہ ان سے پہلے دونوں خلیفہ درّے اور لکڑی (خیزران) سے لوگوں کو سزا دیتے تھے۔

اس نوشتہ کے لکھے جانے کے بعد ان لوگوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ یہ تحریر عثمان کے ہاتھ میں دی جائے۔ تحریر لکھے جانے کے وقت دس اصحاب پیغمبرؐ موجود تھے جن میں جناب عمار یاسر اور جناب مقداد بھی شامل تھے۔ جب تحریر لے کر روانہ ہوئے کہ اسے عثمان کو دے دیں جو جناب عمار

کے ہاتھ میں تھی تو ایک ایک کر کے لوگ غائب ہونا شروع ہوئے یہاں تک کہ جناب عمار تنہا رہ گئے۔ جناب عمار نوشتہ لے کر عثمان کے گھر پر آئے اجازت لی اور ان کے سامنے آئے اس دن سردی سخت پڑ رہی تھی عثمان کے پاس اس وقت مروان بن حکم اور بنی امیہ کے افراد موجود تھے۔ جناب عمار نے وہ تحریر دی انھوں نے پڑھا۔ دریافت کیا تم نے یہ خط لکھا ہے کہا ہاں پوچھا تمہارے ساتھی کون کون لوگ تھے جواب دیا میرے ساتھ کچھ افراد تھے جو تمہارے خوف سے واپس چلے گئے دریافت کیا ان لوگوں کے نام بتاؤ۔ جناب عمار نے کہا ان کے نام نہیں بتاؤں گا انھوں نے کہا کہ پھر تم نے کیسے جرأت کی کہ یہ خط لے کر میرے پاس آئے۔

مروان نے کہا کہ اے امیر المؤمنین اس کالے غلام (عمار) نے لوگوں کو آپ پر جری بنا دیا ہے اگر تم اسے قتل کرو گے تو جو لوگ ان کی پشت پناہی کرتے ہیں۔ ان کی عبرت کا سبب ہو گا۔ عثمان نے یہ سن کر کہا کہ ان کو مارو بس ان لوگوں نے مارنا شروع کیا اور ان کے ساتھ عثمان نے بھی پیٹنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ ان کا پیٹ پھٹ گیا اور غشی طاری ہوئی ان لوگوں نے آپ کو گھسیٹ کر دروازہ کے باہر کر دیا۔ جناب ام المؤمنین ام سلمہ زوجہ نبیؐ نے ان کو وہاں سے اٹھوا کر اپنے گھر میں رکھ لیا۔

اس واقعہ سے بنو مغیرہ جو جناب عمار کے حلیف تھے عثمان سے بہت خفا ہو گئے جب عثمان نماز ظہر کے لئے نکلے تو ہشام بن ولید بن مغیرہ نے عثمان کو ٹوک کر کہا کہ تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ خدا کی قسم اگر حضرت عمار اس

پٹائی سے مر گئے تو ہم ضرور باضرور بنی امیہ کے ایک عظیم شخص کو قتل کر دیں گے۔ عثمان نے کہا کہ میں وہاں نہیں تھا استیعاب سے[1] میں حالات جناب عمار میں مرقوم ہے جناب عمار یاسر اور بنو مخزوم میں جو حلف اور معاہدہ تھا اس کے سبب سے اس وقت بنو مخزوم عثمان کے پاس جمع ہو کر آئے جب ان کے غلاموں نے حضرت عمار کو اتنا پیٹا تھا کہ ان کو مرض فتق ہو گیا۔ ان کی ناک رگڑ دی تھی، پسلیوں میں سے ایک پسلی توڑ دی تھی اور یہ کہا کہ اگر عمار مر گئے تو ہم عثمان کے علاوہ کسی نہ کسی کو ضرور قتل کریں گے۔

جناب عمار یاسر سے عثمان اس قدر خفا رہتے تھے کہ انھیں مدینہ میں دیکھنا بھی نہیں چاہتے تھے اور چاہتے تھے کہ جناب ابوذر غفاری کی طرح موصوف کو بھی مدینہ سے نکال باہر کر دیں۔ جب بنی مخزوم کو اس کی اطلاع ہوئی مجتمع ہو کر حضرت امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ عرض کیا کہ آپ عثمان سے سفارش کریں کہ جناب عمار یاسر کو مدینہ سے نہ نکالیں چنانچہ حضرت امیرؑ کی سفارش سے عثمان اپنے ارادہ سے باز آئے۔

جناب عمار یاسر چونکہ حضرت امیرؑ کو امام برحق سمجھتے تھے اسی سبب سے جب آپ اورنگ خلافت پر متمکن ہوئے تو وہ حضرت کی نصرت و مدد میں پیش پیش رہتے تھے ام المؤمنین کے مقابلہ میں جب حضرت امیرؑ کا لشکر جرار بصرہ آیا تو جناب عمار یاسر بھی ہمراہ رکاب تھے اور میدان جہاد میں داد شجاعت دی اور کارہائے نمایاں انجام دیئے۔

سے[1] استیعاب ج ۲ مع حاشیہ اصابہ ص ۴۷۷۔

جنگ صفین میں حضرت کی زبردست فوج کے ساتھ حضرت عمار بھی آئے تھے اور میدان جنگ میں جناب ہاشم مرقال کے ساتھ وہ نبرد آزمائی کی کہ دشمن کے چھکے چھوٹ گئے۔

جناب عمار یاسر کی ذات گرامی وہ تھی کہ جب عمرو عاص کو لشکر حضرت امیرؑ میں عمار کی موجودگی کی اطلاع ہوئی تو پیغمبر اسلامؐ کی حسب ذیل حدیث یاد کر کے کہ تقتلك الفئة الباغية تمھیں باغی گروہ قتل کرے گا بدحواس ہو گیا اور حضرت عمار یاسر سے ملنا چاہا ہم جناب عمار یاسر اور عمرو عاص کی ملاقات کو شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی جلد ۲ ص ۲۷۱ وص ۲۷۳ سے بطور خلاصہ یہاں تحریر کرتے ہیں۔

ذوالکلاع حمیری نے اپنے قوم و قبیلہ کے افراد کے ساتھ جو سب کے سب لشکر معاویہ میں تھے۔ ابو نوح حمیری کو آواز دی کہ میں تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ ابو نوح نے جواب دیا کہ تم مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہو اس نے کہا کہ بات یہ ہے کہ میں نے عمرو عاص سے عمار یاسر کے بارے میں یہ حدیث سنی تھی کہ "تقتلك الفئة الباغية" تم کو باغی گروہ قتل کرے گا وہ مجھے یاد آ گئی عمرو نے اس وقت پھر اس کی تصدیق کی ہے اس لئے یہ بتاؤ کہ عمار حضرت علیؑ کے لشکر میں موجود ہیں یا نہیں میں نے کہا موجود ہیں اور بڑی دلیری و شجاعت سے جنگ کرتے ہیں لیکن تمہارے حال پر افسوس ہے کہ عمار کے وجود سے تو تم کو شک پیدا ہو گیا کہ حق پر ہو یا نہیں اور حضرت علیؑ سے جنگ کے لئے میدان میں آ گئے ہو جن کے لئے رسول اکرمؐ نے فرمایا

ہے کہ پالنے والے اسے دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اسے دشمن رکھ جو علیؑ کو دشمن رکھے۔ نیز فرمایا اے علیؑ تم کو مومن ہی دوست رکھے گا اور منافق ہی دشمن رکھے گا کیا یہ فضائل و مفاخر علیؑ میں موجود نہیں پھر قریش ان کا نام مٹانے پر تلا ہوا ہے۔ الغرض ذوالکلاع باصرار و بعہد و پیمان ابو نوح کو عمرو عاص و معاویہ کے پاس لے گیا اور وہاں پھر اس حدیث کا ذکر آیا۔ نیز عمرو نے کہا کہ حضرت نے فرمایا عمار حق کو نہ چھوڑیں گے عمار کو آتش جہنم بالکل نہ جلائے گی، آخر عمرو نے جناب عمار سے ملاقات کی خواہش کی ابو نوح جناب عمار کے پاس آئے ان سے سارا واقعہ بیان کیا جناب عمار نے دریافت کیا کہ تم نے عمرو سے اس حدیث کا اقرار لے لیا ہے۔ ابو نوح نے کہا جی ہاں۔ غرض جناب عمار مع اپنے ساتھیوں کے وسط میدان میں آئے اور عمرو بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ آیا اور آپس میں طعن آمیز گفتگو ہوئی۔ اور فریقین واپس چلے گئے۔

بعد شہادت حضرت عمارؓ بھی لشکر معاویہ میں اس حدیث کے سبب سے زبردست ہیجان پیدا ہو گیا تھا۔ جب معاویہ نے حضرت علیؑ کی نصرت میں عمار کی شہادت سے اپنی فوج میں انتشار و اضطراب دیکھا تو یہ کہہ کر اس انتشار کو دور کیا کہ ہماری فوج نے عمار کو قتل ہی نہیں کیا ہے ان کو تو اس نے قتل کیا ہے جو اپنے ساتھ لایا ہے۔ جب حضرت امیرؑ نے یہ سنا تو فرمایا کہ پھر جناب حمزہ کے قاتل معاذاللہ پیغمبر اسلامؐ قرار پاتے ہیں۔

جنگ صفین میں حضرت عمار نے جو کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں

اور جناب ہاشم مرقال کا دل بڑھا کر جس طرح جنگ کی ہے اختصار کتاب اس کے تفاصیل کے تحریر سے مانع ہے۔ بہر حال حضرت امیرؑ نے شہادت عمارؓ کی خبر سن کر گریہ کیا ہے اور جب تک زندہ رہے عمارؓ کو یاد کرتے رہے اگر توفیق شامل حال ہوئی تو ہم جناب عمارؓ کے حالات میں ایک مستقل کتاب تحریر کریں گے۔

ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص زہری

جناب ہاشم روز فتح مکہ شرف اسلام سے مشرف ہوئے یہ سعد بن وقاص مشہور صحابی رسولؐ کے بھتیجے تھے اور اپنے چچا کے مسلک کے بر خلاف محبت امیر المؤمنینؑ میں پہاڑ کی چٹان کی طرح جمے ہوئے تھے۔ جنگ صفین میں زبردست جنگ عدیم المثال مردانگی۔ لاجواب شجاعت کے بعد جام شہادت نوش کیا۔

علامہ قاضی سید نور اللہ شوستری علیہ الرحمہ مجالس المؤمنین میں فرماتے ہیں کہ صاحب اصابہ نے کہا ہے کہ یہ وہی مشہور شجاع ہیں جو ملقب بہ مرقال ہیں اور اس لقب نے اس سبب سے شہرت پائی کہ ''ارقال'' ایک قسم کی دوڑ کا نام ہے ہاشم میدان جنگ میں تین تین دشمنوں سے ایک ساتھ دوڑ دوڑ کر مقابلہ کرتے تھے اور کلبی اور ابن حیان نے نقل کیا ہے کہ وہ شرف صحبت جناب رسالت مآبؐ سے مشرف ہوئے اور روز فتح مکہ مسلمان ہوئے جنگ عجم میں اپنے چچا سعد ابن وقاص کے ہمراہ قادسیہ میں موجود تھے اور

وہاں بہت کچھ جواں مردی کے جوہر دکھائے جنگ صفین میں ملازم رکاب ظفر انتساب شاہ ولایت مآب رہے اور مراسم جہاد بجالائے اور فتوح ابن اعثم کوفی اور کتاب اصابہ میں مذکور ہے کہ جب عثمان کے مارے جانے اور امیر المؤمنین کی خلافت کی خبر منتشر ہوئی اور اہل کوفہ نے یہ خبر سنی اس زمانہ میں ابو موسیٰ اشعری حاکم کوفہ تھا کوفہ کے لوگ اس کے پاس آئے اور کہا کہ امیر المؤمنین علیؑ سے بیعت کیوں نہیں کرتے ابو موسیٰ نے جواب دیا کہ ابھی میں توقف کروں گا دیکھوں اس کے بعد کیا ہوتا ہے ہاشم بن عتبہ نے کہا کہ ہوگا کیا عثمان مارا گیا اور خاص وعام نے علیؑ سے بیعت کرلی اب کیا یہ ڈرتے ہو کہ اگر علیؑ سے بیعت کروگے تو عثمان پھر واپس آئیں گے اور تمہیں ملامت کریں گے۔ ہاشم نے یہ کہہ کر اپنا داہنا ہاتھ بائیں پر رکھا اور کہا کہ بایاں ہاتھ میرا میری طرف سے ہے اور داہنا جناب علی ابن ابی طالبؑ کی طرف سے میں نے ان سے بیعت کی اور ان کی خلافت پر راضی ہوا۔

جناب ہاشم نے ان کے روبرو اس طرح سے بیعت کی تو ابو موسیٰ کو کچھ عذر کی گنجائش ہی باقی نہ رہی اور مجبورا بیعت کرنا پڑی پھر تمام اکابر و سردارن کوفہ نے بھی بیعت کی۔ کتاب اصابہ میں مذکور ہے کہ ہاشم وقت بیعت یہ اشعار نظم کر کے پڑھتے جاتے تھے۔

یعنی میں بے خوف علیؑ سے بیعت کرتا ہوں اور حاکم اشعری سے کچھ نہیں ڈرتا میں ان سے بیعت کرتا ہوں اور جانتا ہوں کہ اس بیعت کے سبب سے میں حق کی طرف جاؤں گا اور خدا اور سولؐ تک پہنچوں گا۔

جناب ہاشم قاریان قرآن کی ایک جماعت کے ساتھ جنگ کر رہے تھے کہ ایک شامی جوان لشکر معاویہ سے جنگ کے لئے نکلا رجز پڑھتا ہوا آگے بڑھتا جاتا تھا اور کسی کے روکے سے نہیں رکتا تھا اور امیر المؤمنین علیہ السلام کو سب و شتم کرتا جاتا تھا، جناب ہاشم نے کہا اے شخص کلام کے بعد جنگ ہوتی ہے اور تو سید الابرار امیر المؤمنین علیؑ کو جو گالیاں دے رہا ہے اس کے پاداش میں جہنم کی آگ ہے اس لئے تو خدا سے ڈر اس لئے کہ وہ تجھ سے روز قیامت اس کا جواب طلب کرے گا۔

شامی نے کہا کہ جب خدا مجھ سے اسؑ کے بارے میں سوال کرے گا تو میں کہہ دوں گا کہ مجھ سے کہا گیا ہے کہ اہل عراق اور ان کا رئیس نماز نہیں پڑھتا ہے اور انھوں نے ان کی مدد سے ہمارے خلیفہ کو قتل کیا ہے اس لئے میں نے ان سے جنگ کی۔

جناب ہاشم نے کہا کہ تجھے عثمان سے کیا تعلق اس کو تو صحابہ رسولؐ نے جو امور اسلام پر زیادہ نظر رکھتے تھے قتل کیا تھا۔ اے شامی ہمارا رئیس تو وہ ہے جو قتل عثمان سے دور کا تعلق بھی نہیں رکھتا اسی نے سب سے پہلے رسول اللہؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔ سب سے پہلے حضرت پر ایمان لایا تو ہمارے رئیس کے گرد و پیش جن لوگوں کو دیکھ رہا ہے وہ سب قاریان قرآن مجید ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو نماز شب پڑھنے کے سبب سے راتوں کو سوتے ہی نہیں ہیں اسی لئے تو خوف خدا کر اور ان گمراہ شقی لوگوں سے دھوکا نہ کھا شامی جوان نے جناب ہاشم سے کہا کہ تمہاری باتوں سے میرے دل میں خوف پیدا ہو گیا ہے

تم تو مجھے بڑے سچے معلوم ہوتے ہو کیا میرے لئے توبہ کی گنجائش ہے انھوں نے کہا ہاں اللہ تواب ورحیم ہے یہ سنتے ہی شامی سر جھکائے ہوئے اپنے صف میں واپس ہو گیا اس کے ایک ساتھی نے کہا کہ عراقی نے تجھے دھوکا دے دیا جوان نے کہا نہیں اس نے مجھے نصیحت و ہدایت کی ہے یہ واقعہ معاویہ کے انتہائے بد باطنی کی دلیل ہے اس لئے کہ اس نے حضرت امیرؑ کی دشمنی میں کیسی کیسی غلط باتیں مشہور کر دی تھیں اور جناب ہاشم کے انتہائے زہد و ورع و تقویٰ و محبت امیر المؤمنینؑ کا ثبوت ہے کہ میدان جنگ میں بھی کار ہدایت سے غافل نہیں رہتے تھے یہاں تک کہ میدان جنگ میں بھی ایک شخص کو راہ نجات دکھا دی۔

ہاشم جنگ صفین میں درجہ شہادت پر پہنچے اور بعد ان کے ان کے بیٹے عتبہ بن ہاشم نے اپنے باپ کا علم اٹھایا اور اہل شام پر حملہ کیا اور بہت سے آدمیوں کو قتل کر کے آخر کار شربت شہادت نوش فرمایا اور اپنے پدر بزرگوار کے پاس پہنچ گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ [1]

برید ابن حصین اسلمی

صحابی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تھے۔ علامہ حلی علیہ الرحمہ نے خلاصۃ الاقوال فی احوال الرجال میں ان کو مقبول صحابہ میں شمار کیا ہے۔ امیر المؤمنینؑ کے مخصوص اصحاب میں شامل تھے۔

صاحب روضۃ الصفا نے مؤلف غنیہ سے نقل کیا ہے کہ جب خبر

---

[1] ترجمہ مجالس المومنین ص ۱۹۱۔

وفات جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو پہنچی تو انھوں نے اپنے قبیلہ میں ایک علم سجا اور اسے لے کر مدینہ آئے اور دروازہ حضرت امیرؑ پر نصب کیا جب اس کی خبر عمر کو ہوئی تو ان سے کہا کہ تمام لوگوں نے تو ابو بکر کی بیعت پر اتفاق کر لیا ہے اور اظہار مخالفت نہیں کر رہے ہیں تم کیوں مخالفت کر رہے ہو ؟ برید نے کہا میں صرف اس گھر کے مالک کی بیعت کروں گا۔ ع

دولت در ایں سرا و کشائش در ایں در است

اس کے بعد صحابہ جمع ہوئے اور درّے سے ڈرا دھمکا کر ان سے بجز بیعت حاصل کی جنگ صفین میں حضرت امیرؑ کے ہمراہ رکاب جہاد کیا اور حضرت سے ذرہ برابر بھی انحراف نہیں کیا۔[1]

جنگ صفین میں جو صحابہ حضرت امیرؑ کے ساتھ شریک ہوئے ان میں برید بھی تھے ان کے بارے میں حضرت امیرؑ فرماتے ہیں کہ

جزى الله خير اعصبة اسلمية حسان الوجوه صرعوا حول هاشم
بريد و عبد الله منهم و منقد وعروة ابنا مالك فى الاكارم

خدا قبیلہ اسلمیہ کے اس گروہ کو جزائے خیر دے، جو خوب صورت تھے اور ہاشم کے گرد قتل کر دئے گئے۔ ان افراد میں برید و عبد اللہ ہیں اور مالک کے دونوں بیٹے منقذ و عروہ ہیں۔ یہ سب کے سب مکرم و معزز افراد میں داخل ہیں۔[2]

---

[1] مجالس المؤمنین ص ۹۷۔

[2] اصابہ ج ۱ ص ۲۳۶۔

ظاہر ہے جس کے مرثیہ میں حضرت امیر علیہ السلام یہ ارشاد فرمائیں اس کی سچی محبت واخلاص کو کس کی مجال ہے کہ قلم بند کر سکے۔

ابو الہیثم مالک ابن تیہان انصاری

جناب مالک کا شمار بزرگ ترین صحابہ میں ہے موصوف نے عقبہ اولی و ثانیہ میں پیغمبر اسلامؐ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی اور نقیب پیغمبر اسلامؐ تھے۔

کتاب استیعاب[۱] میں مرقوم ہے کہ مالک بن تیہان بن مالک ابو الہیثم بلوی انصاری قبیلہ اوس کی فرد تھے اپنی کنیت کے ساتھ زیادہ شہرت رکھتے تھے جنگ بدر واحد اور پیغمبر اسلامؐ کی تمام لڑائیوں میں شریک تھے جنگ صفین میں حضرت امیر المؤمنینؑ کے ساتھ تھے اور اسی جنگ میں جام شہادت نوش کیا۔

کتاب کامل بھائی میں لکھا ہے کہ جنگ صفین میں خزیمہ بن ثابت اور ابو الہیثم انصاری نے میدان جنگ میں بڑی جانبازی وپامردی سے داد شجاعت دے کر حضرت امیرؑ کی نصرت کی حضرت نے ان لوگوں کے لئے فرمایا کہ اگر چہ ابتدا میں ان لوگوں نے میرا ساتھ نہیں دیا اور آخر میں سمجھ گئے کہ ہم نے جو کچھ کہا غلط تھا اور توبہ کر لی۔

بعد بیعت ابو بکر جن بارہ افراد نے ان کے خلیفہ ہونے پر احتجاج کیا تھا ان میں یہ بھی داخل تھے اختصار کے خیال سے ہم اسے ترک کرتے ہیں۔

۱۔ استیعاب بر حاشیہ اصابہ ج ۳ ص ۳۶۵۔

خزیمہ ابن ثابت ذوالشہادتین

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کی گواہی دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دیا تھا پیغمبر اسلامؐ کی تمام لڑائیوں میں شریک رہے۔

استیعاب[۱] میں ہے کہ جنگ صفین میں یہ بھی حضرت امیر المؤمنینؑ کے ناصر و مددگار تھے۔ جناب عمار یاسرؓ کے ساتھ تلوار سونت کر میدان جنگ میں دشمنوں کے چھکے چھڑادئے بالآخر لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔

ان کے کچھ اشعار مشہور و معروف ہیں جو ان کے صحیح العقیدہ ہونے کی دلیل ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔

جب ہم نے علیؑ کی بیعت کرلی تو یہ ہمیں ہر خوفناک فتنہ وفساد سے بچنے کے لئے کافی ہے۔ ہم نے ولی خدا کی زیارت کی وہ کتاب وسنت کے بہترین عالم ہیں اور قریش میں سب سے بہتر فرد ہیں۔ آپ کی ذات میں جو محاسن جمع ہیں قریش کی کسی فرد میں نہیں ہیں آپ ہی اہل بیت رسولؐ سے وصی رسولؐ ہیں آپ ہی ان کے ایسے مددگار ہیں جس نے ابتدائے زمانہ میں بھی مدد کی آپ ہی نے جناب خدیجہ کے علاوہ سب سے پہلے نماز پڑھی۔ آپ ہی ہر موقع پر رسول اللہ کے ساتھ رہے اسی لئے کفن پہنتے وقت تک میں اس امام کو فراموش نہ کروں گا۔

جناب خزیمہ بھی جنگ کرتے کرتے میدان صفین میں شہید ہوئے۔

۱۔ استیعاب بر حاشیہ اصابہ ج ۱ ص ۴۱۸۔

حذیفہ ابن یمان انصاری عنسی

جناب حذیفہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی اور رازدار تھے اور منافقین کو پہچانتے تھے جنگ احد میں اپنے بھائی اپنے باپ کے ساتھ شریک رہے۔ جناب رسالت مآبؐ جب غزوۂ بتوک سے پلٹ رہے تھے مقام عقبہ میں شب کے وقت گھاٹی سے گزر رہے تھے ناقہ کی مہار جناب حذیفہ کے ہاتھ میں تھی اور جناب عمار اسے ہنکارہے تھے منافقین کو موقع ملا اور انھوں نے چاہا کہ اونٹ کو بھڑکا کر حضرت کو شہید کریں کہ اتنے میں بجلی چمکی جس کی روشنی میں سب منافقین نظر آگئے حضرت نے انھیں حذیفہ کو دکھایا اور یہ ہدایت کی کہ ان منافقین کے نام ظاہر نہ کرنا۔

اصحاب پیغمبر اسلامؐ میں صرف دو آدمی منافقین کو پہچانتے تھے جناب عمار یاسر اور جناب حذیفہ یمانی۔ امیر المومنینؑ کی بیعت کے چالیس روز بعد مقام مدائن میں وفات پائی۔ ان کے دو بیٹے۔ صفوان اور سعید باپ کے حسب وصیت حضرت امیرؑ کے ناصر ومددگار رہے۔ اور جنگ صفین میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

عبداللہ بن بدیل خزاعی

جناب عبداللہ بن بدیل بن ورقہ خزاعی ابو ربیعہ ان کی کنیت تھی بڑے بہادر و شجاع تھے ممتاز اصحاب جناب رسول خداؐ میں داخل تھے۔ جنگ

صفین میں پیادوں کے سردار تھے۔ عرب کے چالاک ترین افراد میں شمار ہوتے تھے۔

علامہ ابن عبدالبر استیعاب ۱۰ میں تحریر کرتے ہیں کہ یہ اپنے والد کے ساتھ قبل فتح مکہ اسلام لائے تھے جنگ حنین و طائف میں ہمراہ رکاب سرکار دو جہاں موجود تھے۔ قبیلہ خزاعہ کے سردار تھے اور خزاعہ کے لوگ حضرت کا ظرف (عیبہ) کہے جاتے تھے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ اور ان کے بھائی فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے لیکن صحیح یہی ہے کہ وہ قبل فتح مکہ اسلام لائے اور جنگ حنین و طائف و بتوک میں شریک تھے طبری اور دوسرے لوگ اسی کے قائل ہیں۔ اصحاب پیغمبر اسلامؐ میں ان کی بڑی قدر و منزلت تھی یہ اور ان کے بھائی عبدالرحمن بن بدیل جنگ صفین میں (نصرت حضرت علیؑ میں) شہید کئے گئے۔ یہ حضرت علیؑ کی فوج میں پیادوں کے سردار تھے اور ممتاز ترین صحابہ میں شمار کئے جاتے تھے۔

شبعی کا بیان ہے کہ عبداللہ جنگ صفین میں دو زرہیں پہنے دو تلواریں لئے اہل شام سے جنگ کرتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ سوائے صبر و توکل کے کچھ اور باقی نہیں ہے اس کے بعد پھر فوج کے اگلے حصہ میں اس طرح چلنا رہ گیا ہے جس طرح اونٹ چشمہ کے حوض پر وارد ہوتے ہیں خدا جو چاہتا ہے حکم لگاتا ہے اور کرتا ہے۔

یہ اشعار پڑھتے ہوئے بڑھتے چلے جاتے تھے یہاں تک کہ معاویہ

---

۱۰ استیعاب ج ۲ ص ۲۶۸ بر حاشیہ اصابہ۔

تک پہنچ گئے اور اسے اور اس کے ساتھیوں کو ان کی جگہ سے ہٹادیا اس زمانہ میں عبداللہ بن عامر بھی معاویہ کے ساتھ موجود تھا یہ کیفیت دیکھ کر معاویہ کے ساتھیوں نے عبداللہ پر پتھر برسانا شروع کیا یہاں تک کہ زخموں سے چور چور ہوگئے اور وہیں شہید ہوگئے معاویہ عبداللہ بن عامر کے ساتھ ان کی میت کے پاس آیا ابن عامر نے اپنے عمامہ سے ان کا چہرہ چھپادیا نزول رحمت کی دعا کی معاویہ نے کہا چہرہ کھولو تو ابن عامر نے کہا جب تک میری جان میں جان ہے عبداللہ کے اعضاء نہیں کاٹے جاسکتے۔ معاویہ نے کہا اچھا ان کا چہرہ کھولو تو میں نے انھیں تم کو بخش دیا عبداللہ بن عامر نے چہرہ سے اپنا عمامہ ہٹالیا معاویہ نے کہا رب کعبہ کی قسم یہ قوم کے سب سے بڑے سردار ہیں پالنے والے اسی طرح مجھے مالک اشتر اور اشعث بن قیس پر بھی کامیاب کر، اس کے بعد ان کی شجاعت و بہادری کے اعتراف میں بطور مثل چند شعر پڑھے اور کہنے لگا کہ مرد تو مرد اگر قبیلہ خزاعہ کی عورتیں بھی قدرت رکھتیں تو مجھ سے لڑنے کے لئے میدان جنگ میں آجاتیں۔

اسی کتاب کے صفحہ ۲۰۷ پر ان کا ایک زبردست خطبہ بھی موجود ہے جس میں کہا ہے کہ ہم حق پر ہیں اور معاویہ باغی گروہ سے تعلق رکھتا ہے۔

اویس قرنی

جناب اویس قرنی بڑے عابد و زاہد و متقی و پرہیز گار تھے حضرت امیر المومنینؑ کے سچے محب و پیرو تھے نصرت حضرت امیرؑ میں درجہ شہادت پر

17

فائز ہوئے۔

جناب اویس قرنی بڑے بڑے فضائل و محامد کے حامل تھے زہد وورع و تقویٰ میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔

جناب اویس صحابی تو نہ تھے مگر ایسے تابعی تھے کہ پیغمبر اسلامؐ ان کی زیارت کے مشتاق تھے چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ حضرت فرمایا کرتے تھے مقام قرن کی طرف سے جنت کی خوشبو آتی رہتی ہے۔ اے اویس قرنی تیری ملاقات کا مجھے کتنا زیادہ شوق ہے۔ جس سے بھی اویس سے ملاقات ہو اسے میرا اسلام پہنچادے۔ حضرت سے عرض کیا گیا اے خدا کے رسولؐ اویس قرنی کون بزرگ ہیں آپ نے فرمایا کہ اویس وہ ہیں کہ اگر وہ غائب ہو جائیں تو تم ان کو تلاش نہ کرو گے اور اگر ظاہر ہوں تو تم ان کی طرف اعتنا نہ کرو گے لیکن اس کی شفاعت سے اتنے زیادہ لوگ داخل جنت ہوں گے جن کی تعداد قبیلہ ربیعہ و مضر کے افراد کے برابر ہو گی۔ وہ مجھ پر ایمان لائیں گے اور دیکھیں گے نہیں۔ میرے خلیفہ علی ابن ابی طالبؑ کے سامنے جنگ صفین میں قتل کیے جائیں گے۔ ؎۱

ایک روایت میں ہے کہ ایک دن آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم کو میری امت کی ایک ایسے فرد کی بشارت ہو جس کا نام اویس قرنی ہے۔ وہ قبیلہ ربیع و مضر کے مانند افراد کی شفاعت کرے گا۔ اس کے بعد عمر سے کہا عمر جب تم اس سے ملنا تو میرا اسلام کہہ دینا۔ عمر کو اپنے زمانہ خلافت میں یہ

؎۱　بحار الانوار ج ۹ ص ۲۲۷۔

معلوم ہوا کہ وہ کوفہ میں مقیم ہیں چنانچہ وہ ان کو زمانہ حج میں تلاش کیا کرتے تھے اس خیال سے کہ ممکن ہے حج کے لئے آئے ہوں۔ایک سال زمانہ حج میں ان سے ملاقات بھی ہو گئی۔جو ہیئت کے اعتبار سے سب سے اچھے لیکن بہت خستہ حال تھے۔جب عمر نے ان کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے کہا اویس ایسے (حقیر) شخص ہیں کہ آپ کے مانند شخص کو ان کے بارے میں دریافت نہ کرنا چاہیئے عمر نے کہا کیوں ؟ جواب دیا گیا کہ وہ ہم لوگوں کے نزدیک بہت کم عقل ہیں بسا اوقات بچے بھی ان کو ستاتے رہتے ہیں عمر نے کہا مجھے یہ زیادہ محبوب ہے۔ایک دن ان سے ملاقات ہو گئی تو ان سے کہا کہ جناب رسول خداؐ نے میرے پاس تمہارے لئے ایک امانت رکھی ہے آپ نے تم کو سلام کہا ہے اور فرمایا کہ تم ربیعہ و مضر کے مانند افراد کی شفاعت کرو گے اویس یہ سنتے ہی سجدہ میں گر گئے اور رونا شروع کیا یہاں تک کہ لوگوں نے گمان کیا کہ وہ مر گئے۔لوگوں نے پکارنا شروع کیا اویس اویس تو سر اٹھایا اور کہا کیا واقعاً خدا ایسا ہی کرے گا عمر نے کہا ہاں ایسا ہی کرے گا اپنی شفاعت میں مجھے بھی داخل کر لینا۔

اس واقعہ کے بعد لوگوں نے ان کو طلب کرنا شروع کیا جس سے وہ کہا کرتے تھے کہ اے عمر تم نے ہم کو مشہور کر کے ہلاک کر دیا۔

علمائے اہل سنت نے بھی جناب اویس کی مدح و ثنا میں دفتر کے دفتر سیاہ کر دئے ہیں جو شخص ان کے زہد و ورع کے حالات دیکھنا چاہتا ہو حسب ذیل کتب کا مطالعہ کرے۔

۱۔ شجرۃ الاولیاء مصنفہ سید محمد نور بخش

۲۔ منبع الانوار مصنفہ حیدر بن علی آملی

۳۔ تذکرۃ الاولیاء مصنفہ شیخ فرید الدین عطار

۴۔ کتاب خلاصۃ المناقب مصنفہ نور الدین جعفر بدخشی

تذکرۃ الاولیاء میں مذکور ہے کہ ان کے لئے حضرت امیر المؤمنینؑ علی اور عمر بن خطاب کے حکم سے لوگ خرقۂ جناب رسول خداؐ لائے۔ عمر نے دیکھا اویس برہنہ ہیں اور ایک اونٹ کی چادر سے اپنے جسم کو چھپائے ہیں انھوں نے ان کی تعریف کی اور زہد کا اظہار کیا اور کہا کہ کون ہے جو مجھ سے اس خلافت کو ایک روٹی میں خریدے اویس نے کہا اے عمر جو شخص عقل رکھتا ہے اس خرید و فروخت پر راضی نہیں ہوگا اگر تم سچے ہو تو خلافت کو چھوڑ کر چلے جاؤ تاکہ جس کا جی چاہے اسے لے لے عمر نے کہا اویس میرے لئے دعا کرو اویس نے جواب دیا کہ میں ہر نماز کے بعد ہر مومن و مومنہ کے لئے دعا کرتا ہوں اگر تم مومن ہو میری دعا تم تک پہنچ جائے گی اور اگر مومن نہیں ہو تو میں اپنی دعا ضائع نہیں کروں گا۔[۱۰] جب حضرت امیرؑ نے لشکر جمع کیا اور شام جانے کا قصد کیا تو اس وقت اویس بھی لشکر گاہ میں حاضر ہوئے حضرت کو سلام کیا آپ نے جواب سلام دیا اور ان کے آنے سے بہت خوش ہوئے جناب اویس حضرت کے ساتھ ساتھ جنگ صفین میں حاضر رہے یہاں تک کہ جام شہادت نوش کیا۔

۱۰۔ ناسخ التواریخ کتاب الصفین ص ۱۹۵۔

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت علیؑ نے جنگ صفین میں ارشاد فرمایا کہ کون ہے جو مرنے کے لئے میری بیعت کرتا ہے ننانوے آدمیوں نے اس پر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اس وقت حضرات نے فرمایا کہ کون ہے جو اس عدد کو پورا کرے۔ اس وقت میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اون کے پھٹے پرانے کپڑے پہنے آیا اور مرنے پر حضرت کی بیعت کی اور تلوار لے کر میدان جنگ میں آ گیا لوگوں کو جنگ پر آمادہ کرتا جاتا تھا اور جنگ کرتا تھا یہاں تک ایک تیر اس کے قلب پر آ کر لگا اور وہ وہیں شہید ہو گیا۔ یہ شخص اویس قرنی تھے۔

یہاں تک ہم نے شہدائے جنگ صفین کے حالات تحریر کئے رہے دیگر شہداء و بہادران اگر ان کے حالات یہاں تحریر کئے جاتے تو اس کتاب میں زیادہ طول ہو جاتا۔

عقیل بن مالک

عقیل بن مالک پاک طینت و صاف باطن تھا زہد و ورع و تقویٰ میں مشہور و معروف تھا مملکت شام کے بزرگوں اور بہادروں میں شمار کیا جاتا تھا ایک دن جب معاویہ کے لشکر کی صفیں درست ہو رہی تھیں سرداران فوج جنگ کی تیاری میں مشغول تھے معاویہ نے عقیل سے کہا تیر اشمار تو سر بر آوردہ افراد اور مشہور ترین بہادروں میں ہے مگر میں اس وقت تجھ میں جنگی حمیت و غیرت کو نہیں دیکھ رہا ہوں تمام فوج جنگ کی تیاری میں مشغول ہے مگر تجھے

اس کی بالکل فکر نہیں ہے آخر تو جنگ کی تیاری کیوں نہیں کر رہا ہے اور ہمارے دشمن کو کیوں نہیں دور کر رہا ہے۔ عقیل نے کہا کہ دل میں تو یہی ارادہ کر کے آیا تھا کہ تیری نصرت و مدد میں کوتاہی نہ کروں اور تیرے دشمن کو بیخ و بن سے اکھیڑ کر پھینک دوں لیکن جس دن عمرو بن عاص اور ابو نوح نے عمّار یاسر کے ساتھ بیٹھ کر گفتگو کی تھی اور ہر ایک نے اپنے اپنے احتجاج پیش کئے تھے اس دن مجھ پر یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت علی ابن ابی طالبؑ رسول خداؐ کے خلیفہ و وصی و ابن عم و داماد ہیں اور وہ حق پر ہیں اور تم باطل پر ہو یہ بات مجھ پر واجب کر دیتی ہے کہ میں خلیفہ بر حق رسول خداؐ کے مقابلہ میں تلوار نہ کھینچوں اور ان کے اصحاب کو قتل نہ کروں اس لئے زیب و زینت دنیا کو معارف و حقائق جنت پر قربان نہیں کیا جا سکتا ہے اور دنیا کی پانچ دن کی نعمتوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے عذاب کے برابر نہیں قرار دیا جا سکتا جناب محمد مصطفیؐ اور پروردگار عالم کو نعمت دنیا کے لئے ناراض نہیں کیا جا سکتا عقیل کے یہ کلمات معاویہ کے لئے نیزہ و شمشیر کے زخم سے زیادہ اذیت رساں ہوئے اور ایک دن صبح کے وقت اسے زہر دے کر شہید کر دیا۔ [۱]

یہ واقعہ فرقہ شیعہ کے حق ہونے کی بہترین دلیل ہے۔ یہ امر بھی ناظرین کے پیش نظر رہے کہ معاویہ کے دل میں دشمنی حضرت امیرؑ اتنی راسخ ہو چکی تھی کہ وہ اپنے مخلص ساتھیوں اور ہمدردوں میں بھی اگر محبت حضرت علیؑ کو دیکھ لیتا تھا تو انھیں بھی زندہ نہیں چھوڑتا تھا عقیل بن مالک

۱۔ ناسخ التواریخ حالات حضرت امیرؑ ص ۳۶۴۔

ایسے کتنے اس کے مخلص ساتھی ہوں گے جن کو اس نے جرم محبت علیؑ میں موت کے گھاٹ اتار دیا ہوگا۔ لیکن یہ تاریخ کی خیانت ہے کہ اس نے ان کو گمنامی کے گہرے غار میں ڈال کر آگے بڑھ گئی ہے۔

عبد اللہ بن خباب بن ارت

جناب عبد اللہ اور ان کے والد صحابی پیغمبر اسلامؐ تھے۔ یہ پہلے وہ شخص ہیں جن کے ولادت زمانہ اسلام میں ہوئی۔

علامہ شیخ عباس قمی تحفۃ الاحباب صفحہ ۱۸۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ جب خوارج نہروان کی طرف جا رہے تھے تو ان کا گذر خرمہ کے باغ اور پانی کے ایک چشمہ کی طرف سے ہوا ان لوگوں نے عبد اللہ کو دیکھا کہ قرآن مجید گردن میں حمائل کئے گدھے پر سوار جا رہے ہیں ان کے ساتھ ان کے اہل و عیال بھی تھے ان کی زوجہ حاملہ تھیں خوارج نے عبد اللہ سے کہا کہ تم واقعۂ تحکیم کے بعد حضرت علیؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ حضرت علیؑ سب سے زیادہ خدا کی معرفت رکھتے ہیں اور دین کی حفاظت کرتے ہیں۔ بصیرت میں سب سے زیادہ بڑھے ہوئے ہیں۔ خوارج نے کہا جو قرآن تمہاری گردن میں حمائل ہے ہم کو حکم دے رہا ہے کہ تم کو قتل کر دیں چنانچہ ان بیچارے مظلوم کو گرفتار کر کے نہر کے پاس لائے اور زمین پر لٹا کر بکرے کی طرح ذبح کر دیا ان کا خون بہہ کر نہر میں چلا گیا۔ ان کی زوجہ کا پیٹ چاک کر ڈالا ان کے علاوہ کچھ عورتوں کو بھی قتل کر دیا۔ ابو محمد عبد اللہ بن

مسلم بن قتیبہ کتاب الامامۃ والسیاسۃ [۱] میں تحریر کرتے ہیں ان خوارج نے تین اور عورتوں کو قتل کیا تھا جن میں ام سنان صحابیہ بھی تھیں۔

حارث بن مرہ

حضرت امیرؑ معاویہ سے دوبارہ جنگ کے لئے صفین کی طرف جا رہے تھے کہ راستہ میں جناب اور ان کے ساتھیوں کے قتل کا حال معلوم ہوا تو آپ نے جناب حارث ابن مرہ کو تحقیق حالات کے لئے روانہ کیا جب وہ ان لوگوں کے پاس حالات دریافت کرنے کے لئے پہنچے تو ان کو بھی قتل کر دیا۔ کتاب الامامۃ والسیاسۃ ج ا ص ۱۲۳۔

جنگ نہروان

جب صفین کی لڑائی میں معاویہ ابن ابو سفیان کو اندازہ ہوا کہ شکست کھا جائے گا تو اس نے عمرو عاص کے مشورہ سے اپنی فوج والوں سے نیزوں پر قرآن مجید بلند کرا دیئے۔ معاویہ اشعث بن قیس کو رشوت دے کر پہلے سے ہموار کر چکا تھا۔ قرآن مجید کے نیزوں پر بلند ہونے سے حضرت کے لشکر کا ایک حصہ کہنے لگا جنگ بند کی جائے اور قرآن ہمارے اور ان کے درمیان حکم ہے۔ حضرت نے سمجھانا چاہا مگر ان لوگوں نے ایک نہ سنی بالآخر جنگ بند ہوئی حضرت کی طرف سے حضرت کے منشا کے خلاف ابو موسیٰ اشعری اور معاویہ کی طرف سے عمرو عاص حکم معین ہوئے۔

بالآخر ابو موسیٰ کو دھوکا دے کر عمرو عاص نے معاویہ کی خلافت کا

---

[۱] الامامۃ والسیاسۃ ج ا ص ۱۲۳۔

اعلان کر دیا۔ حضرت امیرؑ کی فوج کے جن لوگوں نے آپ کو اس پر مجبور کیا تھا اب وہی مخالف ہو گئے اور خباب بن ارت ان کی زوجہ تین اور عورتوں کو قتل کر دیا۔ حضرت امیرؑ دوبارہ معاویہ سے لڑنے کے لئے صفین جا رہے تھے لیکن اس فتنہ کی خبر سن کر واپس آئے اور ان کی سرکوبی کی۔

جنگ نہروان میں امیر المؤمنینؑ کے مقابلہ کے لئے خوارج کا بارہ ہزار کا لشکر نکلا حضرت نے پہلے انھیں سمجھانا چاہا لیکن جب وہ اپنی سرکشی پر باقی رہے تو آپ نے امان کا علم ابو ایوب انصاری کے ہاتھ میں دیا۔ ابو ایوب انصاری نے آواز دی کہ جو اس علم کے نیچے آجائے گا وہ امان میں ہے۔ چنانچہ ان بارہ ہزار میں سے آٹھ ہزار اس علم کے نیچے آگئے اور باقی اپنی سرکشی پر باقی رہے بالآخر ان سے جنگ ہوئی اور حضرت کے ساتھیوں میں سے حسب ذیل حضرات شہید ہوئے روایہ بن وبر بجلی رفاع ابن ویل ارہی، فیاض ابن خلیل ازوی اور قلیون ابن سلمہ حسنی اور حبیب ابن اعثم ازوی غرض کل نو آدمی حضرت کے لشکر سے شہید ہوئے اور خوارج کے لشکر سے صرف نو آدمی بچ کر بھاگ نکلے باقی قتل ہوئے۔ (مناقب ابن شہر آشوب ج ۳ ص ۱۰۸۔)

مالک ابن حارث اشتر

جناب مالک ابن حارث ابن عبد یغوث ابن سلمہ ابن ربیعہ ابن خزیمہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ جلد ۳ ص ۴۱۶ میں تحریر کرتے ہیں کہ جناب مالک شجاع و بہادر اور رئیس تھے

عظیم ترین شیعوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ امیر المؤمنینؑ کی محبت میں ثابت قدم اور پختہ تھے۔ حضرت کے زبردست ناصر و معین و مددگار تھے ان کی شہادت کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا خدا مالک پر رحم کرے وہ میرے لئے ویسے ہی تھے جس طرح میں جناب رسول خداؐ کے لئے تھا۔

زمانہ حکومت حضرت امیر المؤمنینؑ میں جب مصر کی حالت دگرگوں ہوئی اور محمد ابن ابو بکر کے خلاف لوگوں نے ہنگامہ شروع کر دیا تو حضرت نے آذربائجان سے واپس بلا کر مصر روانہ کیا اس کی اطلاع معاویہ کے جاسوسوں نے معاویہ کو دی اس نے مقام قلزم کے اہل خراج میں سے ایک شخص کے ذریعہ سے شہد میں زہر ملا کر انھیں پلوا دیا جس سے ان کی شہادت واقع ہوئی ہم نے ان کے تفصیلی حالات اصحاب امیر المؤمنینؑ کی قربانیاں حصہ دوم ص ۵ سے ص ۳۸ تک تحریر کیا ہے محترم ناظرین وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

محمد بن ابی بکر بن ابی قحافہ

جناب محمد جلیل القدر تابعی، بڑے عابد و زاہد، مشہور و معروف متقی و پرہیزگار انسان تھے حضرت امیرؑ کے سچے محب اور پیرو تھے۔ ان کی ولادت حجۃ الوداع سنہ ۱۰ھ میں ہوئی اور ۳۸ھ میں بیدردی سے مصر میں شہید کئے گئے۔

جناب محمد بن ابو بکر کو حضرت امیر المؤمنینؑ سے یہ اخلاص ان کی والدہ اسماء بنت عمیس نے گھٹی میں پلا دیا تھا۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ محمد کو

نجابت ماں کی طرف سے ملی ہے باپ سے نہیں ملی پھر اس پر اضافہ یہ ہوا کہ انتقال ابو بکر کے بعد اسماء امیر المؤمنینؑ کی زوجیت میں آگئیں اس لئے جذبۂ اخلاص و محبت اتنا بڑھا کہ حضرت امیر المؤمنینؑ فرماتے تھے محمد میرے فرزند صلب ابو بکر سے ہیں۔ جناب محمد شعبان ۳۸ھ میں معاویہ بن ابی سفیان کی سازش سے مصر میں پیاسے شہید کر دیئے گئے اور لاش کو گدھے کی کھال میں بھر کر جلا دیا گیا۔ محمد کے تفصیلی حالات ہماری کتاب اصحاب امیر المؤمنینؑ کی قربانیاں ص ۳۸ حصہ دوم میں ملاحظہ کیجئے۔

کنانہ بن بشر بن عتاب نجیبی

جناب کنانہ امیر المؤمنینؑ علی ابن ابی طالبؑ کے محبّ تھے جب مصر میں معاویہ کے حکم سے مسلمہ بن مخلد انصاری نے بغاوت کر دی اور محمد بن ابی بکر سے بر سر پیکار ہوئے تو محمد نے اس کی اطلاع امیر المؤمنینؑ کو دی۔ حضرتؑ نے محمد کو تحریر فرمایا کہ دشمنوں سے جنگ کرو اپنی امداد کے لئے۔ کنانہ بن بشر کو بلاؤ جو خلوص نیت، شجاعت، بہادری میں شہرۂ آفاق ہے۔ محمد بن ابی بکر نے ان کو اپنی امداد کے لئے بلایا جب تک کنانہ بن بشر زندہ رہے محمد کے ساتھی محمد کے گرد جمع رہے، لیکن ان کی شہادت کے بعد ان کے ساتھیوں نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور محمد کی شہادت بھی واقع ہوگئی۔

اعین بن ضبیعہ مجاشعی

جناب محمد ابن ابی بکر کے مصر میں شہادت کے بعد معاویہ نے عبد

اللہ ابن عمر ابن حضرمی کو بصرہ روانہ کیا تا کہ فیصلۂ تحکیمین پر عمل کی ترغیب دلائے ابن حضرمی کی آمد سے بصرہ کی حالت خراب ہوئی۔ امیر المؤمنینؑ نے اعین بن ضبیعۂ مجاشعی کو حاکم بصرہ کی امداد کے لئے روانہ کیا لیکن قبیلۂ بنی تمیم نے ابن حضرمی کے اشارہ سے ان کو شہید کر دیا۔

محمد بن ابی حذیفۂ قریشی عیشی

محمد کی ولادت حبشہ میں زمانہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہوئی تھی۔ جب ان کے والد ابو حذیفہ قتل ہو گئے تو ان کی پرورش عثمان نے کی، یہ صحابی پیغمبر اسلامؐ تھے اور بڑے عابد و زاہد و متقی و پرہیز گار تھے۔ محبت امیر المؤمنینؑ میں مشہور تھے۔ علامہ عز الدین ابو حامد عبد الحمید بن ہبۃ اللہ مدائنی معروف بابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ [۱] میں ان کی موت کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ محمد بن ابی حذیفہ کو عمرو عاص نے (بعد قتل محمد بن ابی بکر) مصر پر قبضہ کرنے کے بعد گرفتار کر کے معاویہ کے پاس بھیج دیا۔ جو اس زمانہ میں فلسطین میں موجود تھا۔ اس نے ان کو قید خانہ میں ڈال دیا۔ کچھ عرصہ تک وہ مقید رہے اس کے بعد وہ قید خانہ سے پوشیدہ طور سے روانہ ہو گئے۔ محمد معاویہ کے ماموں زاد بھائی تھے۔ معاویہ نے بظاہر اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور چاہتا تھا کہ محمد قید سے نجات پا جائیں (ابن ابی الحدید کا قول صحیح نہیں، معاویہ نے اہل شام سے کہا کہ محمد ابن ابی حذیفہ کو گرفتار کر کے کون لائے گا۔ قبیلہ خثعم کے ایک شخص نے جس کا نام عبید اللہ بن عمر بن ظلام

---

[۱] شرح نہج البلاغہ ج ۲ ص ۳۰۸۔

تھا، جو شجاع بھی تھا، عثمانی بھی تھا۔ جواب دیا کہ میں گرفتار کر کے لاؤں گا۔ چنانچہ وہ کچھ لوگوں کے ساتھ روانہ ہوا۔

محمد بن ابی حذیفہ قید خانہ سے نکل کر مقام خوارین میں پہنچے اور ایک غار میں چھپ گئے۔ کچھ گدھے اس غار میں داخل ہوئے اس کے اندر آدمی کو دیکھ کر بھڑک اٹھے۔ گدھے والے دہانہ کے قریب تھے۔ انھوں نے کہا ان کے بھڑکنے کی کوئی وجہ ہونا چاہیئے۔ غار کے اندر آئے تو محمد بن ابی حذیفہ کو دیکھا وہ لوگ باہر آئے اسی وقت عبید اللہ بن عمر بن ظلام بھی آگیا اس نے ان سے محمد بن ابی حذیفہ کے بارے میں دریافت کیا اور ان کے صفات بیان کئے۔ گدھے والوں نے کہا کہ ایسا آدمی تو ہمارے یہاں موجود ہے۔ غرض محمد بن ابی حذیفہ کو عبید اللہ نے وہیں قتل کر دیا۔ قول صحیح یہ ہے کہ ان کی شہادت بعد شہادت حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام واقع ہوئی۔

مظالم بسر بن ارطاۃ!

ایک قول ہے کہ صحابی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تھا اور دشمن امیر المؤمنین علیہ السلام بھی تھا۔ بڑا ظالم و جابر انسان تھا۔ معاویہ ابن ابی سفیان نے واقعۂ تحکیم کے بعد اسے یمن و حجاز کی طرف روانہ کیا۔ یہ شام سے ایک لشکر لے کر روانہ ہوا اور مدینہ منورہ گیا۔ اس زمانہ میں حضرت علیؑ کی طرف سے عامل مدینہ ابو ایوب انصاری صحابی پیغمبر اسلامؐ تھے۔ جب ان کو بسر کے آنے کی اطلاع ہوئی تو مدینہ سے بھاگ کر حضرت علیؑ کی خدمت میں

آگئے۔ بسر مدینہ میں داخل ہوااور منبر رسولؐ پر چڑھ گیااور کہنے لگاکہ میرا وہ شیخ کہاں ہے جسے ہم نے کل یہاں دیکھا تھا۔ اس سے اس نے عثمان کو مراد لیا تھا۔ اس کے بعد اس نے کہاکہ خدا کی قسم اگر معاویہ نے منع نہ کیا ہوتا، تو میں کسی بالغ انسان کو مدینہ میں زندہ نہ چھوڑتا۔ اس کے بعد اہل مدینہ کو معاویہ کی بیعت کا حکم دیا۔ بنو سلمہ کو بلایا اور ان سے کہاکہ اس وقت تک تم لوگوں کو نہ امان دوں گا نہ بیعت لوں گا جب تک جابر بن عبداللہ انصاری کو نہ لاؤ گے۔ اس کی خبر جابر کو دی گئی، وہ جناب ام المؤمنین ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیاکہ آپ کیا حکم دیتی ہیں اس لئے کہ مجھے ڈر ہے کہ قتل کر دیا جاؤں گا اور یہ بیعت گمراہی و ضلالت کی بیعت ہے۔ جناب ام المؤمنین ام سلمہ نے کہا میری رائے ہے کہ تم معاویہ کی بیعت کرلو، میں نے اپنے بیٹے عمر ابن ابی سلمہ کو بھی یہی حکم دیا ہے کہ وہ معاویہ کی بیعت کر لے۔ بسر نے مدینہ کے بہت سے گھر بھی منہدم کرادیئے تھے۔

جناب ام سلمہ نے اپنے بیٹے اور جابر کو جو حکم دیا اسی کو شیعہ تقیہ کہتے ہیں۔

جب معاویہ نے بسر کو قتل شیعیان علی بن ابی طالب علیہ السلام کے لئے روانہ کیا تو کچھ لوگوں نے قبیلہ قیس کے لئے امان لی۔ معاویہ نے بسر کو ہدایت کی کہ تجھ کو قیس پر ظلم کی اجازت نہیں ہے۔

بسر نے اسی سفر میں قبیلہ ہمدان میں قتل و غارت کا بازار گرم کیا ان کی عورتوں کو گرفتار کیا۔ یہ پہلی مسلمان عورتیں تھیں جو گرفتار کی گئیں

اور قبیلہ کے بہت سے افراد کو بھی قتل کر دیا۔ (استیعاب بر حاشیہ اصابہ ص ۱۵۷ ج ۱)

اس کے بعد مکہ آیا وہاں ابو موسیٰ اشعری موجود تھا وہ ڈرا کہ کہیں مجھے قتل نہ کر دے اس لئے مکہ سے بھاگ گیا یہ بات بسر سے بیان کی گئی اس نے کہا کہ میں ایسے شخص کو قتل نہیں کروں گا جو حضرت علی علیہ السلام کے خلافت سے اتر جانے کا اعلان (واقعہ تحکیم میں) کر دے بسر نے ابو موسیٰ اشعری کو (اسی سبب سے) تلاش بھی نہیں کیا۔

مکہ سے بسر یمن آیا وہاں حضرت علیؑ کی طرف سے عبید اللہ بن عباس حاکم تھے وہ اس کے خوف سے عبد اللہ بن المدان حارثی کو قائم مقام بنا کر کوفہ چلے آئے۔ بسر نے یمن پہنچ کر انہیں اور ان کے بیٹوں کو قتل کر دیا۔ (استیعاب بر حاشیہ اصابہ ص ۱۵۹ ج ۱)

اصابہ ج ۱ ص ۱۴۸، و شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ص ۱۱۳ پر مرقوم ہے کہ معاویہ نے حکم دیا تھا کہ جس شخص کو حضرت علیؑ کا مطیع پانا قتل کر دینا۔ چنانچہ اس نے یہی کیا۔

موصوف اسی کتاب کے ج ۱ ص ۱۱۷ پر لکھتے ہیں کہ معاویہ نے بسر کے بھیجنے کے وقت اس سے کہا کہ جب کسی ایسے شہر میں پہنچنا جس کے باشندے حضرت علی علیہ السلام کے مطیع ہوں تو ان سے بہت سختی سے گفتگو کرنا تاکہ وہ دیکھ لیں کہ ان کے لئے نجات نہیں ہے اور تو ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اس کے بعد چپ ہو جانا اور میری بیعت کے لئے بلانا اور

جواس سے انکار کرے اسے قتل کر دینا اور علی علیہ السلام کے شیعہ جہاں بھی ملیں انھیں قتل کر دینا۔۔۔۔ موصوف اسی کتاب کے ج ا ص ۱۲۱ پر تحریر کرتے ہیں کہ بسر نے اپنی اس مہم میں جن لوگوں کو (مدینہ، مکہ، یمن میں) قتل کیا تھا تیس ہزار افراد تھے۔ اس نے ایک گروہ کو آگ سے بھی جلا دیا ۔۔۔۔ بسر ایسے دشمن امیر المؤمنین کو شیعیان علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ یہی برتاؤ کرنا ہی چاہیئے تھا، اس لئے کہ استیعاب بر حاشیہ اصابہ ج ا ص ۱۶۱ پر مرقوم ہے کہ یہ جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے مقابلے میں جنگ کے لئے آیا۔ حضرت نے اسے نیزہ مار کر گرادیا۔ وہ جلدی سے عمرو عاص کی طرح برہنہ ہو گیا اس کی یہ حرکت دیکھ کر حضرتؑ نے منھ پھیر لیا اور یہ بھاگ کھڑا ہوا۔

معاویہ اپنے ہمنشینوں میں ان دونوں کی اس حرکت پر خوب مضحکہ اڑایا کرتا تھا۔

دو کمسن ہاشمی بچوں کی شہادت

بسر بن ارطاۃ جب مکہ و مدینہ کو تاراج کر کے یمن پہونچا تو عبید اللہ بن عباس جو حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی طرف سے یمن کے عامل تھے، اس کے خوف سے بھاگ کھڑے ہوئے اور اپنے دو کمسن بچے عبد الرحمٰن اور قثم نامی وہیں چھوڑ گئے۔

بسر کو یمن میں پہنچ کر جب عبید اللہ نہیں ملے تو اس نے ان بچوں کو تلاش کیا اور ماں کے سامنے دونوں بچوں کو ذبح کر دیا۔ [۱]

---

[۱] استیعاب بر حاشیہ اصابہ ج ا ص ۱۵۶۔

ابو مخنف کا بیان ہے کہ بسر بن ارطاۃ نے یمن کا قصد کیا اور اس کی خبر عبید اللہ بن عباس عامل حضرت علی علیہ السلام کو دی گئی تو وہ یمن سے بھاگ گئے۔ جب بسر یمن آیا تو اس کے سامنے عبید اللہ بن عباس کے دو چھوٹے بچے لائے گئے۔ اس نے ان دونوں بچوں کو ذبح کر دیا۔ جس سے ان بچوں کی ماں عائشہ بنت عبد المدان پر مصیبت عظیم پھٹ پڑی اور انھوں نے اپنے ان کمسن بچوں کے مرثیے میں چند شعر کہے۔ وہ کہتی ہیں کہ

"ہائے افسوس کس نے محسوس کر لیا میرے ان دو بچوں کو جو ایسے موتیوں کی طرح تھے جن کی بزرگی کے سبب سے صدف پارہ پارہ ہو جاتا تھا۔"

"ہائے افسوس کس نے محسوس کر لیا میرے ان بچوں کو جو میرے کان بھی تھے، عقل بھی تھے، پس آج میرا دل اچٹ گیا ہے اور پریشان ہے۔"

مجھ سے بیان کیا گیا ہے لیکن لوگوں نے بسر کے جس گناہ کے بارے میں مجھ سے بیان کیا ہے اور جو گمان کیا گیا ہے، اس سے قبل میں نے اس کی تصدیق نہیں کی تھی اور وہ واقعہ یہ ہے کہ بسر میرے دونوں بچوں کی شہ رگ کاٹنے کے لئے تیز کی ہوئی تلوار لے کر متوجہ ہوا، کیا گناہ کرنے کے یہی طریقے ہوتے ہیں؟ جس کا ان لوگوں نے ارتکاب کیا ہے؟ اس واقعہ کے بعد یہ معظمہ دیوانی ہو گئیں۔ چنانچہ زمانہ حج میں وہ ان اشعار کو پڑھا کرتی تھیں اور دیوانہ وار جدھر سر سماتا چلی جاتی تھیں۔ ؎۱

دشمنی امیر المؤمنین علیہ السلام میں غریب ماں کے سامنے بسر بن ارطاۃ کا ان کمسن بچوں کا اس طرح ذبح کر دینا ایک ایسا دردناک المیہ ہے، جس کی مثالیں تاریخ میں شاید و باید مل سکیں گی۔

خدا کا شکر ہے کہ آج ۸؍رجب ۱۳۸۵ھ روز چہار شنبہ اس حصہ کو نظر ثانی کے بعد پھر ضروری اضافات کے ساتھ ارباب ذوق کے سامنے پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔ فللہ الحمد و الشکر۔

؎۱ استیعاب بر حاشیہ اصابہ ج ۱ ص ۱۵۹۔

مصائب الشیعه

جلد دوم

سنہ ۴۰ھ سے ۶۰ھ تک کے

خونچکاں واقعات

مصنفہٗ

آیۃ اللہ الحاج افتخار العلماء

مولانا سعادت حسین خاں صاحب

طاب ثراہ اعلی اللہ مقامہ

پیش کردہ

ادارہ ناصر العلوم

ناشر

شیعہ مشن، ۵۵/۳۹۰، حسین مارکٹ، رستم نگر، لکھنؤ۔ ۳

انتساب

میں اپنی اس ناچیز سعی کو ان لاکھوں ستم رسیدہ محسن اسلام شیعوں کے نام نامی سے معنون کرتا ہوں۔

جن کے خون کے چھینٹوں نے نقوش اسلام کو تاریک دور حکومت معاویہ بن ابی سفیان کے سیاہ دھبوں سے پاک صاف کر کے منور کیا۔

اور جو حمایت "حق" کے جرم میں

بے وطن کیے گئے

جیل خانوں میں بند کیے گئے

طرح طرح سے زدوکوب کیے گئے

دار پر چڑھائے گئے

گدی سے زبانیں کھینچی گئیں

ہاتھ پیر کاٹے گئے

گرم لوہے کی سلاخوں سے داغے گئے

اور آج

جن کے کارنامے "نصرت حق" کے جذبات کی روح ہیں۔

سعادت حسین

فہرست

بسم الله الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذی اختبر عباده بانواع من المصائب و الافات حیث قال عز من قائل فی کتابه لنبلونکم بشیءٍ من الخوف و الجوع و نقص من الانفس و الثمرات و حثهم علی الصبر و الرضاء عند الابتلاء بالبلیات فقال و بشر الصابرین الذین اذا اصابتهم مصیبة قالو انا لله و انا الیه راجعون ، فی جمیع الحالات و ارسل رسوله الامی الذی ما ذاق طعم الاطمینان و العافیه والراحة فی طول الحیات حتی قال ما اوذی نبی کما اوذیت مع ارائتهم البینات الواضحات و صلی الله علی النبی التهامی المکی المدنی الموید بانواع التائید ات و المسدد باقسام من الایات و المعجزات و علی آله الغر المیامین الذین اذهب الله عنهم الرجس و طهرهم تطهیرا فی جمیع الاوقات والانات و استخلفهم فی الارض و ایدهم و سددهم بالمعجزات والایات و لعنة الله علیٰ اعدائهم و مبغضیهم و معاندیهم من یومنا هذا الیٰ یوم الدین و الحشر و النشر باسوء الویلات و اللعنات . اما بعد

"کتاب مصائب الشیعہ کے پہلے حصے کو ہم نے ان مصائب و آلام کے بیان پر تمام کیا ہے جو سنہ ۱ھ سے ۲۱ر رمضان سنہ ۴۰ھ تک شیعوں پر ڈھائے گئے تھے۔ اب اس کتاب کا دوسرا حصہ شروع ہوتا ہے جس میں ۲۱ر رمضان سنہ ۴۰ھ سے سنہ ۶۰ھ آخر دور معاویہ تک محبان حیدر کرار پر جو مظالم ہوئے ہیں ان کا تذکرہ ہے۔ شیعوں پر مظالم و مصائب و آلام پر اگرچہ سابق حکومتوں کی بنیاد قائم تھی یہی ان کا عام مقصد تھا لیکن نہ بر سر اقتدار حاکم زبان پر یہ لایا کہ یہ شیعہ ہیں ان کو نیست و نابود کر دو اور نہ یہ ان کے عمال اور فوجی افسران زبان پر لائے۔ اس وقت محبان علیؑ کو تہ تیغ کرنے کے لیے ارتداد و فتنہ انگیزی و مانع زکوٰۃ کی اصطلاحین بنائی گئیں تھیں تاکہ عام مسلمان جو زبان وحی ترجمان سرکار دو جہاں محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علیؑ اور شیعیان علیؑ کے فضائل و محامد سن چکے تھے بھڑک نہ جائیں۔ صرف مدعیان نبوت سے جنگیں تو کفار سے ہوئیں ورنہ باقی تمام لڑائیوں میں نشانۂ آلام و مصائب شیعہ ہی تھے۔ وہی تہ تیغ کیے گئے انھیں کی آبادیاں اجاڑی گئیں انھیں کو خلیفۃ المسلمین کے حکم سے جلایا گیا غلام و کنیز بنا کر فروخت کیا گیا جیسا کہ ہماری اس کتاب کے حصہ اول کے مطالعہ سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن معاویہ اور اس کے قائم مقام سنہ ۱۳۲ھ تک جن لوگوں پر ظلم و ستم ڈھاتے رہے ان کو اس اعلان کے ساتھ تباہ و برباد و آوارہ وطن کرتے رہے کہ علی کے شیعہ محبّ اور فدائی ہیں۔

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ جس طرح سب و شتم امیر المؤمنین علیہ السلام کابانی معاویہ ہے اسی طرح شیعوں پر شیعہ ہونے کے سبب سے اور یہ کہہ کر کہ تم چونکہ شیعہ ہو اس لئے ہمارے مشق ستم کا مرکز ہو معاویہ ہی ہے اس نے حیات حضرت امیر ہی سے شیعوں پر یہ لرزہ خیز ستم آرائیاں شروع کر دی تھیں۔

معاویہ کو جس نے اقتدار سونپا تھا۔ معاویہ کے ہاتھ جس نے مضبوط کئے تھے رسولؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی جس نے بنو امیہ کو تقویت دی تھی حقیقت میں وہی بنو امیہ کے تمام مظالم کا ذمہ دار بھی ہے بانی بھی ہے جیسا کہ خود معاویہ نے عارف کامل زاہد بے بدل شہید راہ خدا مقتول راہ محبت علوی حضرت محمد بن ابی بکر کو تحریر کیا ہے۔

فقد کنا و ابوك معنا فی هیوه نبینا تری حق علی بن ابی طالب لازما لنا و فضله مبرزا علینا فلما اختار الله لنبیه ما عنده و اتم له ما وعده و اظهر دعوته و افلح حجة قبضه الله الیه فکان ابوك و فاروقه اول من ابتزه و خالفه علی ذٰلك اتفقا و اتسقتا .

(از شرح نهج البلاغه ابن ابی الحدید ص ۲۸٤ ج ۱)

نبی صلی اللہ علیہ و الہ و سلم کی زندگی میں ہم اور ہمارے ساتھ تمہارا باپ حضرت علی بن ابی طالبؑ کے حق کو اپنے اوپر لازم قرار دیتے تھے۔ ان کا فضل و شرف ہم پر واضح و روشن تھا لیکن جب خدا نے اپنے نبیؐ کے لئے اپنے قرب کو پسند کیا اور آپ کے لئے اپنے وعدہ کو پورا کر دیا آپ

کی دعوت ظاہر کر دی حجت ودلیل کو کامیاب کر دیا اور ان کی روح قبض کر کے اپنی بارگاہ میں بلا لیا تو اس وقت تمہارے باپ اور ان کے فاروق پہلے وہ شخص تھے جنھوں نے علیؑ کے حق کو چھین لیا اور ان کی مخالفت کی اور اس پر وہ دونوں بالکل متفق و متحد ہو گئے۔

یہ حق بات ہے جسے خدا نے اس کے قلم سے لکھوا دیا یہی واقعہ ہے جس کا راز معاویہ نے فاش کیا۔ اس لئے مصائب اہلبیتؑ و الام شیعیان حیدر کرارؑ کا سرا اس کاروائی سے ملتا ہے جو ۲۸ صفر ۱۱ھ روز وفات سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی گئی تھی۔ اس میں نہ تاویل کی گنجائش ہے نہ شک وشبہ کا محل ہے۔

بس ہوا یہ کہ معاویہ اور اس کے قائم مقاموں نے ان تمام مضمرات کو بغیر تقیہ و توریہ کے علی الاعلان صاف صاف کہنا شروع کر دیا

تنبیہ اہم

ہم حصۂ اول ص ۶ پر تفصیل سے لکھ چکے ہیں کہ ہم اتحاد بین المسلمین کے حامی ہیں افتراق وانشقاق سے نفرت کرتے ہیں۔ ہم تو دل سے چاہتے ہیں کہ شیعہ سنی بھائی بھائی کی طرح زندگی بسر کریں۔ جس طرح حنفی شافعی مالکی اشعری و معتزلی اختلاف مذہب کے بعد دست و گریبان نہیں ہیں اسی طرح شیعہ سنی بھی میل جول کی زندگی گذاریں اور

دشمنان اسلام کے مقابلہ میں تسبیح کے دانوں کی طرح ایک رشتہ میں منسلک ہو جائیں اور متحد کوشش سے دشمنان اسلام جو کمین گاہوں سے ہم پر حملہ آور ہیں ان کا منہ توڑ جواب دیں۔ خواہ وہ دنیا کے کسی حصہ سے ہم پر حملہ کریں۔

لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ ہم تاریخی حقائق کو نظر انداز کر دیں اسی لئے ہم جو کچھ لکھ چکے ہیں یا آئندہ لکھیں گے حوالۂ کتب کے ساتھ تحریر کریں گے اور نتائج کا اخذ کرنا ناظرین کے صواب دید پر چھوڑ دیں گے۔

مظالم زمانہ معاویہ ابن ابی سفیان

ہم دور بنو امیہ میں شیعوں پر جو ستم ڈھائے گئے ہیں، انھیں ان بادشاہوں کے دور حکومت میں علیحدہ علیحدہ تحریر کریں گے۔ چونکہ اموی سلطنت کی ابتداء معاویہ ابن ابی سفیان سے ہوئی ہے اس لئے سب سے پہلے شیعوں پر اسی کے مظالم کا تذکرہ کرتے ہیں دور بنو امیہ کی ابتداء اگرچہ امام حسن علیہ السلام اور معاویہ کی مصالحت سے ہوتی ہے لیکن معاویہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی حیات ہی سے طرح طرح سے حضرت کے حلقہ بگوش افراد اور شیعوں کو ستانا شروع کر دیا تھا۔ لیکن حضرت کی شہادت کے بعد تو اس کی جرئتیں اور بڑھ گئیں تھیں۔ اس کو رشوت، ریشہ دوانی اور مکر و فریب کے لئے وسیع میدان مل گیا تھا۔ پھر

کوفہ وبصرہ جو شیعیان علیؑ ابن ابی طالبؑ کے مرکز تھے ان کی آبادی خالص شیعوں اور حضرت علیؑ کو چوتھا خلیفہ ماننے والوں سے ملی جلی تھی۔ خوارج کا ایک طبقہ بھی چھپا ہوا کوفہ وبصرہ اور ان کے اطراف میں موجود تھا آخر کے دونوں طبقے حضرت امیر علیہ السلام کے ارادوں میں بھی روڑے اٹکاتے رہتے تھے اور بسا اوقات آپ کے احکام کی مخالفت بھی کر گذرتے تھے اور اب تو معاویہ حضرت امیر علیہ السلام کو اپنی ریشہ دوانی سے اپنی ایک عزیز دار عورت کے ذریعہ عبدالرحمٰن ابن ملجم مرادی کے ہاتھوں سے جام شہادت پلا چکا تھا اس لئے اس کے باطل حوصلے اور بھی بلند ہو چکے تھے۔ اس لئے نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے اپنے وہ افعال ناشائستہ جن کو حیات امیر المؤمنینؑ میں شروع کر دیا تھا۔ امام حسنؑ کے سر پر آرائے سلطنت ہوتے ہی اور تیز کر دیا اور اس کے طمع خلافت وحرص تخت وتاج حکومت اسلامیہ میں اور اضافہ ہو گیا اور اس کی عادت خون آشامی و جذبہ انتقام جنگ بدر و احد و خندق و کینہ زمانہ جاہلیت نے اسے مجبور کیا کہ شیعیان علی بن ابی طالبؑ ایک دقیقہ بھی چین سے نہ بیٹھنے پائیں۔

جب حضرت امیر کی شہادت ہو گئی اور حضرت امام حسنؑ سے مصالحت بھی تمام ہو گئی اور وہ حاکم علی الاطلاق بن بیٹھا تو اس نے شیعیت کے مٹانے اور بیخ وبن سے اکھیڑ پھینکنے کی کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ۴۰ھ کے بعد کا زمانہ وہ ہے جس میں جماعتی اعتبار سے بھی شیعوں کے وجود کا کوئی منکر نہیں ہے۔ اس لئے کہ پنج سالانہ دور حکومت حضرت امیر علیہ

السلام نے شیعت کی دبی ہوئی جو چنگاری مؤمنین کے دلوں کے گہرائیوں میں موجود تھی وہ اب علوی دور حکومت میں اپنی پوری چمک دمک دکھانے لگی اور گذشتہ پچیس برس کے دور ہائے حکومت میں شیعوں کی جو جماعت کثیر گذشتہ حکومتوں کے ظلم و استبداد و بے اعتنائی کے بھاری بھاری پتھروں کے نیچے دبی ہوئی سسک رہی تھی اب اسے علوی دور حکومت میں جس کی ابتداء ۱۸/ ذی الحجہ ۳۵ھ سے ہوئی آزاد فضا مناسب ماحول اپنے آقا و مولا کے دور حکومت میں پھلنے پھولنے کا موقع مل گیا۔ اب انھیں زبان کھولنے کی آزادی بھی نصیب ہوئی علوی عدل و داد کے پرچم کے نیچے اطمینان کی سانس لینے کا وقت بھی مل گیا۔ عطیہ بیت المال سے محرومی کا خوف بھی جاتا رہا۔ جان و مال و آبرو کے لٹنے کا ڈر بھی کافور ہو گیا آوارہ وطنی و غربت نصیبی کا ہراس بھی ختم ہو گیا۔ اب دل میں یہ تصور بھی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ ہماری پیٹھ پر درے برسائے جائیں گے۔ پیروں سے کچلا جائے گا۔ فتنہ پردازی و ہنگامہ آرائی کا الزام لگا کر شب خون مارا جائے گا اور مردوں کو قتل عورتوں بچوں کو غلام و کنیز بنایا جائے گا۔ شیعوں کی اس پسماندہ و کچلی ہوئی جماعت میں سربرآوردہ صحابہ کرام بھی داخل تھے جیسا کہ علامہ کرد علی مقریزی خطط الشام میں تحریر کرتے ہیں کہ صحابہ کی ایک جماعت عہد رسول اکرمؐ میں علیؑ کی ولایت سے پہچانی جاتی تھی مثلاً سلمان فارسی جو کہتے تھے کہ ہم نے آنحضرتؐ کی بیعت اس شرط سے کی تھی کہ ہم مسلمانوں کو نیکی کی نصیحت کریں گے علیؑ کو امام مانیں گے اور ان

کی دوستی کادم بھریں گے یا مثلاً ابو سعید خدری جو کہتے تھے کہ آنحضرت نے لوگوں کو پانچ باتوں کا حکم دیا ہے چار پر عمل ہوا یعنی نماز زکوٰۃ و صوم رمضان و حج مگر ولایت علی بن ابی طالبؑ متروک ہو گئی۔ پوچھا گیا کیا یہ بھی فرض تھی تو کہا کہ ہاں اور یہ بھی اور فرائض کے ساتھ فرض ہے یا مثلاً ابو ذر اور عمار یاسر و حذیفہ یمانی اور ذوالشہادتین خزیمہ بن ثابت و ابو ایوب انصاری (ارشاد کراچی) یکم اکتوبر ۶۴ء)

پس منظر حکومت علویہ شیعوں کی تقویت تھی

حضرت علی بن ابی طالبؑ ایسے مدبر و مالک سیاست الہیہ سے کچھ بعید معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایک ایسے زمانہ کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لیں جس میں اب دہشت نبوت فنا ہو چکی ہو عظمت و تقدس رسالت کا نام و نشان باقی نہ ہو۔ افراد بشر کی نیتیں فاسد ہو گئیں ہوں حرص و طمع دنیا غالب آگئی ہو۔ اب نہ وہ زہد ورع و تقویٰ تھا جو سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ میں تھا اور نہ وہ محاسن و محامد و اوصاف تھے جو آپ کے عہد کے خصوصیات تھے ایک محل پر اپنے اپنے دور حکومت میں اس عہد کی تصویر کشی حسب ذیل الفاظ میں کی ہے جس سے آپ کے زمانے اور عہد نبوی کا فرق بھی اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے آپ فرماتے ہیں کہ

لقد رائت اصحاب محمد صلی اللہ علیه و سلم فما اری احد ا منکم بشبهھم لقد کانوا یصبحون شعثا غیرا یاتوا سجدا

قیاما یرا و حون بین جباھھم و اقدامھم یقفون علی مثل الجمر من ذکر معادھم کان بین اعینھم رکبا من طول سجودھم اذ ذکر اللہ ھملت اعینھم حتی تبل جباھھم و ما دوا کما یمید الشجر فی الیوم العاصف خوفاً من العقاب و رجاء للثواب.

یقیناً میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے میں تم میں سے کسی کو ان کا مشابہ نہیں پاتا ہوں وہ تو صبح اس طرح کرتے تھے کہ ان کے بال بکھرے ہوئے اور چہرے غبار آلود ہوتے تھے۔ شب وہ سجدے اور قیام کی حالت میں بسر کرتے تھے اور اسی سے اپنی پیشانی کو راحت پہنچاتے تھے قیامت کی یاد میں ان کے قدم آگ کی چنگاری کے مانند چیز پر ٹھہرے رہتے تھے۔ سجدوں کے طول سے ان کی پیشانی پر گھٹے پڑے تھے جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا تھا تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے چھلک اٹھتی تھیں اور ان کی پیشانی اس سے تر ہو جاتی تھی خوف عقاب اور امید ثواب میں اس طرح ان کے جسم تھرانے لگتے تھے جس طرح جھکڑ کی ہوا میں درخت جھونکے کھاتا ہے۔

پھر حضرتؑ نے کیوں خلافت قبول فرمائی۔

اس کا جواب خود حضرت امیرؑ نے اپنے مشہور و معروف خطبہ شقشقیہ میں دیا ہے حضرت فرماتے ہیں کہ

اما و الذی فلق الحبۃ و برأ النسمۃ لولا حضور الحاضر و قیام الحجۃ بوجود الناصر و ما اخذ اللہ علی العلماء ان لا

یقارّوا علی کظة ظالم و لا سغب مظلوم لا لقیت حبلها علی غاربها و لسقیت اخرها بکاس او لها و لا لفیتم دنیا کم هذه عندی من عفطة عنز .(نهج البلاغه ج ۱ ص ٤۱)

آگاہ قسم ہے اس ذات کی جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور شگوفہ کو اگایا اگر حاضر ہونے والے حاضر نہ ہوتے ناصر و مددگار افراد کے موجودگی سے حجت نہ تمام ہو جاتی اور یہ بات نہ ہوتی کہ خدا نے علماء سے عہد کرالیا ہے کہ ظالم کے حقوق غصب کرنے اور مظلوم کے بھوک پر خاموش نہ رہیں تو میں مہار شتر خلافت کو اس کے کوہان پر ڈال دیتا (اور خلافت ترک کر دیتا) اور خلافت کے آخری دور کو وہی جام پلاتا جو پہلے دور میں پلایا تھا (اور اسے اختیار نہ کرتا۔) تم اپنی اس دنیا کو میرے نزدیک بھیڑ کی ناک سے بہنے والی رطوبت سے حقیر و ذلیل پاؤ گے (دنیاوی حکومت) میری نظر میں ویسی ہی حقیر و ذلیل و کم قیمت ہے جیسے بھیڑ کی بہنے والی ناک حقیر و کم قیمت ہے)۔

قبول خلافت ظاہری کی یہ غرض و غایت ہونے کے ساتھ ساتھ ممکن ہے حضرت کے پیش نظر یہ امر بھی رہا ہو کہ میرے ظاہری حکومت و خلافت قبول کرنے کے سبب سے میرے محبوں میں تنظیم اور بے پناہ قوت و طاقت پیدا ہو جائے جس سے وہ قہار و جبار سلطنتوں کا مقابلہ کر سکیں اور اپنے صبر و استقلال سے ظلم و جور کے پرخچے اڑا دیں بات یہ تھی کہ رحلت سرور انبیاءؑ کے بعد سے اب تک شیعہ جو نا موافق حکومتوں

کے اندر تشدد کے وزنی اور بھاری پتھروں کے نیچے دبے ہوئے تھے ممانعت روایت حدیث و عدم اجازت تاویلاً آیات قرآن سے دل تنگ ہو رہے تھے اس لئے کہ اس کے پس منظر میں اخفائے فضائل امیر المؤمنینؑ و محامد اہل بیت طاہرینؑ کا جذبہ کار فرما تھا صرف تلاوت قرآن مجید سے تشنگی جذبۂ محبت وولا نہیں بجھتی تھی لیکن آپ کے عہد حکومت میں وہ کھل کر میدان میں آگئے۔ حالانکہ اس سے قبل تو شیعوں کا یہ حال تھا کہ اگر وہ کھل کر امامت امیر المؤمنینؑ کا اعلان کرتے تو ان کا حشر بھی وہی ہوتا جو قبائل کندہ و حضر موت اور مالک بن نویرہ اور ان کے قبیلہ کا ہوا اس لئے تمام شیعہ محبت اہل بیتؑ و امیر المؤمنینؑ کو دل سے لگائے ہوئے حدود مملکت اسلامیہ میں پھیلے ہوئے تھے اور زبان پر ایک حرف نہیں لا سکتے تھے۔

ان کے پیش نظر قبائل کندہ و حضر موت کی تباہی مالک اور ان کے قبیلہ کی تاراجی بھی تھی وہ آنکھوں سے سلمان کی ٹیڑھی گردن۔ ابوذر کی تباہ حالی و آوارہ وطنی وان پر بے پناہ مظالم کو بھی دیکھ رہے تھے۔ اب تک ان کے کانوں میں عمار کے کراہنے کی آواز ام المؤمنین ام سلمہ کے گھر سے آرہی تھی۔ یہی نہیں اس سے بالاتر گلوئے امیر المؤمنینؑ کے رسی کے پھندے کے تصور سے ان کا دم گھٹ رہا تھا خانہ سیدۂ نساء عالمینؑ کے بھڑکتے ہوئے شعلے نے ان کے قلب و جگر میں آگ لگار کھی تھی۔ مرثیہ جناب سیدہؑ میں صبت علی مصائب اب تک ان کو خون کے آنسو رلا رہا

تھا۔

لیکن جب ۱۸/ ذی الحجہ ۳۵ھ کو حضرت امیر کی بیعت اس شان سے ہوئی جیسی بیعت آج تک کسی بھی حکمراں کی نہیں ہوئی تھی تو اب شیعوں کے دبے جذبات محبت ابھرنا شروع ہوئے انھوں نے آزادی کی سانس لی اور دل کھول کر حضرت امیرؑ کے فضائل و محامد بیان کرنے لگے اطراف و جوانب مملکت اسلامیہ کے شیعوں میں روابط پیدا ہو گئے اب وہ ظاہری پسماندگی و ذلت کی زندگی کے بعد عزت و سربلندی کی زندگی بسر کرنے لگے۔

غرض حضرت امیرؑ کے پنجسالہ حکومت نے شیعوں میں ایسی بے پناہ قوت پیدا کر دی کہ ان میں یہ دم خم پیدا ہو گیا کہ وہ جبار و قہار سلطنتوں کا مقابلہ صبر و استقلال و پامردی سے کر سکیں۔

ادھر حضرت امیرؑ نے بھی اپنے مخلص دوستوں پر ہونے والے مصائب اور اس کے تفصیلات بیان کرنا شروع کر دیے جس سے ان میں ایک نئی امنگ نیا جوش پیدا ہو گیا اور وہ اس دن کا انتظار کرنے لگے جس میں وہ مولاؑ کی محبت میں ہدف مصائب بنیں گے۔ جن کے تفاصیل اس کتاب کا عنوان اور موضوع ہے۔

۲۱/ رمضان ۴۰ھ کو حضرت علی ابن ابی طالبؑ کی شہادت واقع ہو گئی لیکن فاتح خیبر و قاتل عمرو و مرحب و عنتر نے اپنے پنجسالہ دور حکومت میں شیعوں کو جو بے پناہ قوت عطا کر دی تھی وہ اسی طرح باقی رہی

جس کا مظاہرہ شیعیان علی ابن ابی طالبؑ حضرت کے عہد حکومت سے اب تک کررہے ہیں۔ معاویہ ابن ابی سفیان جس کے بھائی کو رشوت میں شام کی صوبہ داری عطا کی گئی تھی اور اپنے بھائی یزید کے مرنے کے بعد خود بھی اسی حصہ مملکت کا والی معین کردیا گیا تھا۔ یہ اچھی طرح جانتا تھا کہ علیؑ کے شیعہ اب کھل کر میدان میں آگئے ہیں جو ہمیشہ میری حکومت کا روڑا بنے رہیں گے اور حدود مملکت اسلامیہ میں ہر جگہ علیؑ کے فضائل و محامد بیان کئے جائیں گے۔

یہ امر سابقہ حکومتوں کی پالیسی کے بھی خلاف تھا اور جس بنیاد پر خلافت کی عمارت تعمیر کی گئی تھی اس کے بھی منافی تھا۔

سب سے بڑی بات یہ کہ معاویہ کے باپ ابو سفیان کو شام کی حکومت اس وقت پیش کی گئی جب وہ رحلت پیغمبر اسلامؐ کے بعد مدینہ آیا اور ابو بکر بن ابی قحافہ کو منبر رسولؐ پر دیکھا تو وہ حضرت امیر المؤمنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا خلافت آپ کا حق ہے میں آپ کی مدد کے لئے حاضر ہوں اگر آپ کہیں تو مدینہ کو پیدل اور سوار فوج سے بھر دوں حضرت امیرؑ نے ارشاد فرمایا تو ہمیشہ دشمن اسلام رہا ہے میرے پاس سے چلا جا۔

اس کی اطلاع ابو بکر و عمر کو ہوئی انھوں نے ابو سفیان کو بلایا اور کہا کہ ہم تیرے بیٹے یزید کو شام کا صوبہ دار بناتے ہیں ابو سفیان یہ سن کر خوش ہو گیا مخالفت کا سارا جوش اس عظیم رشوت کے سیلاب میں بہہ گیا۔ یزید

کے ساتھ معاویہ کو بھی اس مہم پر بھیجا گیا کچھ دنوں حکومت کرنے کے بعد ۱۸ھ میں یزید مر گیا تو ابو سفیان روتا ہوا عمر بن خطاب کے پاس آیا انھوں نے معاویہ کو شام کا حاکم بنادیا یہ بھی عجیب غریب بات ہے کہ ۱۱ھ سے ۳۵ھ تک تمام ممالک اسلامیہ کے والیوں میں رد و بدل ہوتی رہی مگر معاویہ کے فسق و فجور و کوتاہیوں اور طرح طرح کی شکایتوں کے بعد بھی شام کی حکومت میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔ بلکہ تقریباً ۲۵ برس ولایت شام پر ایک ہی خاندان حکومت کرتا رہا۔

تاریخ کا طالب علم اس سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ بنیاد خلافت سقیفہ تو دشمنی علی بن ابی طالبؑ پر رکھی ہی گئی تھی لیکن ولایت شام کی اینٹ پر اینٹ جب بھی رکھی گئی دشمنی حضرت علیؑ ہی پر رکھی گئی۔

خود معاویہ طلیق ابن طلیق تھا مولفۃ القلوب میں داخل تھا۔ جنگ بدر میں حضرتؑ کے ہاتھوں سے جو گہرے گہرے گھاؤ اس کے دل پر لگے تھے وہ اب تک رس رہے تھے۔ اس کا حقیقی بھائی نانا ماموں اور نانا کا بھائی اس جنگ میں قتل ہوئے تھے یہ زخم ناصور ہو چکے تھے۔ نیز ماں باپ دادا پر دادا سے دشمنی بنو ہاشم میراث میں پائی تھی۔

اس لئے اس نے حیات حضرت امیرؑ ہی سے شیعوں کو قتل کرنا شروع کر دیا تھا جیسا کہ ہم جلد اول میں بعض واقعات لکھ چکے ہیں جیسے قتل محمد بن ابی بکر و مالک اشتر و محمد بن ابی حذیفہ معاویہ نے اپنے حسب ذیل افسروں کو حدود مملکت حضرت امیرؑ میں جاکر لوٹ مار قتل و غارت کے

لئے روانہ کیا۔

۱۔ بسر بن ارطاۃ جس نے تیس ہزار محبان علیؑ کو شہید کیا اور عبید اللہ بن عباس کے دو کمسن بچوں کو ماں کی گود میں ذبح کر دیا جیسا کہ ہم جلد اول میں ذکر کر چکے ہیں۔

۲۔ سفیان بن عوف کو چھ ہزار کے لشکر کے ساتھ روانہ کیا تا کہ مقام ہیت انبار اور مدائن جا کر لوٹ مار اور غارت گری کرے چنانچہ اس نے ہیت میں داروغہ اسلحہ خانہ اشرس بن حسان کو ان کے تیس ساتھیوں کے ساتھ قتل کر دیا انبار کا خزانہ لوٹ لیا اور اہل انبار کا کل مال چھین کر معاویہ کے پاس لے گیا۔

۳۔ عبداللہ بن سعدہ فرازی کو ایک ہزار سات سو کی فوج کے ساتھ تیماء کی طرف روانہ کیا اور اسے لوٹ مار و قتل غارت کا حکم دیا اور یہ بھی ہدایت کی کہ مکہ و مدینہ و حجاز میں بھی یہی کام کرے مگر حضرت امیرؑ کو اس کی خبر معلوم ہوئی اور میسّب بن نجبہ فرازی کے ذریعہ سے اس کی روک تھام کی۔

۴۔ ضحاک بن قیس کو تیس ہزار کے لشکر کے ساتھ اسقل واقصہ کی طرف روانہ کیا اور ہدایت کی کہ حضرت امیرؑ کا جو مطیع ملے اس کو لوٹ لے چنانچہ اس نے یہی کیا اور اسے جو عرب بھی ملتا تھا اسے قتل کر دیتا تھا۔ وہاں سے ثعلبیہ آیا اور تمام لوگوں کو لوٹ لیا۔ یہاں سے قطقطا پہنچا۔

۵۔ نعمان بن بشیر کو دو ہزار کی فوج کے ساتھ عین التمر لوٹ مار کے

لئے بھیجا۔

ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ معاویہ کو حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں سے کس قدر دشمنی و بغض و عناد تھا اسی سبب وہ حضرتؑ کے حدود مملکت میں لوٹ مار اور قتل و غارت گری کے لئے بار بار لشکر روانہ کرتا رہتا تھا۔

جو حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کا ایسا دشمن جانی ہو کیا تم اندازہ کر سکتے ہو کہ وہ مطلق العنان حاکم ہو جانے کے بعد حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کے ساتھ کیا برتاو کرے گا۔

صفحات تاریخ شاہد ہیں کہ معاویہ نے اپنے دور حکومت میں شیعوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ ڈالنے کے لئے حسب ذیل عنوان اختیار کئے تھے۔

۱۔ تمام حدود مملکت میں جس کا ایک سرا مغرب میں اسپین اور روم تک پھیلا ہوا تھا اور دوسرا ہندوستان میں سندھ و پنجاب تک پہنچ چکا تھا صرف شیعوں کو ختم کرنے کے لئے بہتر ہزار منبروں پر حضرت امیرؑ اور امام حسنؑ و حسینؑ و جناب سیدہؑ پر سب و شتم کراتا تھا۔

۲۔ صرف حضرت کے شیعوں کو مٹانے کے لئے سابق خلفاء و قریش کے فضائل میں جھوٹی حدیثیں گڑھوانا شروع کر دیں۔

۳۔ شیعوں کے گھر کھدوانا شروع کر دئے۔

۴۔ بیت المال سے ان کے عطایا یک قلم بند کر دئے۔

۵۔ شیعوں کو آوارہ وطن کرنے لگا۔

۶۔ شیعوں کی شہادت قبول کرنے کی ممانعت کردی۔

۷۔ اس نے اور اس کے عمال نے شیعوں پر سختیاں کرنا شروع کردیں۔

۸۔ شیعوں کا خون پانی کی طرح بہانے لگا۔

۹۔ کمسن بچوں کو دشمنی حضرت امیر علیہ السلام کے لئے تربیت دینے لگا۔

۱۰۔ حضرتؑ کے فضائل و محامد کی روایتوں کے نقل وبیان کی سارے مملکت اسلامیہ میں ممانعت کردی اور اسی طرح کی حدیثیں دوسروں کے لئے گڑھوانے لگا۔

۱۱۔ خداوند عالم نے قرآن مجید میں ملحدین و مشرکین کی جن آیات میں مذمت کی ہے رقم کثیر دے کر انھیں حضرت امیرؑ کے لئے زر خرید محدثین سے نقل کرانے لگا۔

۱۲۔ آپ کے فضائل کی آیات کو دوسروں کے لئے نقل کرانے لگا۔

۱۳۔ حضرت امیر المؤمنینؑ کے کارناموں پر پردے ڈالنا شروع کردیا۔

۱۴۔ لوگوں کو یہ یقین دلانا شروع کیا کہ سرکار دوجہاں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قرابت دار صرف ہم ہی ہیں۔

اس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے کہ یہ سب تدابیر صرف اس لئے تھیں کہ زیر چرخ نیلی وبالائے فرش خاکی شیعوں کا وجود ہی باقی نہ

رہے۔

یہ بھی کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ اس کے ان حرکات ناشائستہ کا کوئی اثر حضرتؑ کی ذات پر نہیں پڑ سکتا تھا اس لئے کہ آپ انتقال کر چکے تھے۔ امام حسنؑ و امام حسینؑ خانہ نشینی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس لئے ان تمام تیروں کا نشانہ سوائے شیعوں کے کوئی ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

بات یہ ہے کہ محبت اہل بیتؑ کی جو چنگاری شیعوں کے دلوں میں چمک رہی تھی اس کے بجھانے کی یہی تدبیریں ہو سکتی تھیں۔

ظاہر ہے کہ جب کسی پر سب و شتم کیا جائے گا ذکر مٹایا جائے گا۔ فضائل و محامد پر پہرے بٹھائے جائیں گے اغیار و مخالفین کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جائے گا۔ سختیاں کی جائیں گی عطیہ بیت المال بند کر کے فقر و فاقہ کے گہرے غار میں ڈال دیا جائے گا تو دنیا میں کاہے کو کوئی نام لیوا باقی رہے گا۔

حضرت علیؑ کے فضائل مٹانے کے لئے معاویہ کا عزم

ایسا نہیں کہ معاویہ اس کا علی الاعلان اظہار نہ کرتا ہو اوراق تاریخ گواہ ہیں کہ اگر کوئی اسے اس پر ٹوک دیتا تھا تو وہ چیں بجبیں ہو جاتا تھا چنانچہ امامیہ کی رد میں جاحظ نے جو کتاب لکھی ہے اس میں تحریر ہے کہ

ان قوما من بنی امیه قالوا لمعاویه یا امیر المؤمنین انك قد بلغت ما املت فلو کففت عن هذا الرجل (علیؑ بن ابی

طالبؑ) فقال لا و الله حتى یر بوا علیه الصغیر و یهرم علیه الکبیر و لا یذکر له ذاکر فضلاً .(شرح نهج البلاغه، النصائح الکافیه ص ۷۰ ، ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۱۹۴)

بنو امیہ کے ایک گروہ نے معاویہ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ (سلطنت کی) جو آرزو رکھتے تھے وہ پوری ہو گئی اب کاش آپ اس شخص (حضرت علی) کی برائی سے باز رہتے تو اچھا تھا معاویہ نے کہا خدا کی قسم یہ اس وقت تک نہیں ہو گا جب تک بچے اسی پر بوڑھے نہ ہو جائیں اور بوڑھے پھونس نہ ہو جائیں اور کوئی شخص علی کے کسی فضیلت کا تذکرہ کرنے والا باقی نہ رہے۔

حضرت علیؑ کے فضائل مٹانے کے لئے امت کا جاہل رکھنا

معاویہ اپنی دیرینہ دشمنی کے سبب سے یہ چاہتا تھا کہ امت اسلامیہ کے لوگ اتنے جاہل رہیں کہ سورہ حمد کی تلاوت بھی نہ کر سکیں تا کہ ان کو حضرت علیؑ کی عظمت اور اسلام کی حقیقت ہی معلوم نہ ہو اس لئے کہ جب وہ ایسی جہالت کی زندگی بسر کریں گے تو انھیں خبر ہی نہ ہو گی کہ دین اسلام کی حقیقت کیا ہے اور اس کی اشاعت میں کس نے کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں اور جب دین اور اس کے مخلص رہبروں کی انھیں معرفت نہیں ہو گی تو وہ انھیں سب و شتم بھی کر سکتے ہیں ان کے

مقابلہ کے لئے میدان جنگ میں بھی آسکتے ہیں۔

ابو بکر بن ابی قحافہ نے ۱۱ھ میں جب یزید بن ابی سفیان اور معاویہ کو شام روانہ کیا تھا اس وقت سے وہ اسی ادھیڑ بن میں رہتا تھا۔ حصول سلطنت کے بعد بالآخر ایک دن اپنے دست راست اور وزیر پر تزویر سے یہ ظاہر بھی کر دیا۔

محاضرات راغب اصفہانی میں مرقوم ہے کہ

قال معاویه لعمر و والله لاضربن علیا بخمسین الفا لا یقرؤن بفاتحة الکتاب. (تاریخ معاویه ص ٦٦)

معاویہ نے عمرو سے کہا خدا کی قسم میں حضرت علیؑ کے مقابلہ میں ایسے پچاس ہزار افراد کو لا کر کھڑا کر دوں گا جو سورہ حمد بھی نہ پڑھتے ہوں گے۔

معاویہ ذکر رسولؐ اسلام مٹانا چاہتا تھا

حضرت علیؑ کے فضائل مٹانے کے لئے لوگوں کو جاہل رکھنا یا حضرت پر سب وشتم کر کے حضرتؑ کے فضائل و محامد پر پردہ ڈالنا یہ سب دکھاوے کی باتیں تھیں اصل میں تو وہ نام و نشان و ذکر پیغمبر اسلامؐ مٹانا چاہتا تھا مگر حضرتؐ کا ذکر اس وقت تک مٹ نہیں سکتا جب تک حضرت علیؑ کا ذکر نہ مٹ جائے اور حضرت علیؑ کا ذکر اس وقت فنا نہیں ہو سکتا تھا جب تک ان کے شیعوں کو نہ مٹا دیا جائے۔

دنیا نے جس نظر سے پیغمبر اسلامؐ اور آپ کے تعلیمات کو دیکھا تھا اور اس سے جو فوائد حاصل کیے تھے اور آپ کی ذات بابرکات سے اہل عالم کو جو عقیدت وارادت تھی اس کے دیکھتے ہوئے۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ کوئی شخص آپ کی مخالفت کر کے آپ کا نام ونشان وذکر کو مٹا کر آپ کی تعلیمات کو نیست ونابود کر کے عام افراد بشر کا حسن ظن حاصل کر سکے اور ان پر حکومت وسلطنت بھی کر سکے۔

چالاک کفار و منافقین نے یہی تو دیکھا تھا جس کے سبب سے انھوں نے اپنے چہروں پر اسلام کی نقاب ڈال لی تھی زبان سے تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے تھے مگر دل میں کفر وشرک کو چھپائے ہوئے تھے۔ جب اس کے اظہار کا موقعہ ملتا تھا اسے ظاہر کر دیا کرتے تھے۔ اس لئے کہ فوج در فوج لوگوں کے دائرہ اسلام میں داخل ہو جانے کے بعد کسی کی مجال نہیں تھی کہ وہ اسلام وبانی اسلام کے خلاف ایک کلمہ بھی زبان پر لا سکے۔

ابو سفیان اور اس کی ذریت مشرکین مکہ اور ان کی اولاد مقابلہ سرور عالم میں پیہم شکستوں اور فتح مکہ کے بعد اچھی طرح سمجھ گئے تھے کہ اب رسول اسلامؐ اور اسلام کے خلاف لب کشائی نہیں کی جا سکتی۔ اب مقاصد کفر وشرک کے تحفظ کی واحد صورت یہی ہے کہ کلمہ پڑھ کر مسلمانوں کی جماعت میں داخل ہو جاؤ اور دل میں کفر وشرک کو چھپائے رکھو۔ جب اس کے اظہار کا موقع ملے ظاہر کر دیا جائے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو جس قدر ممکن ہو اہل اسلام کو حقیقی اسلام و اسلامی تعلیمات سے دور رکھنے کی

کوشش کی جائے۔ چنانچہ معاویہ وابوسفیان اور دیگر مشرکین مکہ نے فتح مکہ کے بعد یہی کیا اسی سبب سے حضرتؑ نے ان کا نام طلیق (آزاد کردہ) رکھا۔

مکہ کی یہ جماعت ظاہری اسلام اختیار کرنے کے بعد منافقین مدینہ سے گھل مل گئی۔

یہ منافقین اچھی طرح جانتے تھے کہ اگر بانی اسلام کی مخالفت میں ایک کلمہ بھی زبان پر لائیں گے تو سر وتن میں جدائی ہو جائے گی۔ اس لیے انھوں نے رحلت پیغمبر اسلام کے بعد اس کو مٹانا چاہا جس کے خدمات سب سے زیادہ تھے اور جو شریعت محمدیہ اور اس کے جملہ تعلیمات وارشادات کا حامل تھا قرآن مجید اور اس کے جملہ علوم وفنون سے باخبر تھا۔ مذہب اسلام کا درد جس کے رگ رگ میں موجود تھا اور باب علوم رسالت تھا۔ نیز اس کے محبوں ماننے والوں کو فنا کرنا شروع کر دیا تاکہ حقیقی اسلام کے ماننے والے دنیا میں باقی نہ رہیں اور جب وہ نہ رہیں گے تو علی کے فضائل مٹ جائیں گے اور جب علی کے فضائل اور شیعہ مٹ جائیں گے تو اسلام حقیقی بھی فنا ہو جائے گا اور جب اسلام مٹے گا تو تذکرہ ونام ونشان رسول بھی ختم ہو جائے گا خلاصہ یہ کہ اس گروہ کا اصل مقصد رسول اسلام اور ان کے دین کا مٹانا تھا۔

ہمارے اس قول کی تائید امام مالک کے اس قول سے ہوتی ہے جسے علامہ ابن تیمیہ نے الصارم المسلول صفحہ ۵۰۵ پر ذکر کیا ہے وہ اصحاب

پیغمبر اسلام صلی اللہ والہ وصلم کو برا بھلا کہنے والوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ جو لوگ صحابہ کو برا بھلا کہتے ہیں۔ اصل میں وہ نبیؐ کی برائی اور قدح کرنا چاہتے ہیں لیکن انھوں نے جب یہ دیکھا کہ حضرت محمد مصطفےؐ کی برائی کرنا ممکن نہیں ہے تو حضرت کے اصحاب کو برا بھلا کہنا شروع کردیا تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ جب اصحاب ایسے برے تھے تو آپ بھی ایسے ہی ہوں گے۔

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ جو تمام صحابہ سے افضل و بہتر تھے جن کی مدح و ثنا میں صدہا آیات قرآنی نازل ہوئے ہزاروں احادیث پیغمبر اسلامؐ میں جن کی تعریف و توصیف موجود ہے۔ جن کو نبی کریمؐ سے وہ منزلت حاصل تھی جو ہارون کو موسی سے حاصل تھی جن کو حضرتؐ نے اپنا وصی خلیفہ وزیر بنایا تھا جنھوں نے اسلام و بانی اسلام کے بچانے کے لئے عرب و قریش کے بڑے بڑے بہادروں کا نام و نشان باقی نہیں رکھا جب (معاذ اللہ) وہ لائق سب و شتم ہوں گے تو خاکم بدہن خود رسول اسلامؐ کیسے ہوں گے۔

دشمنان حضرت علیؑ کو اپنے اس مقصد میں اس سے اور زیادہ کامیابی ہوئی کہ جنگ بدر و احد و خندق و خیبر اور دیگر لڑائیوں میں آپ نے قریش و دیگر قبائل عرب کو جس طرح تباہ برباد کیا تھا ان کے اعزاء و اقرباء و اولاد ان کے ہمنوا بن گئے اور معاویہ کے گرد دشمنان حضرت علیؑ جمع ہو گئے۔

ظاہر ہے کہ جب حضرت علیؑ اور ان کے محبؔ و شیعہ نہ رہ جائیں گے تو حقیقی اسلام بھی مٹ جائے گا اور جب اسلام حقیقی مٹے گا تو نام و نشان وذکر رسولؐ بھی مٹ جائے گا دل کے پردوں میں جو چیز چھپی ہوتی ہے کبھی نہ کبھی زبان پر آہی جاتی ہے چنانچہ معاویہ کے دل کا یہ راز بالآخر اس کے زبان پر آہی گیا اور اس راز کا پردہ اس کے عامل اور حضرت علیؑ کے پکے دشمن مغیرہ بن شعبہ نے چاک کیا چنانچہ زبیر بن بکار نے موفقیات میں مطرف بن مغیرہ بن شعبہ سے نقل کیا ہے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ معاویہ کے پاس آیا میر اباپ معاویہ کے پاس جاکر باتیں کیا کرتا تھا پھر جب پلٹ کر آتا تھا تو معاویہ اور اس کے عقل کا تذکرہ کیا کرتا تھا اور اس سے جو باتیں دیکھتا تھا اس سے تعجب کرتا تھا لیکن ایک دن جو آیا تو شب کا کھانا نہیں کھایا اس نے اسے بہت رنجیدہ دیکھا ایک گھنٹہ تک تو میں انتظار کرتا رہا اور یہ گمان کیا کہ ہم لوگوں کے لئے کوئی بات پیش آئی ہے (آخر مجھ سے نہ رہا گیا) اور کہا کہ کیا بات ہے آج میں آپ کو رنجیدہ دیکھ رہا ہوں تو اس نے کہا کہ اے بیٹا میں بہت بڑے کافر اور بہت بڑے خبیث آدمی کے پاس سے آرہا ہوں میں نے کہا کیا بات ہے تو انھوں نے کہا کہ آج میں معاویہ سے تنہائی میں باتیں کر رہا تھا تو میں نے کہا کہ امیر المؤمنین اب آپ کا سن زیادہ ہو گیا ہے اس لئے اب اگر آپ لوگوں سے عدالت کا برتاؤ کرتے اور کثرت سے کار خیر کرتے تو مناسب تھا اور اپنے ہاشمی بھائیوں پر نظر کرتے اور ان سے صلۂ رحم کرتے تو مناسب تھا اس لئے کہ اب ان کے پاس کوئی

ایسی چیز نہیں رہ گئی ہے جس سے آپ کوئی خوف کریں اس سے آپ کا ذکر بھی باقی رہے گا اور ثواب بھی ملے گا تو معاویہ نے کہا کہ افسوس میں کس ذکر کے بقا کی امید کروں اس لئے کہ قبیلہ تیم والے آدمی (ابو بکر بن ابی قحافہ) نے سلطنت کی عدل و انصاف کیا اور جو جو کام کرنا تھے کیے لیکن جب وہ مر گئے تو ان کا ذکر بھی مر گیا بس اب کہنے والا کہتا ہے ابو بکر (اسی طرح) ان کے بعد قبیلہ عدی کی فرد (عمر بن خطاب) بادشاہ ہوئے اور ترقی مملکت میں بڑی کوشش کی دس برس تک حکومت کرتے رہے لیکن جب وہ مر گئے تو ان کا ذکر بھی مردہ ہو گیا بس کہنے والا اتنا کہتا ہے عمر، لیکن ابن ابی کبشہ (جناب محمد مصطفےؐ) کا نام ہر روز پانچ مرتبہ پکارا جاتا ہے اشھد ان محمداً رسول اللہ اس کے بعد کون ذکر باقی رہے گا اور کونسا نام ہمیشہ رہے گا۔ تیرا باپ نہ رہے خدا کی قسم یہ اس وقت تک ہو ہی نہیں سکتا جب تک ذکر رسول کریم اچھی طرح دفن نہ ہو جائے۔ النصائح الکافیہ ۹۳ اس کی تائید عروہ بن مغیرہ ابن شعبہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جسے علامہ محمد بن محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی متوفی ۵۸۸ھ نے کتاب مثالب النواصب[۱] ورق ۲/۲۷۵ پر تحریر کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔

عروه بن مغیره بن شعبه عن ابیه انه وعظ معاویه فی بنی

---

[۱] مثالب النواصب ہمارے فرقے کے مشہور و معروف عالم علامہ محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی کی مشہور و معروف کتاب ہے۔ آپ کے مصنفات اہل علم میں بڑی قدر کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں آپ ہی کتاب مناقب آل ابی طالبؑ کے مصنف ہیں ۵۸۸ھ میں آپ کی وفات واقع ہوئی۔ مثالب النواصب کا ایک نادر الوجود نسخہ کتب خانہ ناصریہ لکھنؤ میں موجود ہے اور دنیا کے کسی کتب خانہ میں اس کا وجود نہیں ہے۔

هاشم فقال یرفقنی کنا و هم هکذا فی الجاهلیة و فرق بین اصبعیة المناکب مع المناکب و الراکب مع الراکب فلم یا ثموا ان قالوا امنا من ثم جاهداونا حتی غلبونا و استو لوا علی الامر ثم لم یر ضوا حتی انه ینادی کل یوم خمس مرات علی هذا المنابر حیا و میتا و فی روایة ان محمدا لم یدع من المجد شیئا الاحازه لاهله فما بقی لاحد شیئاً لا و الله الا دفنا و خمودا و همودا و اطفاء و اخفاء رواه ابو الحسن الجر جانی فی صفوة التاریخ عن ابن ذاب فی کتابه و المداینی فی المثالب .

عروہ بن مغیرہ بن شعبہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے کہ اس نے ایک دن معاویہ کو بنو ہاشم کے بارے میں نصیحت کی تو معاویہ نے جواب میں کہا کہ اے مغیرہ ذرا میرے ساتھ نرمی کا برتاؤ کر اپنی دونوں انگلیوں کو جدا کر کے اس نے کہا کہ ہم اور بنو ہاشم اس طرح زمانہ جاہلیت میں ایک دوسرے سے جدا تھے نہ شانے شانے کے ساتھ تھے اور نہ سوار سوار کے ساتھ چلتے تھے پھر انھوں نے بغیر گناہ کا خیال کئے ہوئے کہا کہ ہم ایمان لائے ہیں اس کے بعد انھوں نے ہم سے جہاد کیا اور ہم پر غالب آگئے اور حکومت پر قبضہ کر لیا۔ پھر بنو ہاشم اسی پر راضی نہیں ہوئے بلکہ روزانہ پانچ مرتبہ ان منبروں پر مردوں اور زندوں کو ندا دی جاتی ہے دوسری روایت میں ہے کہ بنو ہاشم نے ہر قسم کے مجد کو اپنے اہل کے لئے حاصل کر لیا اور کوئی بزرگی انھوں نے کسی کے لئے چھوڑا ہی نہیں خدا کی

قسم اب تو سوائے اس کے کچھ ہو ہی نہیں سکتا کہ بنو ہاشم کے مجد کو اچھی طرح دفن کر دیا جائے بجھا دیا جائے پلٹ دیا جائے گل کر دیا جائے چھپا دیا جائے۔ اس کو ابو الحسن جرجانی نے صفوا التاریخ میں ابو ذاب سے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے اور مدائنی نے مثالب میں لکھا ہے۔

معاویہ کے یہ دلی جذبات ہیں جسے اس نے مغیرہ ابن شعبہ کو اپنا ہمنوا اور بنو ہاشم کا مخالف سمجھ کر ظاہر کر دیا لیکن یہ بات کسی پر مخفی نہیں ہے کہ اسلام کے سچے تعلیمات اور حقانیت نے لوگوں کے دلوں پر ایسا گہرا اثر جما لیا تھا کہ وہ یہ ہمت تو نہ کر سکا کہ براہ راست نام نامی پیغمبر اسلامؐ کو مٹا سکے لیکن اس نے حضرتؐ کو مٹانے کے لئے نام و نشان حضرت امیرؑ کو مٹانے کے لئے اپنی سلطنت کا پورا پورا زور صرف کر دیا۔

ناظرین سرسری نظر سے ان دونوں روایات کو پڑھیں تو اس سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مغیرہ چاہتا تھا کہ حضرت علیؑ پر جو سب و شتم ہو رہا ہے اس کا سلسلہ بند کر دیا جائے لیکن معاویہ نے اس کے جواب میں پوری قوت و شدت سے ذکر رسول اکرمؐ مٹانے کے لئے کہا لیکن عملی حیثیت سے وہ اپنی پوری قوت سے حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کو مٹاتا رہا اس لئے کہ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ علیؑ اور ان کے محبوں کے مٹنے ہی سے ذکر رسولؐ مٹے گا۔

یہ گفتگو دلیل واضح ہے کہ اس نے حضرت علیؑ اور ان کے شیعوں کے مٹانے کو رسول اکرمؐ کا نام و نشان مٹانے کا ذریعہ قرار دیا تھا۔ اس لئے

پوری سلطنت کی قوت وطاقت اس کے مٹانے کے لئے لگادی تھی۔

ایسا نہیں ہے کہ وہ اہانت رسول کریمؐ نہیں کرتا تھایا شریعت اس کے دست وبردسے محفوظ رہی ہے بلکہ جب اسے اس کا موقعہ مل جاتا تھا تو وہ یہ بھی کر گذرتا تھا۔

ہم اس کے ثبوت میں علامہ جلیل محمد بن عقیل بن عبد اللہ بن عمر بن یحی علوی حسینی کے افادات کو النصائح الکافیہ سے پیش کرتے ہیں موصوف نے اس مسئلہ کو کتاب مذکور کے ص ۹۰ سے ص ۹۷ تک تحریر فرمایاہے اور آخر میں لکھا ہے کہ

وبالحمله فیدع معاویه و محدثاته و مخالفاته کثیرة لا سبیل الی استقصائها و قد ذکر اهل السیرة و التاریخ منها شیئا کثیرا. (النصائح الکافیه ص ۹۷)

خلاصہ یہ ہے کہ معاویہ کی بدعتیں اور نئی نئی باتیں اور شریعت کی مخالفتیں بہت ہیں کوئی راستہ ان سب کے تمام وکمال نقل کا نہیں ہے ان باتوں کو اہل سیرت وتاریخ نے کثرت سے نقل کیاہے۔

علامہ ابن عقیل تحریر فرماتے ہیں کہ

معاویہ کو جو عظیم ترین چیزیں ہلاک کریں گی اس میں یہ بھی ہے وہ نبی کریمؐ کی منزلت کو گھٹاتا تھا اور آپ کے احکام کو سبک کرتا تھا و اہل بیتؑ وانصار کے بارے میں حضرتؐ کی وصیتوں کو حقیر وذلیل وسبک کیا کرتا تھا ہم یہاں پر اس کی چند بدعتوں کو نقل کرتے ہیں جو اس پر بھی

میں کوئی حرج نہیں ہے جناب ابو درداء نے کہا مجھے معاویہ سے کون معذور رکھے میں تو حدیث رسولؐ بیان کر رہا ہوں اور وہ اس کے مقابلہ میں اپنی رائے پیش کر رہا ہے۔ اے معاویہ اب تو جس سر زمین پر رہے گا میں اس پر قیام نہیں کروں گا۔ اس واقعہ کے بعد ابو درداء عمر بن خطاب کے پاس آئے اور اس کا تذکرہ کیا انھوں نے معاویہ کو تحریر کیا کہا اب سونے چاندی کو برابر برابر وزن پر بیچا جائے۔

محدثین نے ایسا ہی ایک واقعہ عبادہ ابن سامت کا بھی بیان کیا ہے (ہم اختصار کے سبب سے اسے ترک کرتے ہیں صاحب النصائح الکافیہ نے تحریر کیا ہے کہ قرائن بتاتے ہیں کہ یہ دو الگ الگ واقعے تھے۔)

۳۔ معاویہ نے حدیث رسولؐ کی مخالفت میں اپنی رائے زکوۃ فطرہ کے بارے میں پیش کی ہے۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ میری رائے یہ ہے کہ شام کا دو مد گیہوں ایک صاع خرمہ کے برابر ہوتا ہے۔ ابو سعید خدری نے اسے قبول نہیں کیا اور کہا کہ یہ معاویہ کی معین کی ہوئی قیمت ہے میں قبول نہیں کروں گا اس روایت کو صحاح ستہ [۱۰] میں ابو سعید خدری سے نقل کیا گیا ہے۔ (ہم نے یہاں بقدر ضرورت نقل کیا ہے)

۴۔ معاویہ صرف رکن یمانی کا بوسہ (طواف کے وقت) لیتا تھا۔ جس سے ابن عباس نے انکار کیا اور کہا کہ یہ خلاف سنت ہے۔

۵۔ معاویہ نے لوگوں کو زبردستی متعۃ الحج سے روک دیا حالانکہ

۱۰۔ صحیح مسلم ص ۳۶۳ ج ۱ (ترمذی ص ۱۳۱ ج ۱ و سنن ابن ماجہ ص ۲۸۸ ج ۱، صحیح بخاری ص ۱۴۵۔

روشنی ڈالیں گی کہ وہ احکام خدا و شریعت محمد مصطفیٰؐ کی بالکل پرواہ نہیں کرتا تھا اگرچہ اس کی پوری زندگی اسی بات کو اجاگر کرتی رہتی تھی اگر (اس کے زمانہ میں) ان باتوں کو ناپسند کرنے والے اشخاص نہ موجود ہوتے تو وہ علی الاعلان مذہب کی مخالفت کرتا اور اسلام سے بالکل آزاد ہو جاتا ہمارے اس قول کی دلیل حسب ذیل واقعات ہیں۔

۱۔ شیخ ابن تیمیہ [۱] کتاب الصارم المسلول فی کفر شاتم الرسول میں (اپنے اسناد سے) نقل کرتے ہیں کہ عبابہ نقل کرتا ہے کہ معاویہ کے دربار میں ابن الاشرف کے قتل کا تذکرہ کیا گیا تو بنیامین نضری نے کہا کہ ابن الاشرف کا قتل غداری تھا محمد ابن مسلمہ انصاری نے (جو وہاں موجود تھے) کہا کہ اے معاویہ تیرے سامنے جناب رسول خداؐ کو (خاکم بدھن) غدار کہا جا رہا ہے اور تو اسے رد نہیں کرتا ہے خدا کی قسم اب میں اس چھت کے نیچے نہیں بیٹھوں گا جس کے نیچے تو بیٹھا ہوگا۔ اب مجھے جب بھی موقع مل جائے گا بنیامین کو قتل کر دوں گا۔

۲۔ مالک [۲] نے موطا میں (چند واسطوں سے) عطاء بن بسار سے نقل کیا ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان نے سونے یا چاندی کے کچھ پیالے ان کے وزن سے زیادہ وزن کے سونے یا چاندی سے فروخت کیا یہ دیکھ کر ابو درداء نے کہا کہ جناب رسول خداؐ اس سے منع کرتے تھے اور (فرماتے تھے کہ) اسے برابر برابر وزن سے بیچا جائے۔

معاویہ نے کہا میری رائے یہ ہے کہ اس کو کم و بیش کر کے بیچنے

متعۃ الحج کا بجالانا حضرت رسولؐ اور بڑے بڑے صحابہ کا مذہب تھا۔ چنانچہ ترمذی نے اپنی جامع میں حدیث ابن عباس کو نقل کیا ہے کہ جناب رسول خداؐ و ابو بکر و عمر و عثمان نے حج تمتع کیا ہے اور اسے سب سے پہلے معاویہ نے منع کیا ہے۔

۶۔ شہادت امام حسن پر مسرت و شادمانی۔

۷۔ ابو داؤد، احمد نسائی اور ابن عساکر نے خالد بن معدان سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ مقدام ابن معدیکرب و عمر بن اسود اور بنو اسد کا ایک شخص مقام فنترین سے معاویہ کے پاس آئے۔ تو معاویہ نے کہا کہ تم کو معلوم ہے کہ حسن بن علی نے انتقال کیا ہے مقدام نے یہ سن کر انا للہ و انا الیہ راجعون کہا مقدام سے فلاں (راوی نے نام ذکر نہیں کیا) نے کہا کہ تم حسن کی وفات کو مصیبت شمار کرتے ہو۔ مقدام نے کہا میں اس حادثہ کو کیوں نہ مصیبت سمجھوں اس لئے کہ جناب رسول خداؐ (ایک مرتبہ حسن کو گود میں بٹھائے تھے) ارشاد فرمایا کہ یہ مجھ سے ہے اور حسین علی سے ہیں (یہ سن کر) اسدی نے کہا کہ امام حسنؑ آگ کی چنگاری تھے جسے خدا نے بجھادیا۔ یہ سن کر مقدام نے معاویہ سے کہا کہ آج جب تک تجھے غضبناک نہ کروں گا یہاں سے نہ ہٹوں گا اور ایسی بات کہوں گا جسے تو ناپسند کرتا ہے۔

مقدام نے اس کے بعد کہا اے معاویہ اگر میں سچ بات کہوں تو تو میری تصدیق کرنا اور اگر جھوٹ کہوں تو مجھے جھٹلا دینا معاویہ نے وعدہ

کیا۔ مقدام۔ میں تجھے قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تو نے رسول خدا کو ریشم پہننے کی ممانعت کرتے ہوئے سنا ہے۔

معاویہ۔ ہاں۔

مقدام۔ میں تجھے قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تو نے رسول خدا کو درندوں کی جلد کو پہنے اور ان پر بیٹھنے کی ممانعت کرتے سنا ہے۔

معاویہ۔ ہاں سنا ہے۔

مقدام۔ اے معاویہ خدا کی قسم میں نے سب تیرے گھر میں دیکھا ہے۔

معاویہ۔ اے مقدام میں جانتا ہوں کہ تم سے نجات نہ پاؤں گا۔

۷۔ ابن عساکر نے محمد بن کعب قرطی سے نقل کیا ہے کہ عبد الرحمٰن بن اسمعیل انصاری نے زمانہ عثمان میں جب معاویہ شام کا حاکم تھا ایک جنگ میں شرکت کی ان کی طرف سے شراب کی کچھ مشکیں اونٹ پر لدی ہوئی گذریں۔

عبد الرحمٰن۔ یہ شراب کی مشکیں کس کے لئے لے جائی جا رہی ہیں۔

کسی نے کہا۔ معاویہ کے لئے۔

عبد الرحمٰن یہ سن کر اٹھے اور ان مشکوں کو اپنے نیزہ سے چھید دیا اور سب شراب بہہ گئی)۔

معاویہ کے غلام ان سے لڑنے لگے اس کی اطلاع معاویہ کو ہوئی۔

معاویہ نے کہا کہ چھوڑو بھی یہ بڈھا ہے اس کی عقل جاتی رہی ہے۔

جناب عبد الرحمٰن نے کہا خدا کی قسم معاویہ جھوٹ کہتا ہے میری

عقل نہیں جاتی رہی بلکہ جناب رسول خدا نے ہم کو منع کیا ہے کہ اپنے پانی کے برتنوں اور پیٹ میں حرام چیز داخل کریں۔

عبد الرحمٰن نے اس کے بعد اللہ کی قسم کھائی کہ اگر میں باقی رہا اور معاویہ میں وہ بات دیکھی (شراب پیتے دیکھا) جس کی ممانعت پیغمبر اسلامؐ نے کی ہے تو اس کا پیٹ پھاڑ ڈالوں گا اور اسی کے سامنے مر جاؤں گا۔

۸۔ معاویہ کے استخفاف رسولؐ کا عظیم ترین واقعہ وہ ہے جو صحیح مسلم میں موجود ہے کہ معاویہ کھانا کھا رہا تھا رسولؐ نے ایک دفعہ بلایا دوسری دفعہ بلایا اس نے جواب نہیں دیا تو حضرت نے اس پر یہ بد دعا کی **لا اشبع اللہ بطنہٖ** خدا اس کے پیٹ کو کبھی نہ بھرے۔

۹۔ مطرف ابن مغیرہ ابن شعبہ کا واقعہ یہ وہ واقعہ ہے (جسے ہم اس سے قبل نقل کر چکے ہیں جس میں اس نے کہا کہ میں اس وقت تک بنو ہاشم کی برائی کرتا رہوں گا جب تک ذکر رسولؐ دفن نہ ہو جائے)

۱۰۔ عظمت رسولؐ کم کرنے پر وہ واقعہ بھی دلالت کرتا ہے جسے ابو جعفر طبری نے اپنے اسناد سے فلیح سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ عمرو ابن عاص اپنے ساتھ اہل مصر کو لے کر معاویہ کے پاس آیا عمرو نے اہل مصر سے کہا کہ جب تم لوگ ہند کے فرزند کے سامنے پہنچنا تو اسے خلیفہ کہہ کے سلام نہ کرنا یہ تمہاری عظمت کو اس کی نظروں میں بڑھا دے گا جہاں تک ہو سکے تم لوگ اس کو چھوٹا کر کے دکھانا جب یہ لوگ معاویہ کے پاس آئے تو معاویہ نے دربانوں سے کہا مجھے یہ نظر آتا ہے

کہ نابغہ کے بیٹے نے مجھے لوگوں کی نظروں میں حقیر کرر کھا ہے اس لئے یہ خیال رکھنا کہ جب یہ لوگ میرے سامنے آئیں تو تم سے جس قدر سختی ممکن ہو کرنا یہاں تک وہ لوگ یہ خیال کریں کہ اب ان کا بچنا دشوار ہے۔ چنانچہ جب پہلا شخص معاویہ کے پاس آیا تو دربانوں سے جتنی سختی ممکن تھی اس پر کی اس کا نام ابن خیاط تھا(یہ شخص دربانوں کی سختی سے پریشان ہو کر) جب معاویہ کے سامنے آیا تو کہا کہ السلام علیک یارسول اللہ اور باقی لوگ بھی اسی طرح لائے گئے اور اسی طرح یارسول اللہ کہہ کر سلام کرتے رہے۔ جب یہ لوگ معاویہ کے پاس سے واپس ہوئے تو عمرو نے کہا کہ میں نے تم کو روک دیا تھا کہ معاویہ پر خلیفہ کہہ کر سلام نہ کرنا (تم نے اس کے بر خلاف) یارسول اللہ کہہ کر سلام کیا۔ [۱۰۰] (یہ نقل کرنے کے بعد صاحب نصائح کافیہ کہتے ہیں کہ) ذرا دیکھو تو معاویہ نے ان لوگوں کے یارسول اللہ کہہ کر سلام کرنے کو ناپسند نہیں کیا اور سب کو اس بدترین بات پر باقی رکھا صرف اس خواہش کے سبب سے کہ ان کی نظروں میں اس کا رعب و دبدبہ و عظمت باقی رہے خواہ پیغمبر اسلام کی توہین ہو جائے۔

اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نہ معاویہ دین دار تھا نہ عمرو جیسا کہ حضرت علیؑ نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں غدار ہیں اور جیسا کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ نے خبر دی ہے طبرانی نے کبیر میں اور ابن عساکر نے

۱۰۰۔ اس واقعہ کو عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر دمشقی نے البدایہ والنہایہ ص ۱۴۰ ج ۸ پر تحریر کیا ہے۔

شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جب تم لوگ معاویہ اور عمرو کو ایک جگہ دیکھنا تو متفرق کر دینا اس لئے کہ یہ دونوں ایک جگہ پر صرف غداری ہی کے لئے جمع ہوں گے۔

امام احمد نے اپنے مسند میں اور ابو یعلی نے ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ہم نبیؐ کے ساتھ تھے حضرت نے گانے کی آواز سنی تو حضرتؐ نے فرمایا کہ دیکھو یہ کیا ہے چنانچہ میں اوپر چڑھا تو دیکھا کہ معاویہ اور عمرو گا رہے ہیں میں نے واپس آکر حضرتؐ کو خبر دی تو حضرتؐ نے فرمایا کہ پالنے والے ان دونوں کو اچھی طرح فتنہ میں ڈال دے پالنے والے ان دونوں کو اچھی طرح جہنم میں ڈال دے اسی طرح کی ایک روایت کو طبرانی نے کبیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی ہے۔

۱۱۔ ابن عبد البر نے روایت کی ہے کہ جب معاویہ مدینہ آیا تو اس سے ابو قتادہ انصاری نے ملاقات کی معاویہ نے کہا کہ مجھ سے سب لوگ ملنے آئے صرف انصار نہیں آئے (انصاریوں میں لالچ بھی کم ہے) آخر تم لوگوں کو میرے پاس آنے سے کس چیز نے روک دیا ابو قتادہ نے کہا کہ انصار کے پاس سواریاں نہیں ہیں۔ معاویہ نے یہ تعریض کرتے ہوئے کہ وہ کرایہ پر اونٹوں کو چلاتے ہیں اس لئے وہ حقیر و ذلیل ہیں کہا کہ آخر آب کش اونٹ کیا ہو گئے۔

ابو قتادہ نے کہا کہ ہم نے تو ان اونٹوں کو جنگ بدر ہی میں ذبح کر ڈالا۔

معاویہ۔ ہاں اے ابو قتادہ۔

ابو قتادہ نے کہا کہ رسول اللہؐ نے ہم سے فرمایا ہے کہ میرے بعد۔۔۔

معاویہ۔ رسول اسلام نے ایسے وقت کے لئے تم کو کیا حکم دیا ہے۔

ابو قتادہ۔ ہم کو صبر کا حکم دیا ہے۔

معاویہ۔ اچھا حضرت سے ملاقات تک صبر کرو۔

اگر عظمت اسلام و پیغمبر اسلامؐ معاویہ کے دل میں ہوتی تو نہ انصار پر طعن و تشنیع کرتا اور نہ اس طرح کی باتیں کرتا۔

۱۴۔ ابو حاتم سجستانی نے کتاب المعمرین میں ذکر کیا ہے کہ معاویہ نے امد بن لبد حضرمی سے کہا کہ کیا تم نے ہاشم کو دیکھا ہے۔

امد بن لبد۔ ہاں دیکھا ہے خدا کی قسم وہ لانبے قد اور خوبصورت چہرے کے مالک تھے کہا جاتا ہے کہ ان کے دونوں آنکھوں کے درمیان برکت (کی نشانی) تھی۔

معاویہ۔ تو نے امیہ کو بھی دیکھا ہے۔

امد بن لبد۔ ہاں دیکھا ہے وہ ٹھنگنا اور اندھا آدمی تھا کہا گیا ہے کہ اس کے چہرے پر برائی اور کمینگی کی علامت تھی۔

معاویہ۔ کیا تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دیکھا ہے یہ سن کر امد کو غصہ آگیا اور دریافت کیا کہ

امد۔ محمد کون۔

معاویہ۔ وہی اللہ کے رسولؐ

امد۔ تو نے حضرتؑ کا نام اس عظمت و جلالت سے کیوں نہیں لیا جو عظمت و جلالت خدا نے ان کو عطا کی ہے۔

۱۳۔ معاویہ حالت احرام میں خوشبو لگاتا تھا اور خدا اور رسولؐ کی ممانعت کی کوئی پرواہ نہیں کرتا تھا جیسا کہ ابن مبارک نے سند قوی سے ایک حدیث طولانی میں نقل کیا ہے کہ معاویہ نے ایک جماعت کے ساتھ عمر بن خطاب کے پاس آیا اور انھیں کے ساتھ حج کرنے کے لیے روانہ ہوا جب مقام ذی طویٰ میں پہنچا تو معاویہ نے ایک خوشبودار حلہ نکالا جس پر عمر نے ان کی سرزنش کی اور کہا کہ تم میں سے ایک شخص حج کے لیے آتا ہے اور بہ اعتبار حرمت عظیم ترین شہر میں پہونچتا ہے، تو اپنے دونوں کپڑے نکالتا ہے جو گویا خوشبو میں رکھے ہوئے تھے اور پھر انھیں پہن بھی لیتا ہے معاویہ نے کہا کہ میں نے یہ لباس اس لئے پہنے ہیں تاکہ اپنے قوم و قبیلہ کے لوگوں کے پاس جاؤں۔ فائق میں ہے کہ عمر مکہ میں تھے کہ انھیں اچھی خوشبو محسوس ہوئی کہنے لگے یہ ہمیں کس کی بو نے تکلیف دی معاویہ نے کہا کہ ام حبیبہ کے پاس گیا تھا انھوں نے خوشبو لگادی اور یہ حلہ پہنادیا عمر نے کہا کہ حاجی غبار آلود میلا کچیلا بال پریشان کئے ہوتا ہے۔

عمر نے معاویہ کے کپڑوں سے خوشبو آرہی تھی اسے ناپسند کیا تھا اس لئے کہ حالت احرام میں خوشبو لگانا حرام ہے۔

۱۴۔ معاویہ نے بہت سی بدعتیں جاری کی ہیں جن کا وجود اس سے پہلے دین و شریعت میں نہیں تھا۔ معاویہ کے اولیات اور بدعتیں اس کے بعد

قابل مطابعت وسنت بن گئیں ۔(وہ حسب ذیل ہیں)

ا۔ معاویہ ہی نے سب سے پہلے اپنی زندگی میں یزید ایسے بیٹے کو خلیفہ بنایا۔

ب۔ مسجد جامع میں اپنے لئے مقصود (حجرہ) بنایا۔

ج۔ یہی پہلا شخص تھا جس نے مسلمانوں کو بظلم وستم قتل کیا۔

د۔ معاویہ ہی پہلا شخص ہے جس کے پس پشت حفاظت کے لئے سپاہی کھڑے ہوئے۔

ہ۔ معاویہ ہی سب سے پہلا شریر بادشاہ ہے۔

و۔ شریر ترین افراد میں معاویہ ہی پہلا شخص ہے۔

ز۔ یہی پہلا شخص ہے جس نے خواجہ سراوں کو اپنی خدمت کے لئے معین کیا۔

ح۔ معاویہ پہلا شخص ہے جس کی سواری کے ساتھ کوتل سواریاں رکھی گئیں۔

ط۔ مستحق حد شرعی سے معاویہ ہی نے سب سے پہلے حد کو ساقط کیا۔

ی۔ شعبی کہتا ہے کہ جب معاویہ کے جسم پر چربی چڑھ گئی اور پیٹ بہت بڑا ہو گیا تو سب سے پہلے اسی نے بیٹھ کر خطبہ پڑھا۔

ک۔ معاویہ ہی نے بقول زہری سب سے پہلے قبل نماز عید خطبہ پڑھا۔

ل۔ سعید بن مسیّب کہتے ہیں کہ سب سے پہلے معاویہ ہی نے نماز عید میں اذان کی ایجاد کی۔

۱۴۔ معاویہ ہی نے نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنا مدینہ میں ترک کیا جسے مہاجرین و انصار نے ناپسند کیا اور کہا کہ اے معاویہ تو نے بسم اللہ چرا لی۔

۱۵۔ معاویہ کے ناپسندیدہ افعال میں حضرت ابوذر غفاری کی توہین و تذلیل بھی ہے اس نے ان کو گالیاں دیں سختی سے پیش آیا اور ایک سوکھے ساکھے اونٹ پر بغیر کسی کجاوہ و عماری کے پانچ جاہل سپاہیوں کے ساتھ روانہ کیا جو اونٹ کو تیز دوڑاتے ہوئے مدینہ لائے ابوذر جس سے بہت تھک چکے تھے اور ان کے رانوں کے اندر کا گوشت اڑ گیا تھا (جیسا کہ ہم ان کے حالات میں ذکر کر چکے ہیں) کسی نے کہا ابوذر تم تو مر جاؤ گے ابوذر نے کہا میں جب تک مدینہ سے نکالا نہ جاؤں گا نہ مروں گا۔

۱۶۔ معاویہ کے جرم و گناہ میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ خالص ریشم پہنتا تھا سونے چاندی کے برتن استعمال کرتا تھا اور جب کسی نے ممانعت کی حدیث سنائی تو جواب دیتا تھا کہ میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اسی نے ایسے شخص مسلم پر حد جاری کرائی جو مستحق حد نہیں تھا۔

احکام دینی اور رعیت کے بارے میں خود رائی سے احکام جاری کرتا تھا۔

معاویہ ہی نے بنو امیہ کے لئے راستہ صاف کر دیا کہ وہ منبر رسولؐ پر چڑھ جائیں اور اپنی خلافت کا ادعا کریں یہاں تک کہ خلافت ایک فاجر کے بعد دوسرے فاجر تک پہنچی جیسے یزید بن عبد الملک صاحب سلامہ

وحبابہ (کنیزوں کے نام ہیں) اور ولید بن یزید ایسے کافر و زندیق تک پہنچی جس نے قرآن مجید پر تیر برسائے۔ اور اپنے شعر میں کہا کہ اللہ سے کہہ دو کہ مجھ سے میری شراب روک دے اور اللہ سے کہہ دو کہ میرا کھانا بند کر دے اس کے علاوہ اور بھی اس کے کفر والحاد کے کلمات صفحات تاریخ پر موجود ہیں۔

۱۷۔ اسلامی احکام کے مٹانے کی جو پیہم سعی معاویہ کیا کرتا تھا اس میں یہ بھی داخل ہے کہ اس نے اعمال حج سے تلبیہ کو حذف کر دیا تھا اور حجاج کو تلبیہ سے روک دیا تھا چنانچہ کنز العمال میں مذکور ہے کہ

عن ابن عباس قال لعن الله فلاناً انه کان ینهٰی عن التلبیه فی هذالیوم یعنی یوم عرفه لان علیا کان یلبی فیه ابن جریر.

ایضا فی کنز الاعمال عن سعید بن جبیر قال اتیت ابن عباس یعرفه فقال لعن الله فلانا عمد وا الی اعظم ایام الحج فمحوا زینته و انما زینة الحج التلبیه .

ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ خدا فلاں پر لعنت کرے اس لئے کہ وہ آج کے دن یعنی روز عرفہ تلبیہ سے اس وجہ سے روکتا تھا کہ اس دن حضرت علی علیہ السلام تلبیہ کہا کرتے تھے اس روایت میں ابن جریر بھی ہے۔

کنز العمال ہی میں سعید ابن جریر سے منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں مقام عرفہ میں ابن عباس کے پاس آیا تو انھوں نے کہا کہ خدا فلاں پر

لعنت کرے اس لئے کہ اس نے ایام حج کے عظیم ترین فریضہ کو بھی نہ چھوڑا اور اس کی زینت کو مٹا دیا۔ حج کی زینت تلبیہ ہے۔

سنن علامہ بیہقی میں مذکور ہے کہ

سعید بن جبیر کہتا ہے کہ ابن عباس عرفہ میں تھے انھوں نے مجھ سے کہا کہ آخر میں آج لبیک کی آواز کیوں نہیں سن رہا ہوں میں نے کہا کہ لوگ معاویہ کے ڈر سے تلبیہ نہیں کہتے ہیں یہ سنتے ہی ابن عباس لبیک اللھم لبیک کہتے ہوئے اپنے خیمہ سے نکلے اور کہنے لگے (میں تلبیہ کہتا ہوں) اگر چہ کسی کی ناک ہی کیوں رگڑ دی جائے۔ پالنے والے ان لوگوں پر لعنت کر جنھوں نے حضرت علیؑ کی دشمنی میں سنت تلبیہ کو ترک کر دیا ہے

روز عرفہ لبیک کہنا ہی نہیں بلکہ اور بہت سے شریعت کے محقق اور ثابت شدہ احکام کو معاویہ نے صرف اس لئے ممنوع کر دیا تھا اور خود بھی اس پر عامل تھا کہ یہ حضرت علیؑ بجالاتے تھے جیسے نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ کہنا۔

معاویہ نے بسم اللہ کو بھی اس لئے ترک کیا تھا کہ حضرت علیؑ نماز میں ہر سورہ سے قبل بسم اللہ کہتے تھے جیسا کہ ہم اس سے قبل ذکر کر چکے ہیں۔

ارباب فکر و نظر بتائیں کہ جب دین اسلامی حیات رسولؐ میں آیہ اکمال کے ذریعہ سے کامل ہو چکا تھا تو کسی کو کیا حق تھا کہ اس میں کمی و بیشی

کرے حقیقت یہ ہے کہ معاویہ شریعت کو تباہ و برباد کرنا چاہتا تھا ظاہر ہے کہ دین و مذہب کا تباہ کرنے والا کبھی مطیع و فرمانبردار سرکار دو جہاں نہیں ہو سکتا نہ فرمانبردار پروردگار عالم ہی ہو سکتا ہے۔

جب ہم ان واقعات کی کڑی سے کڑی ملاتے ہیں تو مثل مہر منیر واضح ہو جاتا ہے کہ دشمنان حضرت علیؑ در حقیقت اسلام کے دشمن تھے رسولؐ کے دشمن تھے خدا کے دشمن تھے۔ انھوں نے رسول اسلامؐ کے مٹانے کے لئے دشمنی علی بن ابی طالب کی نقاب اپنے چہرے پر ڈال لی تھی۔

حکومت ہند جو ایک فرقہ وارانہ حکومت ہے آیئے ہم اس کے سائے میں معاویہ کے ماننے والوں کے تحریر کردہ کتب تاریخ کی امداد سے اس نقاب کو نوچ کر پھینک دیں تاکہ دشمنان حضرت علیؑ اپنے اصلی خدو خال میں دنیا کے سامنے آجائیں۔

بات یہ ہے کہ معاویہ جب دین و مذہب کو اس طرح مٹا رہا تھا جس نے خود اس کے اعزاء کو قتل نہیں کیا تھا نہ مٹایا تھا تو تم اب یہ غور کرو کہ وہ اس بزرگوار کے ساتھ کیا برتاؤ کرے گا جو اس کے جواب خط میں یہ تحریر کرے کہ

فانا ابو الحسن قاتل جدك و خالك و اخيك شدخا يوم بدر و ذلك السيف معي و بذلك القلب القى عدوى ما استبدلت دنيا ولا استحدثت بنياد انى لعلى المنهاج الذى تركتمون

طائعین و دخلتم فیه مکرھین.

میں ابو الحسن ہوں تیرے نانا ماموں اور بھائی کو سر توڑ جنگ بدر میں قتل کرنے والا اب بھی وہی تلوار میرے ساتھ ہے اور اسی دل سے اپنے دشمن کا مقابلہ کرتا ہوں نہ دین بدلا ہے نہ نیا نبی پیدا کیا ہے میں اب بھی اسی راستہ پر ہوں جس کو تم نے خوشی خوشی ترک کر دیا اور بادل نخواستہ جس میں داخل ہوئے تھے۔

علاوہ بریں جس نے حیات پیغمبر اسلامؐ میں حضرتؑ کی ایسی نصرت کی ہو کہ معاویہ کے باپ کے چھکے چھوٹ گئے ہوں۔ ڈھونڈھے راستہ نہ ملتا ہو۔ اسلام و بانی اسلام کی نصرت میں جنگ بدر و احد و خندق میں حضرت امیرؑ نے معاویہ اور اس کے افراد پر ایسی ضرب کاری لگائی تھی جس نے اس کے دل میں ایک ناسور پیدا کر دیا تھا اسی لئے اس نے بر سر اقتدار آنے کے بعد نام نامی سرکار دوجہاں مٹانے کے لئے نام و نشان حضرت علیؑ اور محبان علیؑ مٹانے پر پوری سلطنت کی قوت لگادی تھی۔ کچھ ہو جائے دنیا میں نہ علیؑ کا ذکر رہے نہ ان کا نام لیوا باقی رہے۔ ظاہر ہے جب ایک ظالم و جابر کے نام نامی حضرت علیؑ مٹانے کے لئے یہ عزائم ہوں اور اس کے لئے کوئی مانع بھی موجود نہ ہو تو اپنے عزائم کو کس طرح بروئے کار لاسکتا ہے، ظاہر ہے۔ چنانچہ معاویہ کے حکم سے جملہ ممالک اسلامیہ میں بہتر ہزار سے زاید منبر تھے جن پر حضرت علیؑ امام حسنؑ و امام حسینؑ کو برا بھلا کہا جاتا تھا۔ آئندہ سطور میں اب اس کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ اور یہ

سلسلہ سنہ ۴۰ھ سے شروع ہو کر ساٹھ برس سے زیادہ عرصہ تک باقی رہا ہے حیرت کی بات یہ ہے کہ جس عصر میں معاویہ نے یہ نازیبا حرکت شروع کی ہے صحابہ کی ایک بڑی تعداد مدینہ ومکہ واطراف وجوانب مملکت اسلامیہ میں موجود تھی اور اکثر عمال معاویہ بھی صحابی تھے جو ان احکام کی تعمیل میں ایڑی چوٹی کا زور ختم کر دیتے تھے اور عوام پر جبر و تشدد کے ذریعہ سے معاویہ کے احکام کو لاد دیتے تھے اس محل پر صحابی ہونے کی حیثیت سے صحابی نے کیا کردار دکھایا تابعی نے تابعی ہونے کی حیثیت سے کیا احتجاج کیا تبع تابعی نے کیا کیا سوائے انگلیوں پر گنے ہوئے چند افراد کے اور کوئی نظر نہیں آتا ہے جس نے سب وشتم حضرت امیرؑ کے خلاف سختی سے احتجاج کیا ہو خواہ وہ صحابی ہو یا تابعی یا تبع تابعی اور جس نے بھی اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی اسے بڑی بے دردی سے طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا کر کے قتل کیا گیا جیسا کہ آئندہ آپ اسے تفصیل سے پڑھیں گے۔[۱۰]

---

[۱۰] سنہ ۹۳ھ تک صفحات ارض پر صحابہ کا وجود ملتا ہے آخری صحابی جنھوں نے جام موت پیا ہے جناب جابر بن عبداللہ انصاری یا سہل بن سعد انصاری تھے صاحب استیعاب اور اصابہ کے نزدیک سہل آخری صحابی تھے اور تابعین کی تعداد تو حد شمار سے زیادہ تھی ظاہر ہے کہ ان کی موجودگی میں بہتر ہزار منبروں پر سب وشتم ہونا اور ان کا ساکت رہنا بتاتا ہے کہ جملہ صحابہ وتابعین یہ ڈرتے تھے کہ اگر ہم معاویہ ایسے صحابی کے منشاء کے خلاف سب وشتم حضرت امیرؑ پر اظہار ناراضگی کریں گے تو ہماری جان ہمارا مال ہماری آبرو خطرہ میں پڑ جائے گی اور جو حشر صحابی جلیل حجر بن عدی اور ان کے رفقاء کا ہوا وہی ہمارا بھی ہوگا اس لئے یا تو ساکت رہے یا معاویہ کے حکم کے مطابق حفظ جان ومال وآبرو کے لئے سب وشتم حضرت امیر کرتے رہے لیکن دل سے اس کے موید نہیں رہے۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

احکام سب و شتم حضرت امیرؑ کے سلسلہ میں مخلص شیعوں کا رویہ

قبل اس کے کہ ہم شیعوں کو فنا کرنے کے لئے معاویہ کے احکام و عمل پر سب و شتم حضرت امیر کو تحریر کریں اور یہ لکھیں کہ اس پر اس کے عمال نے عمل در آمد کیوں کر کیا یہ ضروری ہے کہ ہم اس محل پر شیعوں نے جو کردار دکھایا ہے اسے پیش کر دیں تا کہ ان پر

لا تلقوا بایدیکم الی التھلکه.

اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

کا الزام بھی نہ باقی رہے اور یہ بھی واضح و روشن ہو جائے کہ شیعوں نے ایسے سخت حالات۔ جان جوکھم کے محل پر تقیہ کیوں نہیں کیا۔ آسان تھا کہ وہ ظالموں کی خوشنودی کے لئے عمار یاسر کی طرح زبان سے حضرت کی شان میں ناسزا کلمات جاری کر کے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی جان بھی بچا لیتے اور اموال کو تباہی سے محفوظ کر لیتے۔

لیکن تم اس پر تو غور کرو کہ جب عمار یاسر نے تقیہ کیا تھا اس زمانہ میں اور دور بنو امیہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس وقت میں کچھ کمزور

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) شیعہ اسی کو تقیہ کہتے ہیں یہ امر بتاتا ہے کہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین نے مسلسل ساٹھ برس تک تقیہ کیا ہے اور اگر تقیہ نہ کرتے تو وہ بھی موت کے گھاٹ اتار دئے جاتے۔

اگر اصحابی کالنجوم حدیث معتبر ہے (حالانکہ معتبر نہیں جعلی ہے) تو یہ کیوں نہ فرض کیا جائے کہ شیعہ ان صحابہ کی متابعت میں تقیہ کرتے ہیں۔ س۔ ح۔ خاں

اور ناتوں اور بے ناصر و مددگار اشخاص پر ایسی سختیاں ہونا شروع ہوئیں تو پیغمبر اسلامؐ نے مکہ چھوڑ دینے کا حکم دے دیا اور جناب جعفر طیار کی سر کردگی میں مسلمانوں کو حبشہ بھیج دیا جہاں ان کو پناہ مل گئی اور محفوظ ہو گئے۔

لیکن دور بنو امیہ میں ربع مسکون کے اکثر و بیشتر حصہ پر معاویہ کی حکومت تھی اور ہر جگہ اس کے ظالم عمال کے سبب سے یہی خطرات در پیش تھے۔

ایسے پر آشوب و خطرناک دور میں شیعوں کو دنیا میں کہیں قدم رکھنے کی جگہ نہیں رہ گئی تھی اور جنگ صفین میں کھل کر محبان حیدر کرارؑ معاویہ سے نبرد آزما بھی ہو چکے تھے اس لئے وہ بہر حال ان کے خون کا پیاسا تھا۔

ہمیں تسلیم ہے کہ

کسی محبّ دوستدار اور فدائی کے لئے بڑا سخت وہ وقت تھا جب وہ موجود ہو اور اس کے سامنے اس کے آقا، مولا اور محبوب کو برا بھلا کہا جائے یقیناً جب منبروں پر امیر المؤمنینؑ کو سب و شتم کیا جاتا ہوگا تو شیعہ دل مسوس کر رہ جاتے ہوں گے۔ جب خطیب منبر پر جا کر حضرتؑ کو کلمات ناسزا کہتا ہوگا تو مومنین تلملا اٹھتے ہوں گے۔ آنکھوں میں خون اتر آتا ہوگا۔ سر جسم پر بار معلوم ہوتا ہوگا۔ آنکھوں میں دنیا تاریک ہو جاتی ہوگی اور یہ خواہش پیدا ہوتی ہوگی اے کاش ہم میں قوت و طاقت ہوتی تو خطیب کی زبان گدی سے کھینچ لیتے اس کے بد زبانی کی ابھی سزا دیتے کچھ ہو جاتا مگر

اس بد زبان کی بد زبانی روک دیتے۔

ہاں شیعوں کے قبضہ میں اسلحہ و فوج تو نہیں تھی۔ مال و دولت کا فقدان تھا۔ اعوان و انصار معدوم تھے لیکن سینے میں علیؑ کی محبت سے لبریز دھڑکتا ہوا دل بے پناہ جرأت و ہمت۔ زبان میں گویائی جسم میں طرح طرح کے ظلم و ستم سہنے کی طاقت تو تھی۔ اس لئے وہ اس کے ذریعہ سے اس قہار و جبار سلطنت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ قہار سلطنتوں اور جبار سلاطین سے اپنے مالی افلاس اور محبت علیؑ سے لبریز اور مستغنی دل کے ساتھ ٹکر لی اور مظالم سہہ کر اور مصائب جھیل کر ان کے جاہ و جلال و عظمت و شوکت کے ایسے پرخچے اڑا دیئے کہ آج بھی ان کا اور ان کے کارناموں کے تذکرے بڑے فخر سے بیان کیئے جاتے ہیں لیکن ان سلاطین اور سلطنتوں کا بھلائی سے نام لینے والا کوئی باقی نہیں ہے۔ موضوع سخن تو ان جانباز سورما افراد کے کارناموں کا بیان ہے مگر ان کے کارناموں پر اسی وقت روشنی پڑے گی جب ہم تاریخ کا سینہ چاک کر کے ان حقائق کو سامنے رکھ دیں جو اس کا موجب ہوئے کہ شیعہ جباروں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر علی علیؑ کہتے ہوئے تیر و نیزہ و شمشیر و تبر کا نشانہ بنے سولی پر لٹکائے گئے آگ میں جلائے گئے زندہ دفن کر دئے گئے۔ مگر پھر تقیہ کیوں نہیں کیا یقیناً غور طلب بات ہے۔

اصل یہ ہے کہ حضرت امیرؑ کے یہ اصحاب اور شیعہ ایک ایسے پر آشوب دور میں زندگی بسر کر رہے تھے جب دین و مذہب خطرہ میں تھا۔

اہلبیتؑ طاہرین کا نام و نشان مٹایا جارہا تھا۔ فساق و فجار کی قدر و منزلت کی جارہی تھی شریعت کے احکام برباد کئے جارہے تھے اس لئے ان امور کے تحفظ کا بہترین ذریعہ یہ تھا کہ کچھ جاں فروش و جانباز ایسے ہوں جو آوارہ وطن ہو جائیں، اعضاء کٹوالیں، دار پر چڑھ جائیں، آگ میں جلا دئے جائیں زندہ دفن کر دئے جائیں لیکن اہلبیتؑ طاہرین اور حضرت امیرؑ کو برا بھلا نہ کہیں نہ تقیہ کر کے اپنی جان بچائیں۔

در حقیقت ان کے پیش نظر جناب لقمان کی یہ وصیت تھی جسے قرآن مجید نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے۔

یا بنی اقم الصلوٰۃ و امر بالمعروف و انہٰی عن المنکر و اصبر علی ما عزم الامور (سورۂ لقمان آیت ۱۱) اے فرزند نماز پڑھو، نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اور جو تکلیف تم کو پہونچے اس پر صبر کرو کیوں کہ یہ بہت بڑے امور میں داخل ہے۔

قرآن کی یہ آیت صریح الفاظ میں بتا رہی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں جو اذیت و تکلیف بھی پہنچے اس پر صبر کرنا زبردست امور میں داخل ہے۔

شیعیان و اصحاب امیر المؤمنینؑ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں کی جماعت میں داخل تھے اس لئے کہ حضرت امیرؑ کے بارے میں ہزاروں منبروں پر علی الاعلان یہ کہا جارہا تھا کہ (معاذ اللہ) پالنے والے علیؑ نے الحاد و بے دینی اختیار کی ہے اور تیرے راستہ سے لوگوں

کوروکا ہے اس لئے ان پر۔۔۔۔۔۔۔۔(شرح ابن ابی الحدید ج ا ص ۳۵۶)

معاویہ کے خطبے کے یہ آخری فقرات ہوا کرتے تھے اسی طرح اس کے تمام عمال حکومت بھی خطبوں میں یہی کلمات کہا کرتے تھے۔

ظاہر ہے اس پر کوئی دیندار صبر نہیں کر سکتا تھا نتیجہ یہ ہوا کہ مخلص اصحاب امیر المؤمنینؑ نے اس کے خلاف آواز احتجاج بلند کی، خطیبوں کو ٹوکنا شروع کیا جس کی پاداش میں ان کو بری طرح موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ سولی پر چڑھا دیا گیا آگ سے جلایا گیا۔ زندہ دفن کیا گیا۔ اعضاء کاٹے گئے اور وہ صبر کر کے عظیم امر میں مطابق حکم قرآن داخل ہوتے رہے۔

دور معاویہ ابن ابی سفیان میں دین کے خلاف تند و تیز ہوائیں چل رہی تھیں حق مٹ رہا تھا باطل فروغ پا رہا تھا، فضائل امیر المؤمنینؑ و اہلبیتؑ طاہرین کے نقل و روایت پر تشدد کے پہرے بیٹھے ہوئے تھے جھوٹی حدیثیں تیار کر کے عورتوں اور بچوں کو یاد کرائی جا رہی تھیں، بہتر ہزار منبروں سے زیادہ پر تمام مملکت اسلامیہ میں حضرت علیؑ پر تبراء کیا جا رہا تھا۔ غیروں کی مدح میں جعلی حدیثیں ڈھل رہی تھیں اس لئے ایسے موقع پر کچھ حق پرست و دیندار افراد ترک تقیہ کر کے محبت علی ابن ابی طالبؑ کا دم نہ بھرتے ہوتے تو بے دین بادشاہ اور اس کے عمال حکومت کا کردار نکھر کر دنیا کے سامنے نہ آسکتا ان کے اسلام دشمن حرکات اور مہلک دین و مذہب افعال دین کا جز بن جاتے اور مفاد آیہ مودت فوت ہو جاتا۔

امیر المؤمنینؑ کے فضائل و محامد دنیا سے یکسر مٹ جاتے اور یہ تباہی دین و شریعت اور بربادی ذکر سرور کائناتؐ کا موجب ہو جاتا لیکن ان مٹھی بھر شہید ہونے والوں نے جو اپنے عصر میں زہد و تقویٰ و پرہیز گاری میں یکتائے روزگار تھے موت کا چھلکتا جام پی کر، سولی پر حضرتؑ کے فضائل و محامد بیان کر کے قبروں میں زندہ دفن ہو کر ہر کہہ و مہہ پر عظمت امیر المؤمنینؑ واہلبیت رسولؐ کو واضح کر گئے ظاہر ہے کہ جس کی دوستی ایمان دشمنی کفر ہو جو حق کے ساتھ ہو اور حق اس کے ساتھ ہو جو رسول خداؐ کو سب سے زیادہ محبوب ہو حضرتؐ کا نفس ہو تاجدار انما ہو، تفسیر ہل اتی ہو، مصداق آیۂ تطہیر ہو، ممدوح قرآن ہو، محسن اسلام ہو، اہل اسلام کا پشت پناہ ہو، اپنی جان بازی و جاں فروشی سے اسلام ورسول اسلامؐ کو بچایا ہو جب کوئی اس کا دشمن ہو اس کے ہاتھوں یقیناً دین تباہی کے غار میں پہنچ جائے گا۔

ایک امر اور قابل نظر ہے کہ ان شہداء محبت میں بہت سے ایسے افراد ہیں جن کو خود امیر المؤمنینؑ نے ان کی شہادت اور کیفیت شہادت کی خبر دے دی تھی آپ ان کے حالات میں پڑھیں گے کہ انداز بیان ظاہر کرتا ہے کہ حضرتؑ اس کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ اگر یہ مورد تقیہ ہوتا تو حضرتؑ ہدایت فرمادیتے کہ تم آیہ تقیہ پر عمل کر کے جان بچا لینا۔ لیکن یہ حکم بتاتا ہے کہ حضرتؑ کو ان کا یہ فعل بہت پسند تھا۔

جناب حجر بن عدی کو اظہار برائت سے روک ہی دیا تھا جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو حکم دیا جارہا ہے کہ تم قتل کو منظور کر لینا۔ اس سلسلہ میں خود حضرت امیرؑ کا ایک فرمان بھی علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ ج ا ص ۳۷۴ میں یحیٰی بن ہانی مرادی سے نقل کیا ہے۔ یحیٰی کہتے ہیں ہماری قوم میں زیاد ابن فلاں ایک شخص تھے وہ کہتے ہیں کہ میں شیعوں اور حضرتؑ کے اصحاب کی ایک مخصوص جماعت کے ساتھ حضرتؑ کے بیت الشرف میں موجود تھا حضرتؑ نے ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر ہم میں سے کسی کو ناپسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھا اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ قوم (یعنی بنی امیہ) عنقریب تم پر غالب آجائے گی تم لوگوں کے ہاتھ کاٹے گی آنکھوں میں سلائی بھونکے گی ہم میں سے ایک شخص نے عرض کیا اے آقا کیا آپ کی حیات میں ایسا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے خدا بچائے اس سے کہ میری زندگی میں اس طرح کے واقعات پیش آئیں۔ اس کے بعد پھر حضرت ہماری طرف متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ ایک شخص رو رہا ہے آپ نے اس سے فرمایا، اے احمقوں کے بیٹے کیا تو دنیا کی لذتوں اور آخرت کے درجوں کو چاہتا ہے آخرت کے درجوں کا وعدہ تو خدا نے صابروں سے کیا ہے۔

حضرتؑ کے اس ارشاد سے بھی صاف ظاہر ہے کہ جو شخص مصائب برداشت کرے گا۔ وہ درجات آخرت کا مستحق ہوگا۔

حضرتؑ کا قطع اعضاء اور آنکھوں میں سلائی پھرائے جانے کی

خبر دینے کے بعد ایک شخص کے رونے کی صدا سن کر یہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ ظلم و ستم شہید ہونے والوں کو ترغیب دلا رہے تھے کہ درجات آخرت کو چاہتے ہو تو ان شدائد اور ان کے مانند مصائب پر صبر کرو حضرتؑ کا یہ ارشاد گرامی سورہ لقمان کی اس آیت کے بالکل مطابق ہے جس کو ہم سابق میں ذکر کر چکے ہیں اس لئے ان اصحاب کے لئے تقیہ کا محل ہی نہیں تھا۔

اصل یہ ہے کہ ثبات محبت اہل بیتؑ اور بقائے فضل و شرف و عظمت عترت طاہرہؑ کے لئے عظیم قربانیوں کی ضرورت تھی اس بار کو شیعوں اور اصحاب امیر المؤمنینؑ نے اپنے کاندھوں پر اٹھالیا اور نئے نئے قسم کے مظالم سہ کر اطمینان سے موت کا جام پی لیا۔ اور آنے والے دوستوں کے لئے ایک منارۂ ہدایت روشن کر گئے اور فضل و شرف و عظمت اہلبیتؑ کو باقی رکھنے کے لئے ہدف مصائب و مظالم بن کر دشمنان اہلبیتؑ کے کل حربوں کو کند اور بیکار کر دیا ان کی دردناک شہادت کی شہرت فضائل اہلبیتؑ و حضرت امیرؑ کی شہرت کا سبب بن گئی اس لئے کہ جو بھی ظالموں کی داستان ظلم سنتا ہے وہ یہ ضرور دریافت کرتا ہے آخر ان کے ہاتھ پیر کیوں کاٹے گئے۔ زبان گدی سے کیوں کھینچی گئی، انھیں سولی پر کیوں چڑھایا گیا وغیرہ وغیرہ۔ تو اس سے بیان کیا جاتا ہے کہ یہ ابو ترابی ہے ان کے فضل و شرف کا قائل ہے ان کا جانثار و فدائی ہے دنیا پر اس کا جو اثر ہوگا ارباب دانش سے پوشیدہ نہیں ہے یہی سبب ہے کہ بعد

رحلت رسول اعظمؐ جس جس نے عترت اطہارؑ کے فضائل و محامد پر پردے ڈالے خواہ وہ بنی امیہ ہوں یا کوئی اور ان بہادروں نے اپنی قربانیوں سے اس کا ایک ایک دھاگا نوچ کر پھینک دیا۔

جب تم کو شیعوں کا یہ کردار معلوم ہو گیا تو آؤ اب دیکھو کہ حضرت کے سب و شتم کے لئے کیا کیا تدبیریں کی گئیں اور جانباز شیعوں نے اس کا کس پامردی و جانفروشی اور استقلال کے ساتھ مقابلہ کیا۔

معاویہ کا سب و شتم حضرت امیر علیہ السلام میں مبالغہ

معاویہ ابن ابی سفیان کے دل میں دشمنی حضرت امیر کی جو آگ لگی تھی اس میں روز بروز شدت ہی ہوتی جاتی تھی اسی سبب سے اس نے اپنی زندگی کا ماحصل یہ قرار دے رکھا تھا کہ جس طرح ممکن ہو حضرت علیؑ اور ان کی اولاد کا نام و نشان مٹ جائے ان کے شیعہ و محبّ روئے زمین پر باقی نہ رہیں اسی لئے اس نے اپنی حکومت کے ہر قلمرو میں یہ جاری کر دیا کہ منبروں پر حضرت علیؑ پر سب و شتم کیا جائے اور خود بھی اس رسم قبیح پر سختی سے عامل رہا۔ اس کے عمال بھی بڑی تندی سے اس کے اس حکم کی تعمیل کرتے رہے۔

دور بنی امیہ میں معاویہ اور صرف معاویہ کے سبب سے کل مملکت اسلامیہ میں یہ رسم قبیح جاری ہو گئی اور اس کے مرنے کے بعد بھی اس کے قائم مقام اپنے لئے سب و شتم حضرت امیرؑ کو واجب ولازم سمجھتے

تھے چنانچہ ساٹھ برس سے زیادہ عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ معاویہ کے عہد سے یہ رسم قبیح عہد حکومت عمر بن عبد العزیز تک قائم رہی جب وہ مملکت اسلامیہ کا سربراہ ہوا تو اس نے اس رسم ورواج کو ختم کر دیا۔

معاویہ کا اس رسم قبیح کا جاری کرنا اور اس کا اور اس کے عمال کا اس پر عمل کرنا کوئی ڈھکی چھپی حقیقت نہیں ہے نہ اس سے کسی کو انکار کی مجال ہے لیکن ہمارا عصر ایسا تاریک ہے جس میں اہل علم کی قلت ہے ناصبیت وخارجیت پورے شباب پر ہے معاویہ تو معاویہ یزید ایسے فاسق و فاجر وشرابی وزناکار کے مداح عالم وجود میں آگئے ہیں اس لئے وہ سب وشتم حضرت امیرؑ کے بارے میں معاویہ و بنو امیہ کے افعال پر برابر پردے ڈالتے رہتے ہیں اس لئے ہم مشتے نمونہ از خروارے اس کے چند شواہد پیش کرتے ہیں چنانچہ علامہ شمس الدین ابو المظفر یوسف بنی قزغلی معروف بسط ابن جوزی متوفی ۶۵۴ھ کتاب تذکرہ خواص الامہ ص ۱۱۳ پر شرائط مصالحت امام حسنؑ میں تحریر کرتے ہیں کہ

"شعبی کہتا ہے کہ شرائط مصالحت امام حسنؑ میں یہ بھی تھا کہ آپ بیت المال کوفہ سے پانچ لاکھ درہم لے لیں اور یہ کہ حضرت علیؑ پر سب وشتم نہ کیا جائے اس کے علاوہ بھی کچھ شرطیں اور تھیں جو حضرتؑ نے معاویہ سے کی تھیں۔

علامہ عبد الحمید عز الدین ابو حامد بن ہبۃ اللہ بن محمد بن حسین بن ابی الحدید معتزلی متوفی ۶۵۵ھ شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۱۹۴ پر فرماتے ہیں کہ

کہ معاویہ نے شام عراق اور ان کے علاوہ دوسرے مقامات پر لوگوں کو حکم دیا کہ حضرت علیؑ کو سب وشتم کریں اور آپ سے اظہار برأت وبیزاری کریں اور اس کے بارے میں اس نے اسلامی منبروں پر خطبہ پڑھا چنانچہ یہ امر زمانہ حکومت بنی امیہ میں سنت قرار پا گیا اور یہ سلسلہ اس وقت سے عہد حکومت عمر بن عبد العزیز تک جاری رہا اور اس نے اسے بند کیا۔ ہمارے شیخ ابو عثمان جاحظ لکھتے ہیں کہ معاویہ خطبہ جمعہ میں کہا کرتا تھا کہ پالنے والے یقیناً ابو تراب نے تیرے دین میں الحاد و بے دینی (معاذ اللہ) اختیار کی اور لوگوں کو تیرے راستہ سے روک دیا اس لئے تو ان پر (معاذ اللہ) سخت لعنت کر اور دردناک عذاب میں مبتلا کر تمام حدود مملکت میں ان کلمات کے زبان پر جاری کرنے کے احکام جاری کر دے۔ چناچہ ان کلمات کو خطیب منبر پر جا کر زبان پر جاری کرتے تھے۔

علامہ اسمٰعیل بن ابی الفداء متوفی ۷۳۲ھ اپنی کتاب المختصر فی تاریخ البشرج اص ۱۹۶ پر تحریر فرماتے ہیں کہ

معاویہ اور اس کے عمال خطبہ جمعہ میں عثمان کے لئے دعا کرتے تھے اور حضرت علیؑ کو گالیاں دیتے تھے اور آپ کی برائیاں بیان کرتے تھے معاویہ کی اطاعت میں حاکم کوفہ مغیرہ بھی ایسا کیا کرتا تھا جب مغیرہ حضرت پر سب وشتم کرتا تھا تو جناب حجر بن عدی اور ایک جماعت حضرت علیؑ کے سب وشتم کی رد کرتی تھی لیکن مغیرہ ان سے مواخذہ نہیں کرتا تھا بلکہ درگذر کرتا رہتا تھا جب زیاد حاکم کوفہ ہوا تو اس نے بھی عثمان کے لئے

دعا کی اور حضرتؑ پر سب و شتم کیا یہ لوگ حضرت علیؑ کا ذکر آپ کے نام نام نامی سے نہیں کرتے تھے بلکہ آپ کو ابو تراب کہا کرتے تھے حضرت علیؑ کو اپنی یہ کنیت بہت محبوب تھی اس لئے کہ آپ کو یہ کنیت جناب رسول خداؐ نے عطا کی تھی۔ جب زیاد نے حضرت علیؑ پر سب و شتم کیا تو حجر اٹھ کھڑے ہوئے اور جس طرح مغیرہ کے زمانہ میں کیا کرتے تھے اسی طرح انھوں نے حضرت علیؑ کی مدح و ثنا شروع کر دی جس پر زیاد برہم ہوا اور ان کو تیرہ آدمیوں کے ساتھ گرفتار کر کے زنجیروں میں جکڑ کر معاویہ کے پاس بھیج دیا ان میں چھ آدمیوں کی ان کے قبیلہ والوں نے سفارش کی معاویہ نے ان کو چھوڑ دیا اور جناب حجر کے ساتھ سات آدمی باقی رہے جن کو قریہ عذراء میں جو پشت دمشق پر واقع ہے قتل کر دیا خدا وند عالم ان پر اپنے رضوان کو نازل کر کے جناب حجر دین داری و نماز گذاری میں عظیم ترین انسان تھے۔ عائشہ نے ان کی سفارش میں ایک شخص کو بھیجا تھا جو ان کے قتل کے بعد دمشق پہنچا۔

موصوف اسی کتاب کے ج ا ص ۲۱۲ پر فرماتے ہیں کہ

خلفاء بنو امیہ حضرت علیؑ کو سب و شتم ۴۱ھ سے کرتے تھے۔ یہ وہی سن ہے جس میں امام حسنؑ نے خلافت ترک کر دی یہ سلسلہ ابتداء ۹۹ھ تک باقی رہا جو سلیمان بن عبد الملک کے حکومت کا آخری زمانہ تھا لیکن جب عمر بن عبد العزیز بادشاہ ہوا تو اس نے اس رسم کو ختم کر دیا اور اپنے تمام نائبوں کو اس کے ترک کرنے کی تحریری ہدایت بھیج دی اور

جب جمعہ کا خطبہ پڑھا تو حضرتؑ پر گالیوں کے کلمات کے بدلے خداوند عالم کا یہ قول تحریر کیا کہ اللہ عدل واحسان وصاحبان قرابت کو عطیہ دینے کا حکم دیتا ہے اور بری بات اور ناپسندیدہ چیزوں سے منع کرتا ہے اور خدا سب کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم خدا کا ذکر کرنے لگو اس کے بعد سے پھر حضرت علیؑ کو سب وشتم نہیں کیا گیا اور برابر خطباء خطبۂ جمعہ میں یہی آیت پڑھتے رہے عمر ابن عبد العزیز کے اس فعل کی مدح میں کثیر ابن عبد الرحمٰن خزاعی نے کہا ہے۔ اے عمر جب تم بادشاہ ہوئے تو حضرت علیؑ پر سب وشتم نہیں کیا گیا نہ کسی بے خطا کو قتل نہ خوف زدہ کیا گیا۔ تو نے مجرم (معاویہ) کے خصلت (شتم حضرت علیؑ) کی پیروی نہیں کی تو نے جو کچھ کہا اس کی تصدیق اپنے فعل سے کردی جس سے ہر مسلمان تجھ سے راضی ہو گیا۔

علامہ حافظ ومفسر ومورخ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل ابن عمر بن کثیر قرشی دمشقی متوفی ۷۷۴ھ البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۴ پر خلافت امام حسنؑ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

معاویہ نے امام حسنؑ کی خدمت میں عبد اللہ بن عامر اور عبد الرحمٰن بن سمرہ کو بھیجا یہ دونوں حضرت امام حسنؑ کی خدمت میں کوفہ میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ جتنا مال چاہیں اپنے ساتھ لے جا سکتے ہیں امام حسنؑ نے شرط کی کہ میں کوفہ کے بیت المال سے پانچ لاکھ درہم لے لوں گا اور دار الجبر کا خراج میرا ہو گا اور یہ کہ جب آپ سن رہے ہوں تو

حضرت علیؑ پر سب و شتم نہ کیا جائے۔

علامہ شیخ کمال الدین دمیری متوفی ۸۰۸ھ کتاب حیوۃ الحیوان ج ا ص ۵۸ پر حالات عمر بن عبد العزیز میں فرماتے ہیں کہ

بنو امیہ جو حضرت علیؑ کا ذکر برائی سے کرتے تھے اسے عمر بن عبد العزیز ہی نے بند کیا اس کی جگہ خداوند عالم کا یہ قول نقل کر دیا کہ خدا عدل و احسان کا حکم کرتا ہے (آخر آیت تک) اسی کے بارے میں مشہور شاعر کثیر عزہ عمر بن عبد العزیز کی مدح میں کہتا ہے جب تو سلطان ہوا تو نہ حضرت علیؑ کو سب و شتم کیا گیا نہ شک و شبہ پر کسی کو خوف زدہ کیا گیا تو ہی نے مجرم کے قول کو قبول نہیں کیا تو نے جو کچھ کہا اسے بجالا کر اپنے قول کی تصدیق کر دی جس سے تجھ سے ہر مسلمان راضی و خوش ہو گیا زمین کے مشرق و مغرب میں ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو یہ پکار کر کہے کہ اے امیر المؤمنینؑ آپ نے ہم پر ظلم کیا خواہ وہ عرب ہو یا عجم اس لئے اے خریدنے والے تو بھرپور نفع حاصل کر اور تو نے تو بہتر سے بہتر بیع و شرا کا معاملہ کیا ہے۔

علامہ حسین بن محمد بن حسن دیار بکری سلونی سے تاریخ خمیس ج ۲ ص ۳۱۷ پر فرماتے ہیں کہ

شافعی نے کہا ہے کہ خلفاء پانچ ہیں ابوبکر و عمر و عثمان و علیؑ و عمر بن عبد العزیز جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوا تو اس نے سب و شتم حضرت علیؑ کو ترک کر دیا اور اس کی جگہ یہ آیت کر دی کہ خدا عدل و احسان کا حکم

دیتا ہے آخر آیت تک لعن کا یہ طریقہ چھیتر برس سے جاری تھا اس سے بھی زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ تراسی برس چار مہینہ سے یہ رواج تھا اور یہی ہزار مہینے ہیں (جس کا ذکر سورہ انا انزلناہ میں ہے) روایت کی گئی ہے کہ عمر نے تخلیہ میں ایک فقیر سے گفتگو کی اور اسے حکم دیا کہ جب میں کل دربار میں بیٹھوں تو تو آئے اور اپنے لئے اس کی لڑکی کا پیغام نکاح دے اسے بتایا کہ میں یہ اور یہ جواب میں کہوں گا اور تم یہ میرے جواب میں کہنا اور خبر دار پیغام دینے میں ڈرنا نہیں اس لئے کہ اس میں ایک مصلحت ہے چنانچہ دوسرے دن وہ فقیر اسی وقت آیا جو عمر بن عبد العزیز نے بتایا تھا اور کہا کہ اے امیر المؤمنین میری آپ سے ایک حاجت ہے اس نے کہا میں ایک مرد فقیر اور بن بیاہا ہوں۔ آپ خلیفہ عادل ہیں لوگوں کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں خلق اللہ کی حاجت روائی کرتے ہیں۔ اس لئے میں آپ کی صاحبزادی سے شادی کا پیغام دیتا ہوں یہ سنتے ہی لوگوں نے اس کو زجر و توبیخ کی اور اذیت دینے کا قصد کیا لیکن عمر نے ان لوگوں کو اس سے منع کیا اور اس شخص سے کہا کہ میں خلیفہ ہوں اور تو فقیر ہے اس لئے ہمارے اور تیرے درمیان ہمسری نہیں پائی جاتی ہے فقیر نے کہا اگرچہ تو خلیفہ ہے مگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑا نہیں ہے میں اگرچہ فقیر ہوں بری حالت میں ہوں لیکن میں علی بن ابی طالبؑ سے زیادہ برا نہیں جن پر تم لوگ منبر پر لعنت کرتے ہو حالانکہ وہ نبیؐ کے داماد ہیں یہ سنتے ہی عمر نے چیخ کے کہا کہ اے لوگو اس شخص نے مجھے لاجواب اور خاموش کر دیا ہے اور

میں اس کے جواب پر قادر نہیں ہوں۔ اس لئے اس کو جواب دو۔ جب لوگ جواب نہ دے سکے تو اس نے حکم دیا کہ سب و شتم حضرت علیؑ کو بند کر دو۔

تاریخوں نے ترک لعن پر حضرت علیؑ کا ایک اور واقعہ ذکر کیا ہے وہ یہ ہے کہ عمر نے ایک یہودی کو حکم دیا کہ وہ ان کی لڑکی سے شادی کا پیغام دے چنانچہ یہودی نے عمر کی لڑکی سے اپنی شادی کا پیغام دیا تو عمر نے کہا کہ تم تو یہودی ہو میری لڑکی سے شادی کا پیغام کیوں کر دیتے ہو یہودی نے کہا کہ آخر تمہارے نبیؐ نے علیؑ بن ابی طالبؑ سے اپنی بیٹی کیوں بیاہ دی عمر نے کہا اے یہودی تیرا برا ہو علیؑ تو دین کے باعظمت لوگوں میں داخل ہیں بزرگ ترین مسلمانوں میں شمار ہوتے ہیں یہودی نے کہا کہ اگر حضرت علیؑ ایسے تھے تو تم لوگ منبروں پر ان پر لعنت کیوں کرتے ہو۔ یہ سنتے ہی عمر نے لوگوں سے کہا کہ اس یہودی کو جواب دو لیکن جب وہ لوگ جواب سے عاجز ہوئے تو اس نے حکم دیا کہ حضرت علیؑ پر لعنت کو ترک کرو اور کلمات لعنت کی جگہ یہ آیت قرار دی پالنے والے ہم کو اور ہم سے پہلے جن لوگوں نے ایمان لانے میں سبقت کی ہے ان کو بخش دے آخر آیت تک۔

علامہ محمد بن عقیل النصائح الکافیہ ص ٦٦ پر فرماتے ہیں کہ

معاویہ کے بدترین اور مہلک ترین عیبوں میں سے یہ عیب ہے کہ وہ اس شخص سے عداوت و دشمنی رکھتا تھا اور گالیاں دیتا تھا جو حضرت محمد

مصطفیؐ کا بھائی چچا کا بیٹا وصی اور باب مدینۃ العلم تھا اور وہ شخص تھا جو صحابہ میں سب سے پہلے اسلام لایا سب سے پہلے حوض کوثر پر پیغمبر اسلامؐ پر وارد ہو گا۔ سب سے بڑا بہادر سب سے زیادہ صاحب علم سب سے بڑا زاہد تھا اللہ اور اس کے رسولؐ کو سب سے زیادہ محبوب تھا۔ وہ امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ ہیں خدا ہمیں ان کی محبت اور پیروی کی توفیق عطا کرے۔

ہمارے سچے پیغمبر حضرت محمدؐ نے حضرت علیؑ کے بغض و دشمنی اور گالی دینے کی جو ممانعت کی تھی یہ سرکش و گمراہ اس کی قطعاً پرواہ نہیں کرتا تھا۔

معاویہ سے اس طرح کی مہلک چیزیں تواتر (اتنے آدمیوں کے روایت سے نقل ہیں جن کا جھوٹ پر اتفاق ناممکن ہے) سے ثابت ہیں جن سے کتابیں بھری پڑی ہیں ان برائیوں کا معاویہ میں ثابت و لازم ہونا اسی طرح ضروری ہے جس طرح کولے کے لئے سیاہی۔ معاویہ ان برائیوں کو تنہا ہی نہیں کرتا تھا بلکہ دشمنی علیؑ جس کی جڑیں اس کے قلب میں پیوست ہو گئیں تھیں نقطہ قلب میں ان کا کینہ بیٹھا ہوا تھا انھوں نے اسے مجبور کیا تھا وہ دوسرے لوگوں کو ان مہلک چیزوں کی طرف دعوت دے۔

معاویہ نے لوگوں کو حضرت علیؑ کو گالیاں دینے پر تلوار سے ڈرا کر اور مال کثیر صرف کر کے آمادہ کیا تھا تاکہ اپنے گناہوں کے بوجھ کے ساتھ ان کے گناہوں کا بوجھ لے کر پیش پروردگار حاضر ہو۔ معاویہ خود بھی

زندگی بھر سب وشتم حضرت امیرؑ کی عظیم تین برائی کا مرتکب ہوتا رہا یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا اور اپنے بعد والے خلفاء اور ان کے متبعین کو بھی اس کی وصیت کر گیا۔ (معاویہ سب وشتم حضرت امیرؑ میں جو شدت رکھتا تھا اس کے بارے میں یہ ایک سنی عالم کے خیالات ہیں جس کو ہم نے نقل کیا۔)

موصوف ہی النصائح الکافیہ ص ۷۰ پر فرماتے ہیں کہ

ابو عثمان جاحظ نے امامیہ کی رد میں جو کتاب لکھی ہے اس میں تحریر کرتا ہے کہ معاویہ اپنے خطبہ کے آخر میں کہا کرتا تھا کہ پالنے والے ابوتراب نے تیرے دین میں (معاذ اللہ) الحاد کیا ہے اور تیرے راستہ سے لوگوں کو روک دیا ہے اس لئے تو ان پر سخت لعنت ـــــــ کر اور دردناک عذاب سے معذب کر۔ اطراف وجوانب مملکت میں اس کے لئے احکام جاری کر دئے تھے چنانچہ خطیب منبر پر جاتے تھے اور ان کلمات کو زبان پر جاری کرتے تھے یہ سلسلہ زمانہ حکومت عمر بن عبد العزیز تک جاری رہا۔

موصوف ہی تحریر کرتے ہیں کہ

جب معاویہ نے مغیرہ ابن شعبہ کو کوفہ کا حاکم بنایا تو اسے بلا کر کہا کہ مرد حلیم آج سے پہلے بھی کارہائے نمایاں کرتا رہا ہے ایک حلیم بغیر سکھائے تجھ کو نہیں چھوڑ سکتا ہے اے مغیرہ میں تجھے بہت سی وصیتیں کرنا چاہتا ہوں لیکن تیری صواب دید پر بھروسہ کر کے ان کو چھوڑتا ہوں۔

لیکن میں تجھ سے ایک وصیت ضرور کروں گا وہ یہ کہ حضرت علیؑ کو گالیاں دینے اور مذمت کرنے کو ہرگز نہ چھوڑنا اور عثمان پر رحمت کی دعا اور استغفار کرتے رہنا اور حضرت علیؑ کے ساتھیوں کی برائیاں بیان کرتے رہنا اور ان کو اپنے سے دور رکھنا عثمانی گروہ کے لوگوں کی تعریف کرتے رہنا اور اپنے سے قریب رکھنا مغیرہ نے جواب دیا کہ تو میرا تجربہ کر چکا ہے اور میرا تجربہ پہلے بھی کیا جا چکا ہے۔ میں تجھ سے پہلے بھی امراء وقت کی خدمت کر چکا ہوں لیکن کسی نے میری مذمت نہیں کی اور عنقریب تو میرا امتحان کر کے یا مدح کرے گا یا مذمت معاویہ نے کہا انشاء اللہ ہم تیری مدح کریں گے۔

موصوف ہی اسی کتاب کے ص ۶۹ پر فرماتے ہیں

ابن اثیر نے نقل کیا ہے کہ معاویہ جب نماز میں قنوت پڑھتا تھا تو حضرت علیؑ ابن عباسؓ امام حسنؑ و حسینؑ اور مالک اشتر کو گالیاں دیا کرتا تھا۔

سبط ابن جوزی اور ابن ابی الحدید معتزلی اور دیگر مورخین و محدثین کے ان واضح بیانات کو پڑھنے کے بعد ممکن ہے کوئی شخص یہ کہے کہ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی اور تاریخ کی دیگر کتابیں صحاح ستہ میں داخل نہیں ہیں اس لئے ہم ان کے بیان کو تسلیم نہیں کرتے ہیں ہاں اگر صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں مذکور ہو تا کہ معاویہ حضرت علیؑ پر سب و شتم کرتا تھا تو ہم مان لیتے کہ وہ حضرت علیؑ پر سب و شتم کرتا تھا۔

اول تو یہ ایک لغو اور مہمل مطالبہ ہے اس لئے کہ دنیا کا کوئی سنی

اپنے مذہب کی تمام باتوں کو صحاح ستہ سے ثابت نہیں کر سکتا ہے لیکن ہم پھر بھی ایسے افراد کی دل جوئی کے لئے یہ عرض کرتے ہیں کہ اگر آپ کو یہی ضد ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ معاویہ کے سب و شتم حضرت امیرؑ کے حکم کو صحاح ستہ میں سے کسی کتاب سے ثابت کیا جائے تو ارشاد فرمائے سنن ماجہ صحاح ستہ میں داخل ہے یا نہیں کوئی شخص اس کے صحاح ستہ میں داخل ہونے سے انکار نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اسی کتاب میں مذکور ہے کہ

ثنا علی بن محمد حدثنا ابو معاویه حدثنا موسی بن اسلم عن ابن ساباط و هو عبد الرحمٰن عن سعد بن ابی وقاص قال قدم معاویه فی بعض حجاته فدخل علیه سعد فذکر سعد و قال تقول هذ الرجل سمعت رسول الله یقول من کنت مولاه فعلی مولاه و سمعت یقول انت منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی و سمعت یقول لاعطین الرایة الیوم رجلا یحب الله و رسوله .

علی بن محمد نے اس سے ابو معاویہ نے اس سے موسیٰ بن اسلم نے اس سے ابن ساباط نے جس کا نام عبد الرحمٰن ہے وہ سعد بن ابی وقاص سے حدیث نقل کرتا ہے کہ اپنے بعض حجوں میں سے ایک حج کرنے کے لئے معاویہ آیا تو سعد اس کے پاس آئے معاویہ نے حضرت علیؑ کا ذکر کیا اور آپ کو برا بھلا کہنا شروع کیا تو اس سے سعد غضبناک ہوئے اور کہا تو اس شخص

کے لئے کہہ رہا ہے حالانکہ میں نے جناب رسول خداؐ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں جس کا مولا ہوں یہ بھی اس کے مولا ہیں اور حضرت کو فرماتے سنا ہے کہ کہ تم کو (اے علیؑ) مجھ سے وہ منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے حاصل تھی بس (فرق یہ ہے) کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور حضرت کو فرماتے سنا ہے ضرور میں آج ایسے شخص کو علم دوں گا جو خدا و رسولؐ کو دوست رکھتا ہو گا۔

ابن ماجہ کی روایت یہ بتاتی ہے کہ معاویہ حضرت علیؑ کو برا بھلا کہا کرتا تھا جس پر سعد اس سے غضبناک ہو کر حضرت علیؑ کے فضائل میں سے یہ تین روایتیں نقل کیں جن کو انھوں نے خود حضرت رسولؐ کی زبان سے سنا تھا۔

صحاح ستہ کی دوسری کتاب صحیح مسلم ہے جو صحیح ترین کتابوں میں داخل ہے اس کتاب صحیح میں بھی تحریر ہے کہ

عن عامر بن سعد بن ابی وقاص قال امر معاویه بن ابی سفیان سعد ا فقال ما یمنعك ان تسب ابا تراب فقال اما ذکرت ثلثا قال لهن رسول الله فلن اسبه لان یکون لی واحدة منهن احب علی من حمر النعم الخ.

عامر بن سعد بن ابی وقاص بیان کرتا ہے کہ معاویہ ابن ابی سفیان نے سعد کو حکم دیا اور کہا کہ ابو تراب کے سب و شتم سے تم کو کیا چیز روکتی ہے تو سعد نے جواب دیا کہ جب میں تین چیزوں کو یاد کرتا ہوں جسے

رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کے لئے فرمایا ہے اس لئے میں ان کو ہر گز ہر گز سب وشتم نہیں کروں گا اگر ان میں سے کوئی بات حضرت نے میرے لئے فرمائی ہوتی تو وہ مجھے سرخ رنگ کے اونٹوں سے بہتر ہوتی۔

اس روایت سے صاف و صریح الفاظ میں ظاہر ہے کہ معاویہ حضرت امیرؑ کے سب وشتم کا لوگوں کو حکم کرتا تھا اور جب اس نے سعد بن ابی وقاص کو اس کا حکم دیا تو انھوں نے حضرتؑ کے سب وشتم سے اس لئے انکار کر دیا کہ جناب رسول خداؐ نے حضرت علیؑ کے بارے میں ایسی ایسی حدیثیں فرمائی ہیں جن میں کی ایک حدیث بھی اگر سعد کے لئے حضرت نے ارشاد فرمائی ہوتی تو وہ ان کے نزدیک سرخ رنگ کے اونٹوں سے کہیں بہتر ہوتی۔

جب صحیح مسلم ایسی جلیل القدر کتاب میں یہ مذکور ہے، تو اب کس کی مجال ہے کہ انکار کر سکے کہ معاویہ حضرت امیرؑ کو سب وشتم کا حکم دیتا تھا۔

علامہ مولانا سید ظہور حسین صاحب مرحوم اپنی مشہور کتاب تاریخ معاویہ ص ۲۱۷ پر صحیح مسلم کی روایت نقل کرنے کے بعد نقل کرتے ہیں کہ

ابو یعلی نے بطریق دیگر سعد سے یہ اور بڑھایا ہے اگر میرے سر پر آرا بھی رکھ دیا جائے کہ میں حضرت علیؑ پر سب وشتم کروں تب بھی ایسا نہ کروں گا۔

اور ابن اثیر[1] نے نقل کیا ہے کہ معاویہ جب قنوت پڑھتا تھا تو حضرت علیؑ اور ابن عباس اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور مالک اشتر کی سب (بدگوئی) کرتا۔

اور ابن عبدربہ نے کتاب العقد[2] میں لکھا ہے کہ جب حضرت امام حسنؑ بن علیؑ وفات پاگئے تو معاویہ حج کر کے مدینہ آیا اور ارادہ کیا کہ بالائے منبر رسولؐ حضرت علیؑ پر لعنت کرے اس سے کہا گیا کہ یہاں سعد بن ابی وقاص موجود ہیں ہمارا خیال نہیں کہ وہ اس پر راضی ہوں لہٰذا ان کے پاس کسی کو بھیج کر ان کی رائے لے لیجئے چنانچہ اس نے ان کو پیغام بھیجا اور اس کا تذکرہ کیا انھوں نے جواب دیا کہ اگر تو نے ایسا کیا تو میں البتہ مسجد سے چلا جاؤں گا اور پھر کبھی عود نہ کروں گا۔ پس معاویہ نے ان کی (حضرت علیؑ) لعنت سے سکوت کیا تا اینکہ سعد کا انتقال ہو گیا پس جب مر گئے تو منبر رسولؐ پر حضرت علیؑ پر لعنت کی اور اپنے تمام عمال کو لکھ دیا کہ منبروں پر جا کر ان کو لعنت کیا کریں انھوں نے ایسا ہی کیا تب ام المؤمنین ام سلمہ زوجہ نبیؐ نے معاویہ کو لکھا

انكم تلعنون الله و رسوله على منابركم و ذلك انكم تلعنون على بن ابى طالب و من احبه و انا اشهد ان الله احبه و رسوله.

---

[1] دیکھو کامل ابن اثیر ص ۱۳۳ ج ۳۔

[2] دیکھو ص ۱۱۳ ج ۲ عقد الفرید مصنفہ ابن عبدربہ۔

تم اپنے منبروں پر خدا اور رسولؐ پر لعنت کرتے ہو اور یہ اس لئے کہ تم علی ابن ابی طالبؑ اور ان کے دوستوں پر لعنت کرتے ہو اور میں گواہی دیتی ہوں کہ خدا اور اس کا رسولؐ ان کو دوست رکھتا ہے۔ پس ان کے کلام کی طرف کسی نے بھی توجہ نہ کی باوجودیکہ انھیں ان کی صحت روایت اور شرف مقام کا خوب علم تھا۔

سب و شتم و بغض و حسد حضرت علیؑ کی ممانعت حضرت رسول خداؐ کی زبان مبارک سے

معاویہ کو سب و شتم حضرت علیؑ میں یہ مبالغہ تھا حلانکہ حضرت امیرؑ کی ذات گرامی وہ ہے جس کا ذکر خدا کا ذکر جس کی دشمنی رسولؐ اور خدا کی دشمنی جس کا سب و شتم رسول اکرمؐ اور خدا کا سب و شتم ہے جس کی محبت کل امت پر واجب و لازم ہے جس پر سب و شتم کی سرور عالمؐ نے ممانعت کی ہے جس کے فضائل میں ہزاروں صحیح حدیثیں وارد ہیں۔ ہم اس سلسلہ میں بجائے خود کتب اہلسنت سے احادیث منتخب کر کے تحریر کرنے کے اس صدی کے ایک محقق سنی عالم کے افادات کو پیش کرتے ہیں وہ فاضل جلیل مولانا حافظ شاہ محمد علی حیدر صاحب قلندر علوی کاکوروی ہیں موصوف مناقب المرتضیٰ من مواہب المصطفےٰ کے ص ۳۵۵ سے ص ۳۷۱ تک "وعید متعلق بہ مبغضین" کے عنوان سے ایک مضبوط و مستحکم بحث قلم بند کی ہے اور حضرت کے سب و شتم و دشمنی

وغیرہ کی ممانعت کے متعلق احادیث پیغمبر اسلامؐ کو حوالہ کتب کے ساتھ تحریر کیا ہے موصوف فرماتے ہیں۔

متعلق بہ مفارقت

جس نے علی کو چھوڑا اس نے آنحضرتؐ کو چھوڑا شیخ علی متقی کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۶ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا

من فاروق علیا فارقنی و من فارقنی فقد فارق الله

(طبرانی عن ابن عمر)

من فارقك یا علی فقد فارقنی و من فارقنی فقد فارق الله

(طبرانی عن ابن عمر و الحاکم عن ابی ذر)

جس نے علی کو چھوڑا اس نے مجھ کو چھوڑا اور جس نے مجھ کو چھوڑا اس نے اللہ کو چھوڑا (طبرانی نے ابن عمر سے روایت کیا)

اے علی جس نے تجھ کو چھوڑا اس نے مجھ کو چھوڑا اور جس نے مجھ کو چھوڑا اس نے اللہ کو چھوڑا (طبرانی نے ابن عمر سے اور حاکم نے ابوذر سے روایت کیا ہے۔[1]

---

[1] حضرت علیؑ سے مفارقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مفارقت ہے اس مضمون کی حدیث تین صحابہ سے مروی ہے جناب ابوذر عبداللہ بن عمر و ابوہریرہ۔

جناب ابوذر کی روایت حسب ذیل علماء نے نقل کی ہے:

۱۔ علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ معروف بہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے مستدرک ج ۳ ص ۱۲۳ و ص ۱۴۶ میں۔

۲۔ علامہ محب الدین احمد بن عبداللہ شافعی طبری متوفی ۶۹۴ھ نے ذخائر العقبیٰ ص ۶۵ میں۔

(باقی اگلے صفحہ پر)

یہ دونوں حدیثیں بروایت مناقب امام احمد و نقاش و ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۶۷ میں بھی ہیں اور بروایت بزاز بحوالہ جمع الفوائد ینابیع المودۃ ص ۵۱ میں بھی ہے۔

(پچھلے صفحہ کاباقی) ۳۔ موصوف ہی نے ریاض النضرہ ص ۱۶۷ پر بھی نقل کیا ہے۔

۴۔ علامہ شیخ ابراہیم بن محمد بن ابی بکر بن حمویہ جوینی متوفی ۷۱۲ھ نے فرائد السمطین مخطوط میں۔

۵۔ علامہ حافظ ابو عبداللہ شمس الدین محمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے تلخیص مستدرک برحاشیہ مستدرک ج ۳ ص ۱۲۳ میں۔

۶۔ موصوف ہی نے میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۲۳ پر بھی نقل کیا ہے۔

۷۔ علامہ نورالدین علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ــــھ نے مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۳۵ میں۔

۸۔ علامہ شیخ علی بن حسام الدین متقی ہندی متوفی ۹۷۵ھ نے منتخب کنزالعمال برحاشیہ مسند ج ۵ ص ۳۲ و ج ۶ ص ۱۵۶ میں۔

۹۔ علامہ شیخ زین الدین مناوی شافعی متوفی ــھ نے شرح جامع الصغیر ص ۳۸۴ میں۔

۱۰۔ علامہ موصوف ہی نے کتاب کنوزالحقائق کے حرف میم میں بھی تحریر کیا ہے۔

۱۱۔ علامہ شیخ سلیمان بن ابراہیم معروف بہ خواجہ کلانی حسینی بلخی قندوزی متوفی ۱۲۷۰ھ نے ینابیع المودۃ ص ۹۱ و ص ۲۰۵ و ص ۱۸۱ میں۔

۱۲۔ علامہ عبیداللہ امرتسری نے ارجح المطالب ص ۵۱۱ میں۔

عبداللہ بن عمر کی روایت کو حسب ذیل علماء نے نقل کیا ہے۔

۱۔ علامہ حافظ ابوالموید موفق بن احمد اخطب خوارزم متوفی ۵۶۶ھ نے اپنی کتاب مناقب ص ۶۲ میں۔

۲۔ علامہ حموینی مذکور نے فرائد السمطین مخطوط میں۔

۳۔ علامہ مناوی مذکور نے کنوزالحقائق ص ۱۵۶ میں۔

۴۔ علامہ شیخ حسام الدین علی متقی مذکور نے کنزالعمال ج ۶ ص ۱۵۶ میں۔

۵۔ علامہ مرزا محمد معتمد خان بدخشی متوفی ــھ نے مفتاح النجا مخطوط ص ۶۷ میں۔

۶۔ الروض الازہر ص ۱۰۱ میں۔

۷۔ عبیداللہ امرتسری نے ارجح المطالب ص ۵۱۱ میں۔

ابوہریرہ کی روایت حسب ذیل علماء نے نقل کیا ہے۔

۱۔ علامہ ذہبی مذکور نے میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۰۳۸ میں۔

۲۔ علامہ حافظ شہاب الدین احمد بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ نے لسان المیزان ج ۲ ص ۴۶۰ میں۔

متعلق بہ عداوت

حضرت علیؑ سے دشمنی کرنے والے سے اللہ دشمنی کرتا ہے

چنانچہ کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۲ میں ہے کہ

عادی اللہ من عاد علیا (ابن مندہ عن رافع مولی عائشہ)

خدا اس شخص سے دشمنی کرتا ہے جو علیؑ سے دشمنی کرتا ہے (ابن مندہ نے رافع مولا حضرت عائشہ سے روایت کی)

متعلق بہ منقصت

جس نے حضرت علیؑ کی شان گھٹائی اس نے آنحضرتؐ کی شان گھٹائی۔

اخرج الدیلمی فی فردوس الاخبار من بریدہ الاسلمی قال قال رسول اللہ من ینقص علیا فقد ینقصنی .

دیلمی فردوس الاخبار بروایت بریدہ اسلمی لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جس نے علیؑ کی شان گھٹائی اس نے میری شان گھٹائی۔

متعلق بہ حسد

جس نے علیؑ سے حسد کیا اس نے آنحضرتؐ سے حسد کیا۔

اخرج ابن مردویہ عن انس قال قال رسول اللہ من حسد علیا فقد حسد نبی و من حسد نبی فقد کفر .

ابن مردویہ بروایت حضرت انس لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا

جس نے علیؑ سے حسد کیا مجھ سے حسد کیا جس نے مجھ سے حسد کیا وہ کافر ہوا۔

یہ روایت کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۹ میں بھی ہے۔

متعلق بہ اطاعت

شیخ علی متقی کنز لاعمال جلد ۲ ص ۱۵۶ میں لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

من اطاعنی فقد اطاع الله عز و جل و من عصانی فقد عصی الله و من اطاع علیا فقد اطاعنی و من عصی علیا فقد عصانی (الحاکم عن ابی ذر)

جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی جس نے علیؑ کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی جس نے علیؑ کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی (حاکم نے ابوذر سے اسے روایت کیا)

ریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۱۶۷ میں یہ حدیث بحوالہ منجم ابو بکر اسمٰعیلی وخجندی مرقوم ہے اور مستدرک الصحیحین للحاکم جلد ۳ ص ۱۲۱ میں اس کے روات یہ ہیں ابو احمد محمد بن محمد شیبانی علی بن سعید بن بشیر رازی حسن بن حماد حضرمی یحییٰ بن یعلی بسام صیرنی۔ حسن بن عمرو فقیمی معاویہ بن ثعلبہ۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم۔

بعد ختم حدیث حافظ کبیر امام المحدثین ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ معروف بہ حاکم نیشاپوری لکھتے ہیں۔

هذا حديث صحيح الاسناد و لم يخرجاه.

یہ حدیث سندوں کی وجہ سے صحیح ہے (بخاری و مسلم نے) اس کی تخریج نہیں کی۔

حافظ شمس الدین ابی عبد اللہ محمد بن احمد ذہبی تلخیص المستدرک میں اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں "صحیح" یعنی یہ حدیث صحیح ہے۔

متعلق بہ نصرت

کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۴ و ص ۱۵۵ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ

اللهم و ال من ولاه و عاد من عاداه و انصر من نصره و اعن من اعانه (طبرانی عن حبشیٰ ابن جناده)

اے اللہ جو اسے (حضرت علیؑ کو) دوست رکھے اس کو دوست رکھ اور جو اسے دشمن رکھے اس کو دشمن رکھ اور جو اس کی مدد کرے اس کی مدد کر (طبرانی نے حبشی بن جنادہ سے روایت کیا ہے۔)

و انصر من نصره و اخذل من خذله و اعن من اعانه (طبرانی عن زید بن مره و زید بن ارقم معا .)

جو اس کی (حضرت علیؑ) مدد کرے اس کی مدد کر جو اس کو رسوا

کرے اس کو رسوا کر جو اس کی اعانت کرے اس کی اعانت کر (طبرانی نے زید بن مرہ و زید بن ارقم دونوں سے روایت کیا ہے۔)

اللهم اعنه و اعن به و وارحمه و ارحم به و النصره و انصره به يعنى عليا (طبرانى عن ابن عباس)

اے اللہ اس کی (علیؑ کی) مدد کر اور اس کے مدد کرنے والوں کی مدد کر اور اس پر رحم کر اور اس پر رحم کرنے والوں پر رحم کر اور اس کی نصرت کرنے والوں کی نصرت کر (طبرانی نے ابن عباس سے روایت کیا۔)

اور بحوالہ دیلمی یوں مرقوم ہے کہ

عن عمر و بن شراحيل قال قال رسول ا لله اللهم انصر من نصر عليا اللهم اكرم من اكرم عليا اللهم اخذل من خذل عليا .

عمرو بن شراحیل لکھتے ہیں کہ آنخضرتؐ نے فرمایا خداوندا جو علیؑ کی مدد کرے اس کی مدد کر جو اس کی بزرگی کرے اس کو بزرگ رکھ جو اس کو رسوا کرے اسے رسوا کر۔

اخطب الخطباء ابو المؤید موفق بن احمد اخطب خوارزمی مکی بھی مناقب خوارزمی فصل رابع عشر (۱۴) ص ۸۰ بیان حدیث غدیر میں لکھتے ہیں کہ مجھ کو خبر دی سید الحفاظ ابو منصور شہردار بن شیرویہ شہردار دیلمی نے ان کو ابو الفتح عیدوس بن عبد اللہ بن عیدوس ہمدانی نے ان کو عبد اللہ بن اسحٰق بغوی نے ان کو حسن بن علیل غنوی نے ان کو محمد بن عبد الرحمٰن نے

ان کو قیس بن حفص نے ان کو علی بن الحسینؑ نے ان کو ابو الحسن عبدی نے ان کو ابو ہریرہ نے ان کو ابو سعید حذری نے وہ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے بعد ختم حدیث غدیر فرمایا۔

وانصر ہ من نصرہ و اخذل من خذلہ .

جو اس کی (علیؑ کی) مدد کرے اس کی مدد کر اور جو اسے رسوا کرے اسے رسوا کر۔ ۱۰

---

۱۰ حدیث غدیر وہ حدیث ہے جسے ایک سو پانچ صحابہ نے جن کے اسماء معلوم ہیں نقل کیا ہے اور ابن عقدہ نے تو اس کے بعد اور اٹھائیس صحابہ کا ذکر کیا ہے جن کے اسماء کا تذکرہ نہیں کیا ہے اور محدثین میں سے تیسری صدی ہجری سے چودھویں صدی ہجری تک ۱۶۱ محدثین نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے جس میں صحاح ستہ میں سے امام نسائی امام ابن ماجہ امام احمد بن حنبل بھی داخل ہیں اور حدیث غدیر میں اختلاف الفاظ کے ساتھ یہ کلمات موجود ہیں۔ جو شخص اس حدیث کی تحقیقی بحث دیکھنا چاہتا ہو وہ عبقات الانوار مصنفہ علامہ السید حامد حسین علی اللہ مقامہ مجلدات غدیر کا مطالعہ کرے۔

علامہ مرزا محمد معتمد خاں بدخشی نزل الابرار ص ۱۲ میں بعد ذکر حدیث غدیر لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح اور مشہور ہے اس کی صحت میں متعصب منکر کے سوا کسی نے کلام نہیں کیا اور ایسے شخص کی بات قابل اعتبار نہیں اس حدیث کے بہت سے طریقے ہیں۔

شمس الدین محمد بن محمد جزری صاحب حصن حصین اسنی المطالب میں قبل ذکر حدیث غدیر لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی تصنیف کرنے والے کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے علم حدیث پر ذرا بھی اطلاع نہیں۔

جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ بن عبد الرحمن شیرازی اربعین میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث آنحضرتؐ سے متواتر روایت ہوئی ہے ایک جماعت کثیر و جم غفیر صحابہ نے روایت کیا ہے۔

علامہ علی قاری مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد ۵ ص ۵۶۸ میں لکھتے ہیں کہ بیشک یہ حدیث صحیح ہے جس میں کسی طرح کا شک و شبہ نہیں ہے بلکہ بعض حفاظ حدیث نے اس کو متواترات میں شمار کیا ہے اس لئے کہ امام احمد سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ سے اس کو تیس صحابیوں نے سنا ہے۔ علامہ عبد الرؤف مناوی تیسیر فی شرح جامع صغیر جلد ۲ ص ۴۴۲ میں لکھتے ہیں حدیث غدیر کو امام احمد و نسائی نے براء ابن عازب سے اور امام احمد نے بریدہ سے روایت کیا ہے امام احمد کے تمام راوی ثقہ ہیں بلکہ مولف (باقی اگلے صفحہ پر)

متعلق بہ حرب

جس نے حضرت علی مرتضیٰؑ سے جنگ کی اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جنگ کی۔

علامہ محبّ الدین طبری ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۸۹ میں لکھتے ہیں کہ

عن زید بن ارقم ان رسول الله قال لعلی و فاطمه و الحسن و الحسین انا حرب لمن حاربهم و سلم لمن سالمهم اخرجه الترمذی و عن ابی بکر الصدیق قال رایت رسول الله خیم خمة و هو متکی علی قوس عربیة و فی الخیمة علی و فاطمه و الحسن و الحسین فقال معاشر المسلمین لمن سالم اهل الخیمه و حرب حاربهم ولی لمن و الاهم لا یحبهم الا سعید الجد طیب المولد و لا یبغضهم الا شقی الجد ردی الولادة.

زید بن ارقم سے مروی ہے کہ آنخضرتؐ نے حضرت علیؑ و حضرت فاطمہؑ و حضرت حسنؑ و حسینؑ کے بارے میں فرمایا جو ان سے لڑے میں اس سے لڑنے والا ہوں اور جو ان سے صلح کرے اس سے میں صلح

(پچھلے صفحہ کا باقی) کا قول ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے۔

شیخ علی بن احمد بن نور الدین محمد بن ابراہیم العزیزی سراج المنیر شرح جامع صغیر جلد ۳ ص ۳۴۷ میں لکھتے ہیں کہ حدیث غدیر متواتر ہے (ہم نے یہ صرف نمونہ کے طور پر تحریر کیا ہے)۔

کرنے والا ہوں ترمذی نے اسے روایت کیا ہے حضرت ابو بکر صدیق فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ کو ایک خیمہ میں دیکھا جو آپ کے لئے قائم کیا گیا تھا اور آپ عربی کمان کی ٹیک لگائے ہوئے تھے اور خیمہ میں حضرات علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ تھے آنحضرتؐ نے فرمایا اے گروہ اہل اسلام میں اس سے صلح کرنے والا ہوں جو اس خیمہ والوں سے صلح کرے اور اس سے لڑنے والا ہوں جو ان سے لڑے جو ان کو دوست رکھے مین اس کا دوست ہوں اور ان کو بجز حلالی نیک بخت کے اور کوئی دوست نہ رکھے گا اور ان سوائے حرامی بد بخت کے اور کوئی بغض نہ رکھے گا۔ ۱۰

---

۱۰ حضرت علیؑ کی جنگ پیغمبر اسلامؐ کی جنگ ہے اس سلسلہ میں پانچ قسم کی حدیثیں وارد ہیں۔

پہلی قسم وہ حدیث ہے جس میں حضرت نے حضرت علیؑ سے فرمایا اللہ میرا ولی ہے اور میں تمہارا ولی ہوں جو تم کو دشمن رکھے میں اسے دشمن رکھتا ہوں جو تم سے صلح کرے اس سے صلح کرتا ہوں اس کو علامہ ذہبی مذکور نے میزان الاعتدال ج ۱ ص ۵۰۳ پر حجر عسقلانی مذکور نے لسان المیزان ج ۲ ص ۴۸۴ پر عبد اللہ سے نقل کیا ہے اور بعینہ یہی الفاظ عبد اللہ مسعود سے علامہ محمد معتمد خاں بدخشی نے مفتاح النجا میں نقل کیا ہے۔

دوسری قسم وہ حدیث ہے جو ابن عباس سے منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علیؑ تمہاری صلح میری صلح اور تمہاری جنگ میری جنگ ہے اس کو علامہ فقیہ ابو الحسن علی بن محمد شافعی معروف بابن مغازلی متوفی ۴۸۳ھ نے کتاب مناقب امیر المومنین میں نقل کیا ہے کہ اور علامہ شیخ عز الدین ابو حامد عبد الحمید بن ہبۃ اللہ مدائنی معروف بابن ابی الحدید معتزلی متوفی ــــھ نے شرح نہج البلاغہ ج ۴ ص ۲۲۱ و ص ۵۲۰ پر نقل کیا ہے "یہ چیز ثابت ہے کہ نبیؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تمہاری جنگ میری جنگ تمہاری صلح میری صلح ہے نیز اسی کتاب کے ج ۴ ص ۲۲۱ پر ہے کہ جناب رسول خداؐ نے حضرت علیؑ سے ہزار مقامات پر فرمایا کہ میں اس سے جنگ جو ہوں جس سے تم نے جنگ کی اور اس سے صلح کئے ہوں جس سے تم نے صلح کی۔

اور علامہ شیخ علی ابن عبد العالی محقق کرکی متوفی ۹۴۰ھ نے نفحات اللاہوت ص ۷۱ پر تحریر کیا ہے کہ نبیؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تمہاری جنگ میری جنگ ہے۔

تیسری چوتھی پانچویں قسم وہ طولانی حدیث ہے جس کو علامہ اخطب خوارزم مذکور نے مناقب کے ص ۷۶ اور علامہ محدث جمال الدین محمد بن احمد حنفی موصلی معروف بابن حسنویہ (باقی اگلے صفحہ پر)

شیخ علی متقی کنزالعمال جلد ۶ ص ۲۱۶ میں لکھتے ہیں کہ

انا حرب لمن حاربتم و سلم لمن سالمتم (ترمذی و ابن ماجه و ابن حبان و الحاکم عن بن ارقم)

میں اس سے لڑنے والا ہوں جس سے تم لڑو اور اس سے صلح کرنے والا ہوں جس سے تم صلح کرو (ترمزی وابن ماجہ وابن حبان وحاکم نے زید بن ارقم سے روایت کیا ہے۔

انا حرب لمن حاربکم و سلم لمن سالمکم قاله لعلی و فاطمه و الحسن و الحسین (امام احمد و الطبرانی و الحاکم عن ابی هریره)

میں اس سے لڑنے والا ہوں جس سے تم لڑو اور ان سے صلح کرنے والا ہوں جن سے تم صلح کرو یہ آنحضرتؐ نے حضرات علیؑ وفاطمہؑ و

(پچھلے صفحہ کا باقی) متوفی ۶۸۰ھ نے بحر المناقب اور علامہ میر حسین بن معین الدین میبدی یزدی متوفی ۹۰۴ھ یا ۹۰۹ھ یا ۹۱۱ھ نے شرح دیوان امیر المؤمنینؑ ص ۱۹ مخطوط اور شیخ حسین مقری کاشی متوفی ۸۵۴ھ نے کتاب مناقب مخطوط اور شیخ سلیمان قندوزی مذکور نے ینابیع المودۃ ص ۱۳۰ اور علامہ ابو محمد حسینی بصری متوفی اوائل چودھویں صدی ہجری نے نقل کیا جس میں بالفاظ مختلف یہ مضمون وارد ہے کہ اے علیؑ تمہاری جنگ میری جنگ ہے۔

ارباب نظر غور کریں حضرت علیؑ سے مفارقت حضرت رسول اللہؐ سے مفارقت ہے۔ حضرت علیؑ سے عداوت جناب رسول خدا سے عداوت ہے جس نے حضرت علیؑ کی شان گھٹائی اس نے آنحضرتؐ کی شان گھٹائی جس نے حضرت علیؑ سے حسد کیا اس نے آنحضرتؐ سے حسد کیا جس نے حضرت علیؑ کی پیروی کی اس نے آنحضرتؐ کی پیروی کی جس نے حضرت علیؑ کی مدد کی اس نے آنحضرت کی مدد کی جس نے حضرت علیؑ سے جنگ کی آنحضرتؐ سے جنگ کی تو پھر معاویہ اور اس کے پیرو حضرت رسول خداؐ سے مفارقت کرنے والے دشمنی کرنے والے، شان گھٹانے والے حسد کرنے والے اور جنگ کرنے والے قرار پائے۔ اس لئے اس کے ان افعال کو کیوں کر خطاء اجتہادی قرار دیا جا سکتا ہے۔ س۔ح۔خ۔

حسنؑ و حسینؑ کے لئے فرمایا (امام احمد و طبرانی و حاکم نے ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے۔

بغض حضرت علیؑ علامت نفاق ہونا

شیخ علی متقی کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۲ میں لکھتے ہیں کہ

لا یحبك الا مومن ولا یبغضك الا منافق قال لعلی (ترمذی و النسائی و ابن ماجه عن علی)

نہ دوست رکھے گا مگر تم کو مومن اور نہ بغض رکھے گا تم سے مگر منافق اس کو حضرت علیؑ کے لئے فرمایا (ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے حضرت علیؑ سے روایت کیا ہے۔

ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۲۱۴ میں یہ روایت بحوالہ مسند امام احمد حضرت ام سلمہ سے مروی ہے اور خصائص نسائی ص ۸۵ ذکر فرق بین المومن والمنافق میں ہے کہ

انبانا احمد بن شعیب قال اخبرنا ابو کریب محمد بن العلاء الکوفی قال حدثنا معاویه عن الا عمش عن عدی بن ثابت عن ذر بن جیش عن علی قال و الذی فلق الحبة و براء النسمه انه لعهد النبی الامی صلی الله علیه و سلم لا یحبنی الا مومن و لا یبغضنی الا منافق.

خبر دی ہم کو احمد بن شعیب نے انھوں نے کہا خبر دی ابو کریب محمد

بن علاء کوفی نے انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی معاویہ نے ان سے اعمش نے ان سے عدی ابن ثابت نے ان سے ذر بن جیش نے ان سے حضرت علیؑ نے آپ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جو دانہ پھاڑ کر درخت کو ظاہر کرتا ہے اور آدمی کو پیدا کرتا ہے مجھ سے آنحضرتؐ نے عہد کیا ہے کہ مجھے سوائے مومن کے اور کوئی دوست نہیں رکھے گا اور سوائے منافق کے اور کوئی مجھ سے بغض نہیں رکھے گا۔

اسی مضمون کی دو حدیثیں اور بہ تغیر اسناد و الفاظ خصائص نسائی میں موجود ہیں ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۲۱۴ میں بحوالہ صحیح مسلم، سنن ابو حاتم و سنن ترمذی میں موجود ہیں اور اس میں ترمذی کا یہ قول بھی کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے موجود ہے اور بحوالہ ابن فارس حارث ہمدانی بھی حضرت علیؑ سے یہی روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے خطبہ میں بر سر منبر بعد حمد و صلواۃ یہ فرمایا تھا۔ کنز العمال جلد ۶ ص ۱۵۸ بروایت ابن ابی شیبہ و طبرانی وغیرہ بھی موجود ہے اور ص ۳۹۴ میں بروایت حمیدی و ابن ابی شیبہ و امام احمد و عدنی و ترمزی و نسائی و ابن ماجہ و ابن حبان و حلیۃ الاولیاء لابی نعیم و ابن عاصم بھی موجود ہے۔

ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۲۱۴ میں ہے کہ

و عن جابر ابن عبد الله قال ما كنا نعرف المنافقين الا ببغضهم عليا اخرجه احمد فى المناقب و اخرجه الترمذى عن ابى سعيد و لفظه قال انا كنا لنعرف المنافقين نحن معشر

الانصار ببغضهم علی بن ابی طالب و عن ابی ذر قال المنافقین علی عهد رسول الله الا بثلاث بتکذیبهم الله و رسوله و التخلف عن الصلوٰة و بغضهم علی بن ابی طالب اخرجه ابن شاذان .

حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ منافقین کو ہم محض حضرت علیؑ کے بغض سے پہچانتے تھے اسے امام احمد نے مناقب میں روایت کیا ہے اور ترمذی نے ابو سعید سے ان الفاظ کے ساتھ کہ ہم گروہ انصار منافقین کو حضرت علیؑ سے بغض کی وجہ سے جانتے تھے اور ابو ذر غفاری کہتے ہیں کہ ہم منافقین کو آنحضرتؐ کے زمانہ میں تین باتوں سے جانتے تھے۔ اللہ و رسول کو جھٹلانے سے اور نماز چھوڑ دینے سے اور حضرت علی سے بغض ظاہر کر دینے سے ابن شاذان سے اسے روایت کیا ہے۔

امام المحدثین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ معروف بہ حاکم نیشاپوری مستدرک جلد ۳ ص ۱۳۰ میں لکھتے ہیں کہ

اخبرنی احمد بن عثمان بن یحییٰ ابن المقری حدثنا بو بکر بن ابی العوام الریاحی حدثنا ابو زید سعید بن اوس الانصاری حدثنا عوف بن ابی عثمان النهدی قال قال لسلمان ما اشد حبك لعلی قال سمعت رسول الله یقول من احب علیا فقد احبنی و من ابغض علیا فقد ابغضنی هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین و لم یخرجاه .

مجھ کو احمد بن عثمان بن یحییٰ نے خبر دی وہ کہتے ہیں ہم سے ابو بکر بن ابی العوام ریاحی نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں کہ ہم سے ابو زید سعید بن اوس انصاری نے حدیث بیان کی کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے سلمان فارسی سے کہا کہ تم علیؑ کو بہت زیادہ کیوں دوست رکھتے ہو انھوں نے کہا کہ امیں نے آنحضرتؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو علیؑ کو دوست رکھے گا وہ مجھ کو دوست رکھے گا اور جو علیؑ سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض رکھے گا یہ حدیث بہ شرط شیخین صحیح ہے اور ان دونوں نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

کنز العمال جلد ٦ ص ١٥٨ میں ہے کہ

محبك محبی و مبغضك مبغضی قال له لعلی (طبرانی عن سلمان).

اخرجه ابن خالویه عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله لعلی حبك ایمان و بغضك نفاق و اول من یدخل الجنة محبك و اول من یدخل النار مبغضك .

تیرا محبّ میرا محبّ تیرا بغض میرا بغض ہے یہ آپ نے حضرت علیؑ کے لئے فرمایا اور طبرانی نے سلمان فارسی سے روایت کی ہے۔

ابن خالویہ بروایت ابو سعید خدری لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تمہاری محبت ایمان ہے اور تمہارا بغض نفاق ہے جنت میں سب سے پہلے تمہارے محبّ داخل ہوں گے اور دوزخ میں

سب سے پہلے تمہارے دشمن داخل ہوں گے۔

شیخ سلیمان حنفی بلخی قندوزی نے ینابیع المودۃ باب سادس ص ۷۴ بیان بغض علی من علامات النفاق میں بحوالہ مسند امام احمد و ترمذی و نسائی و طبرانی و زوائد المسند لعبد اللہ بن احمد و ابن ماجہ و ابو نعیم و مشکوۃ المصابیح احادیث مرقومہ بالا لکھ کر ابو نعیم کا یہ قول لکھا ہے۔

قال ابو نعیم هذا حدیث صحیح رواه جماعة و قال ابن عبد البر فی الاستیعاب و روت طائفه من الصحابه ان رسول الله قال لعلی لا یحبك الا مومن و لا یبغضك الا منافق .

ابو نعیم کا قول ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے ایک جماعت نے اسے روایت کیا ہے ابن عبد اللہ استیعاب میں لکھتے ہیں کہ صحابہ کی ایک جماعت نے اس حدیث کو روایت کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ سوائے مومن کے تم کو کوئی دوست نہیں رکھے گا اور سوائے منافق کے تم سے کوئی دشمنی نہیں رکھے گا۔ [۱]

---

[۱] ارباب انصاف بتائیں جو شخص حدود مملکت اسلامیہ کے بہتر ہزار ممبروں پر حضرت علیؑ کو سب و شتم بزور شمشیر کراتا ہو وہ حضرت علیؑ کا دشمن تھا یا نہیں کون کہہ سکتا ہے کہ وہ دشمن نہیں تھا اور جب دشمن تھا تو پھر اس کے زمرہ منافقین میں داخل ہونے سے کون انکار کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ یہ احادیث صحیحہ جنھیں صحاح و مسانید میں مشہور ترین علماء و محدثین نے نقل کیا ہے کس میں ہمت ہے کہ انھیں رد کر سکے اور جب یہ رد نہیں کی جا سکتی ہیں تو خواہ صحابی ہو یا غیر صحابی اگر اس میں بغض علیؑ پایا جائے گا تو وہ یقیناً منافق ہو گا۔ اور جو لوگ ایسے منافقین کی حمایت کریں گے وہ بھی انھیں کے ساتھ محشور ہوں گے اختصار مانع ہے ورنہ ہم اور حوالہ بھی اسی طرح کی روایات کے قلم بند کرتے۔

متعلق باذیت

علامہ سبط ابن جوزی تذکرہ خواص الامہ ص ۲۶ میں لکھتے ہیں کہ

حدیث فی قوله علیه السلام من اذی علیا فقد اذانی قال احمد فی الفضائل حد ثنا یعقوب عن ابیه عن محمد بن اسحٰق عن الفضل بن معقل بن سنان عن عبید الله بن دینار الاسلمیٰ عن عمرو بن شاس قال خرجت مع علی الی الیمن فجفانی جفوة فلما قدمت المدینه اظهرت شکایته فی المسجد فبلغ ذلك رسول الله فدخلت یوما المسجد هو فجعل فی جماعة من اصحابه فجعل یحدنی النظر ثم قال اما و الله لقد اذیتنی فقلت اعوذ بالله ان اوذبك یا رسول الله فقال ما علمت ان من اذی علیا فقد اذانی و هذا حدیث سالم من الطعن و قد روی سعید بن المسیب عن عمر انه سمع رجلا یذکر علیا بشر فقال و یلك یعرف من فی هذا القبر و اشارا فی قبر رسول الله فسکت الرجل فقال عمر فیه محمد بن عبد الله بن عبد المطلب اذا اذیت علیا فقد اذیته.

حدیث آنحضرتؐ کے اس ارشاد کی کہ جس نے علیؑ کو تکلیف دی اس نے مجھ کو تکلیف دی امام احمد نے فضائل میں کہا ہم سے حدیث بیان کی یعقوب نے ان سے ان کے والد نے ان سے محمد بن اسحٰق نے ان سے فضل

بن معقل بن سنان نے ان سے عبید اللہ بن دینار اسلمی نے ان سے عمرو بن شاس نے کہ میں حضرت علیؑ کے ساتھ یمن کی طرف گیا مجھ کو ان سے رنج پہنچا جب میں مدینہ واپس آیا تو مسجد میں بیٹھ کر میں نے شکایت کی اس کی خبر آنحضرتؐ کو پہنچی ایک روز میں مسجد میں آیا تو آنحضرتؐ جماعت صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے آپ نے بہت تیز نظر مجھ پر ڈالی پھر فرمایا آگاہ ہو خدا کی قسم تم نے مجھے تکلیف دی میں نے عرض کیا کہ آپ کو یا رسول اللہؐ تکلیف دینے سے میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں پھر حضرت نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے ہو کہ جس نے علیؑ کو تکلیف دی اس نے مجھ کو تکلیف دی یہ حدیث طعن سے سالم ہے اور سعید بن المسیب سے مروی ہے کہ حضرت عمر نے ایک شخص کو دیکھا جو حضرت علیؑ کی برائی کر رہا تھا آپ نے فرمایا افسوس کیا تو اس قبر والے کو پہچانتا ہے اور آنحضرتؐ کی قبر کی طرف اشارہ کیا وہ مرد چپ ہو رہا حضرت عمر نے فرمایا اس میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں جب تم نے علیؑ کو تکلیف دی تو در حقیقت آنحضرتؐ کو تکلیف دی۔

کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۰ میں بھی عمرو بن شاس والی حدیث بحوالہ ابن ابی شیبہ و لابن سعد و امام احمد و تاریخ بخاری و طبرانی و حاکم موجود ہے۔

مستدرک للحاکم جلد ۳ ص ۱۲۲ میں یہ حدیث بھی بہ تغیر روات و الفاظ موجود ہے جس کے آخر میں ہے کہ

ھذا حدیث صحیح الاسناد و لم یخرجاہ.

یہ حدیث سندوں کی وجہ سے صحیح ہے بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی۔ اس کے ذیل میں علامہ ذہبی تلخیص المستدرک مین لکھتے ہیں "صحیح" ریاض النضرہ ج ۲ س ۱۲۵ میں بھی بروایت امام احمد وابو حاتم موجود ہے اور بعض کتابوں میں بحوالہ استیعاب لابن عبد البر وامام احمد موجود ہے اور بروایت ابو یعلی وبزازیوں ہے کہ

عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول الله من اذا علیا فقد اذانی .

عن عروة ابن الزبیر ان رجلا وقع فی علی بن ابی طالب بمحضر من عمر فقال عمر اتعرف صاحب هذا القبر هذا محمد بن عبد الله بن عبد المطلب و علی بن ابی طالب بن عبد المطلب لا تذکر علیا الا لخیر فانك ان تنقصه اذیت صاحب هذا فی قبره صلی الله علیه و سلم اخرجه احمد فی المناقب و ابن السمان فی الموافقه . (ریاض النضره جلد ۲ ص ١٦٧)

اخرجه ابن السبوع فی الشفا عن مصعب بن ابی وقاص قال کنت انا و رجلان فی المسجد فتنا و لا علیا فاقبل رسول الله غضبان اعرف فی وجهه الغضب فقلنا نعوذ بالله من غضب رسول الله فقال لی و لکم من اذی علیا فقد اذانی .

سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جس نے علیؑ کو اذیت دی اس نے مجھ کو تکلیف دی۔

عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر کی موجدگی میں حضرت علیؑ کو برا کہا حضرت عمر نے فرمایا کیا تم ان صاحب قبر کو جانتے ہو یہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں اور یہ علی بن ابی طالبؑ بن عبد المطلب ہیں تم علیؑ کا ذکر بجز خیر کے اور نہ کیا کرو اور اگر تم نے ان کی تنقیص کی تو تم نے ان صاحب قبر رسول اللہ کو اذیت دی امام احمد نے مناقب اور ابن السمان نے کتاب الموافقہ میں اس کی تخریج کی ہے۔

لئن السبوع شفا میں بروایت مصعب بن ابی وقاص لکھتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ دو آدمیوں کے ساتھ مسجد میں تھا وہ دونوں حضرت علیؑ [۱] کے ساتھ لڑنے لگے اتنے میں آنحضرتؐ غصہ کی حالت میں تشریف لائے ایسا کہ آپ کے چہرۂ اقدس سے غضب کے آثار نمایاں تھے میں کہنے لگا کہ خدا اپنے رسولؐ کے غضب سے مجھے پناہ میں رکھے پس میرے اور تمہارے لئے آنحضرتؐ نے فرمایا جس نے علیؑ کو اذیت دی اس نے مجھ کو اذیت دی۔

متعلق بہ سب

جس نے حضرت علیؑ پر سب کی اس نے آنحضرتؐ پر سب کی سب کے معنی لغت میں دشنام یعنی گالی دینے کے ہیں ملاحظہ ہو منتھی الارب جلد ۲ ص ۲۸۸۔

۱۔ فقتاولا علیا کا ترجمہ حضرت علیؑ کے ساتھ لڑنے لگے تسامح سے خالی نہیں صحیح ترجمہ یہ ہے کہ وہ دونوں حضرت علیؑ کو برا بھلا کہنے لگے۔ س۔ ح۔ خ۔

کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۲ امیں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔

من سب علیا فقد سبنی و من سبنی فقد سب الله

(احمد و الحاکم عن ام سلمه) ۔ ۹

۱۰۔ محدثین اہل سنت نے ممانعت سب وشتم حضرت علیؑ کے سلسلہ میں بہت سی حدیثیں وارد کی ہیں۔

(۱) حدیث مرفوع ہے جسے علامہ سلیمان قندوزی مذکور نے ینابیع المودۃ ص ۲۴۶ پر نقل کیا ہے۔

(۲) ابو عبداللہ جدلی کی روایت ام المومنین ام سلمہ سے منقول ہے جسے حسب ذیل چوبیس علماء و محدثین نے نقل کیا ہے۔

۱۔ مناقب علامہ حافظ احمد بن جلیل متوفی ۲۲۰ھ نے مناقب ج ۲ ص ۱۰۰۔

۲۔ خصائص علامہ ابو عبدالرحمن احمد بن علی بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ مخطوط ص ۲۴ جو متن کتاب میں مذکور ہے۔

۳۔ مستدرک علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ ج ۳ ص ۱۲۱۔

۴۔ مناقب علامہ اخطب خوارزم مذکور ص ۸۹۔

۵۔ علامہ محب الدین طبری مذکور ج ۲ ص ۱۶۶۔

۶۔ ذخائر العقبیٰ محب الدین طبری مذکور ص ۶۵۔

۷۔ علامہ حموینی مذکور مخطوط۔

۸۔ تاریخ الاسلام علامہ ذہبی مذکور ج ۲ ص ۱۹۷۔

۹۔ تلخیص المستدرک علامہ ذہبی مذکور ج ۳ ص ۱۲۱۔

۱۰۔ البدایہ والنہایہ علامہ عماد الدین ابن کثیر دمشقی متوفی ۷۷۴ھ ج ۷ ص ۳۵۴۔

۱۱۔ مجمع الزوائد علامہ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی ج ۹ ص ۱۲۹۔

۱۲۔ تاریخ الخلفاء علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ ص ۶۷۔

۱۳۔ مشکاۃ المصابیح علامہ خطیب محمد بن عبداللہ تبریزی متوفی ــــھ ص ۵۶۵۔

۱۴۔ جامع صغیر علامہ سیوطی ج ۲ ص ۵۲۵۔

۱۵۔ صواعق محرقہ علامہ ابن حجر عسقلانی ص ۷۴۱۔

۱۶۔ علامہ ابو الیقظان شیخ ابو الحسن کازرونی (جیسا کہ مناقب کاشی ص ۱۲۳ پر مذکور ہے)

۱۷۔ اخبار الدول واثار الاول علامہ شیخ محمد عبدالمعطی بن ابی الفتح احمد اسحاق ص ۱۰۲۔

۱۸۔ البیان والتعریف علامہ ابن حمزہ حسینی ج ۲ ص ۲۱۸۔ (باقی اگلے صفحہ پر)

جس نے علیؑ پر سب کی اس نے مجھ پر سب کی اور جس نے مجھ پر

(پچھلے صفحہ کا باقی)　۱۹۔　اسعاف الراغبین علامہ محمد صبان متوفی ص ۱۷۶۔

۲۰۔ مفتاح النجی علامہ محمد معتمد خاں بدخشی ص ۲۳۔

۲۱۔ ینابیع المودۃ علامہ قندوزی ص ۸۴ و ص ۸۷ و ص ۲۸۲۔

۲۲۔ القول الفصل علامہ علوی ابن طاہر حداد مصری ج ۲ ص ۱۰۔

۲۳۔ الفتح الکبیر علامہ شیخ یوسف نبہانی ج ۳ ص ۱۹۶۔

۲۴۔ ارجح المطالب علامہ عبیداللہ امرتسری ص ۵۱۶۔

(۳) عبداللہ ابن عباس کی روایت ہے جسے حسب ذیل علماء نے نقل کیا ہے۔

۱۔ فردوس الاخبار علامہ ابو شجاع شہردار بن شیرویہ فناخسرو دیلمی ص ۲۳۔

۲۔ مناقب علامہ اخطب خوارزم مذکور ص ۸۱۔

۳۔ بحر المناقب علامہ محمد بن احمد حنفی موصلی ص ۷ مخطوط۔

۴۔ ریاض النضرہ علامہ محب الدین طبری مذکور ج ۲ ص ۱۶۶۔

۵۔ ذخائر العقبیٰ علامہ محب الدین طبری مذکور ج ۲ ص ۶۵۔

۶۔ فرائد السمطین علامہ حموینی مذکور مخطوط۔

۷۔ نظم درر السمطین علامہ محمد بن یوسف زرندی ص ۱۰۵۔

۸۔ منتخب کنز العمال علی متقی مذکور بر حاشیہ مسند ج ۵ ص ۳۰۔

۹۔ مناقب علامہ عبداللہ شافعی ص ۷۴ مخطوط۔

۱۰۔ اربعین حدیثاً علامہ مولیٰ علی قاری ص ۷۵۔

۱۱۔ مناقب کاشی ص ۷۶ جسے علامہ ابو الحسن کازرونی سے نقل کیا ہے۔

۱۲۔ ینابیع المودۃ علامہ قندوزی ص ۷۴ و ص ۲۰۵۔

۱۳۔ نور الابصار علامہ سید محمد مومن حسینی شبلنجی ص ۱۰۱۔

۱۴۔ الشرف المؤبد علامہ شیخ یوسف نبہانی بیروتی ص ۱۱۲۔

۱۵۔ ارجح المطالب علامہ عبیداللہ امرتسری ص ۵۱۷۔

(۴) حدیث حضرت علیؑ اس روایت کو علامہ سلیمان قندوزی نے ینابیع المودۃ ص ۵۲ پر نقل کیا ہے۔

(۵) حدیث سعد بن مالک خصائص امام نسائی ص ۷۷ میں مذکور ہے۔

(۶) حدیث ابو ہریرہ جو کنز العمال ج ۶ ص ۴۰۵ پر مذکور ہے۔

(۷) حدیث زید بن خالد جن کا ذکر ابو ہریرہ کے ساتھ کنز العمال ج ۶ ص ۴۰۵ والی روایت میں مذکور ہے جس کو متن میں نقل بھی کیا گیا ہے۔

سب کی اس نے خدا پر سب کی (امام احمد و حاکم نے ام سلمہ سے روایت کیا ہے)۔

ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی کتاب الخصائص ص ۷۶ میں لکھتے ہیں کہ

انبانا احمد بن شعیب قال اخبرنا العباس بن محمد دوری قال حدثنی یحیی بن ابی بکر قال حدثنا اسرائیل عن ابی اسحٰق عن ابی عبد الله جدلی قال دخلت علی ام سلمه فقالت انسب رسول الله تفو قلت سبحان الله او معاذ الله قالت سمعت رسول الله من سب علیا فقد سبنی .

ہم کو احمد بن شعیب نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ ہم کو عباس بن محمد دوری نے خبر دی وہ کہتے ہیں ہم سے یحیٰی بن ابی بکر نے حدیث بیان کی وہ کہتے ہیں ہم سے اسرائیل نے حدیث بیان کی ان سے ابو اسحٰق نے ان سے ابو عبد اللہ جدلی نے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ام سلمہ کے یہاں آیا وہ مجھ سے فرمانے لگیں کیا تم رسول اللہ پر سب کرتے ہو اس سے چو میں نے سبحان اللہ یا معاذ اللہ کہا (تعجب میں یہ کلمہ کہا جاتا ہے) ام سلمہ فرمانے لگیں میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے سنا ہے جس نے علیؑ پر سب کیا اس نے مجھ پر سب کی۔

اس حدیث کو حاکم نے مستدرک جلد ۳ ص ۱۲۱ میں ان سندوں سے روایت کیا ہے۔

حافظ ابو جعفر احمد عبید ہمدانی احمد بن موسیٰ بن اسحق تمیمی جندل بن واثق بکر بن عثمان بجلی ابو اسحق تمیمی۔ ابو عبداللہ جدلی۔ اس روایت میں کچھ الفاظ زائد ہیں آخر میں اتنا اور ہے کہ من سبنی فقد سب اللہ یعنی جس نے مجھ کو گالی دی اس نے اللہ تعالیٰ کو گالی دی۔

دوسری حدیث میں ہے احمد کامل قاضی محمد بن سعد رومی۔ یحییٰ بن بکیر اس روایت کے بعد لکھتے ہیں کہ یہ حدیث اسناداً صحیح ہے بخاری و مسلم نے اسے روایت نہیں کیا ہے ذہبی نے بھی تلخیص میں اسی حدیث کو صحیح لکھا ہے۔

کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۱ میں یہ روایت بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ مرقوم ہے اور ریاض النضرہ جلد ۲ ص ۱۶۶ میں بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل موجود ہے۔

خصائص نسائی ص ۷۷ میں ہے کہ

انبانا احمد بن شعیب قال اخبرنا عبد الا علی بن واصل بن عبد الا علی الکوفی قال حدثنا جعفر بن عون عن شفیق بن ابی عبد اللہ قال حدثنی جعفر بن ابی بکر بن خالد قال رأیت سعد بن مالك بالمدینه فقال ذکرنی انکم تسبون علیا فقلت قد فعلنا قال لعلك سبة قلت معاذ اللہ قال لا تسبه فلو و ضع المنشار علی مفرقی علی ان اسب علیا ما اسبه بعد ما سمعت من رسول اللہ الترغیب فی موالاته و الترهیب من معاداته.

خبر دی ہم کو احمد بن شعیب نے وہ کہتے ہیں ہم کو خبر دی عبد الاعلی بن واصل بن عبد الاعلی کوفی نے وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی جعفر بن عون نے ان سے شفیق بن ابی عبد اللہ نے وہ کہتے ہیں مجھ سے حدیث بیان کی جعفر بن ابی بکر بن خالد نے وہ کہتے ہیں کہ میں نے سعد بن مالک کو مدینہ میں دیکھا انھوں نے مجھ سے کہا کہ لوگوں نے تمہارے متعلق مجھ سے ذکر کیا کہ تم حضرت علیؑ کو برا کہتے ہو میں نے کہا ہاں وہ کہنے لگے تم آنحضرتؐ کو بھی برا کہتے ہو گے میں نے کہا معاذ اللہ مجھ سے [۱] ایسا فعل سرزد نہیں ہو سکتا چاہے میرے سر پر آرا بھی چلا دیا جائے اس بارہ میں کہ میں حضرت علیؑ کو سب کروں تو میں ہرگز ایسا نہ کروں گا۔ میں نے آنحضرتؐ سے ان کی دوستی کے متعلق ترغیب کے بارہ میں اور ان کی دشمنی کے ممانعت کے بارے میں سنا ہے۔

کنز العمال جلد ۶ ص ۴۰۵ میں اس مضمون کی دو حدیثیں بحوالہ ابن جریر و ابن ابی شیبہ و بقی بن مخلد موجود ہیں۔

و عن ابی هریره و زید بن خالد قالا قال رسول الله لا تسبوا علیا فانه کان ممسوسا فی ذات اخرجه الدیلمی

و عن ابن عباس قال قال رسول الله من سب علیا فقد سبنی و من سبنی فقد سب الله و من سب الله ادخله النار و له

---

[۱] یہاں پر لا کسبہ کا ترجمہ محذوف ہے عبارت یہ ہونا چاہیے "سعد بن مالک نے کہا حضرت علیؑ کو برا نہ کہو۔ س۔ ح۔ خ۔

عذاب مهين اخرجه الديلمی .

وعن ابن عباس انه مر بعد ما حجب بصره بمجلس من مجالس قريش و هم يسبون عليا فقال لقائده ما سمعت هٰولاء يقولون قال سبوا عليا قال فردنی اليهم فرده قال ايكم الساب لله قالوا سبحان الله من سب الله فقد اشرك قال ايكم الساب لرسول الله قالوا سبحان الله من سب رسول الله فقد كفر قال فايكم الساب لعلی قالوا ما هٰذا فقد كان قال انا اشهد بالله سمعت رسول الله يقول من سب عليا فقد سبنی و من سبنی فقد سبب الله و من سب اللهعز و جل اكبه الله علی منخره اخرجه ابو عبد الله الملاء .(رياض النضره جلد ۲ ص ۱۶۶)

ابوہریرہ وزید ابن خالد سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ علیؑ پر سب نہ کروہ خدا کی ذات میں دیوانہ ہیں دیلمی نے اسے روایت کیا ہے۔

اور ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جس نے علیؑ پر سب کی اس نے مجھ پر سب کی اور جس نے مجھ پر سب کی اس نے خدا پر سب کی جس نے خدا پر سب کی دوزخ میں ڈالا جائے گا اور اس کے لئے سخت اہانت والا عذاب ہے دیلمی نے اسے روایت کیا ہے۔

اور مروی ہے کہ حضرت ابن عباس اندھے ہونے کے بعد قریش کی ایک مجلس سے گذرے وہ لوگ حضرت علیؑ پر سب کرتے تھے

ابن عباس نے اپنے ساتھی سے کہا کیا تم نے بھی سنا کہ یہ لوگ حضرت علیؑ پر سب کرتے ہیں انھوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا مجھ کو ان کے پاس لے چلو وہ لے گئے ابن عباس ان لوگوں سے کہنے لگے تم میں سے کون خدا پر سب کرتا ہے سب نے کہا جو خدا پر سب کرے وہ مشرک ہے پھر فرمایا کہ تم میں سے رسول اللہؐ پر کون سب کرتا ہے انھوں نے کہا جس نے رسول اللہ پر سب کی وہ کافر ہوا پھر فرمایا کہ کون ہے جو علیؑ پر سب کرتا ہے سب نے کہا یہ ضرور ہوتا ہے۔ ابن عباس کہنے لگے میں بہ قسم کہتا ہوں کہ میں نے آنحضرتؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے علیؑ پر سب کی اس نے مجھ پر سب کی اور جس نے مجھ پر سب کی اس نے اللہ پر سب کی اور جس نے اللہ پر سب کی تو اللہ اس کو منہ کے بھل دوزخ میں گرائے گا ابو عبد اللہ ملا (عمر) نے اسے روایت کیا ہے (تمام ہوئی عبارت مناقب المرتضیٰ)

ممانعت سب و شتم حضرت امیر علیہ السلام کی روایات کو بہت سے علماء اہل سنت نے نقل کیا ہے جن میں سے پندرہ کے اسمائے گرامی کو ہم اس سے قبل حاشیہ میں ذکر کر چکے ہیں یہ ایک ہی روایت نہیں ہے بلکہ متعدد روایات ہیں ان میں سے کچھ تو وہ ہیں جن میں حضرت ابن عباس نے ممانعت سب و شتم حضرت امیرؑ کے بارے میں حدیث پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بیان کی ہے کچھ روایتیں وہ ہیں جن میں یہ ذکر ہے کہ ابن عباس نابینا ہو چکے تھے ایک شخص کا ہاتھ پکڑ کے گذر رہے تھے کہ قریش یا کسی اور گروہ کو حضرت امیرؑ کو سب و شتم کرتے سنا اور رک کر سوال

وجواب کر کے حدیث نبی اکرمؐ بیان کی کہ حضرت علیؑ کا بھی سب وشتم پرُوردگار عالم کا سب وشتم ہے یہ بھی متعدد بار پیش آیا ایک میں رہبر عکرمہ ان کا غلام تھا ایک میں رہبر سعید بن حبیر تھے چند روایتیں ایسی ہیں جن میں رہبر کا ذکر نہیں ہے مناقب اخطب خوارزم اور مناقب مغازلی میں جو روایت ہے اس کے راوی عبد اللہ کے بیٹے علی ہیں انھوں نے ذکر کیا ہے کہ (مذکورہ بالا گفتگو اور حدیث رسول اکرمؐ بیان کرنے کے بعد) جب پلٹے تو مجھ سے دریافت کیا کہ فرزند تم نے ان لوگوں کی کیا حالت دیکھی میں نے ایک شعر نظم کر کے پڑھا (جس کا حاصل ترجمہ یہ ہے) کہ

"ان لوگوں نے (غصہ سے) آپ کو اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے دیکھنا شروع کیا جس طرح ذبیحہ قصاب کی چھری کو دیکھتا ہے" یہ شعر سنتے ہی کہنے لگے اے بیٹا تجھ پر تیرا باپ فدا ہو جائے اور شعر پڑھو میں نے فوراً یہ شعر نظم، کر کے پڑھا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"وہ آنکھیں جھکائے منہ لٹکائے اس طرح دیکھ رہے تھے جس طرح کوئی حقیر ذلیل وخوار کسی غالب انسان کو دیکھ رہا ہو" کہنے لگے تیرا باپ تجھ پر فدا ہو جائے اور شعر پڑھو میں نے عرض کیا اب میری سمجھ میں کوئی شعر نہیں آتا ہے فرمانے لگے میرے پاس اور شعر ہے (چنانچہ اسی بحر و قافیہ میں حسب ذیل شعر پڑھا) جس کا حاصل ترجمہ تحریر کیا جاتا ہے۔

"ان میں کے زندہ لوگ مردوں کے لئے باعث ننگ وعار ہیں اور

جو لوگ مر چکے ہیں وہ زمانہ گذشتہ میں رسوا و بدنام تھے۔" (مناقب خوارزمی ص ۸۱)

یہ تمام روایات یہ بتاتی ہیں کہ سب و شتم حضرت علی علیہ السلام سب و شتم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ہے اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت پر سب و شتم پروردگار عالم پر سب و شتم ہے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اور خدا پر سب و شتم کرنا باتفاق علماء فریقین موجب کفر و شرک ہے بلکہ جناب علامہ تقی الدین ابو العباس احمد بن شیخ عبد الحلیم معروف بابن تیمیہ تو اس موضوع پر چھ سو صفحات کی ایک کتاب لکھی ہے اور واضح و روشن دلائل سے ثابت کیا ہے کہ سرور عالم کا سب و شتم کرنے والا کافر و واجب القتل ہے چونکہ یہ اختلافی مسئلہ نہیں اس لئے ہم ان کے دلائل تحریر نہیں کرتے ہیں جب آنحضرتؐ پر سب و شتم موجب کفر ہے ایسا شخص واجب القتل ہے تو ذرا نظر انصاف سے دیکھو اور بتاؤ کہ جو حضرت علیؑ کو سب و شتم کرے اس کے بھی احکام وہی ہوں گے جو شاتم (گالی دینے والے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے ہیں۔

حیرت ہے کہ زمانہ صحابہ و تابعین میں یہ سب کچھ اسلامی منبروں پر ہوتا رہا اور وہ لوگ ٹک ٹک دیکھتے رہے اور سوائے چند کے کسی نے اس کے خلاف صدائے احتجاج نہیں بلند کی نہ خطیب کو بالائے منبر ٹوکا نہ ان ظالموں کو کوئی سزا ہی دی۔

اچھا اگر ان احادیث کا لحاظ نہیں کیا تھا تو کم از کم آپ کو صحابی پیغمبر اسلامؑ ہی سمجھ لیا ہوتا اس لئے کہ علامہ ابن تیمیہ نے اپنی اسی کتاب میں ممانعت سب صحابہ پر ص ۵۷۲ سے ص ۵۹۳ تک ایک مفصل بحث تحریر کی ہے اور اپنے پورے زور قلم کو صرف کر دیا ہے اور استدلال میں آیات قرآنی احادیث پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم اور اقوال صحابہ و تابعین و علماء کو ایک جا جمع کر دیا ہے۔ انداز تحریر بلکہ ان کا صریح و صاف قول یہ بتاتا ہے کہ اس فصل کو صرف شیعوں کو مطعون کرنے کے لئے تحریر کیا ہے جن کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ حضرت علیؑ کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا خلیفہ بلا فصل و امام منصوص من اللہ مانتے ہیں اور غاصبین حقوق اہل بیتؑ سے اظہار برائت و بیزاری کرتے ہیں اس سلسلہ میں قلم کی سرکشی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ ص ۵۷۵ پر تحریر کرتے ہیں بطور یقین کوفہ و غیر کوفہ کے فقہا کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جو شخص صحابہ کو سب کرے وہ قابل قتل ہے اور رافضی کافر ہیں محمد بن یوسف قریابی نے کہا ہے کہ جو شخص ابو بکر کو سب و شتم کرے اس کے لئے کیا کیا جائے تو انھوں نے کہا وہ کافر ہے دریافت کیا گیا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے کہا نہیں دریافت کیا گیا وہ تو لا الہ الا اللہ کہتا ہے پھر کیا کیا جائے جواب دیا خبردار اس کے جنازہ کو ہاتھ نہ لگانا لکڑی سے ڈھکیل کر جنازہ کو قبر میں گرادو اور قبر بند کر دو۔

احمد بن یونس کہتے ہیں کہ اگر یہودی اور رافضی بکریاں ذبح کریں تو

میں ذبیحہ یہودی کھالوں گا مگر رافضی کے ذبیحہ کو نہیں کھاؤں گا اس لئے کہ وہ اسلام سے مرتد ہو گئے ہیں۔

اسی طرح ابو بکر بن ہانی نے کہا ہے کہ قدریہ اور روافض کا ذبیحہ نہ کھاؤ جس طرح مرتد کا ذبیحہ نہیں کھایا جاتا حالانکہ صاحبان کتاب کا ذبیحہ کھایا جاتا ہے اس لئے یہ لوگ مثل مرتد اور اہل ذمہ کے ہیں وہ اپنے دین پر باقی رکھے جائیں گے اور ان سے جزیہ لیا جائے گا اسی کوفہ کے بڑے علماء میں سے عبد اللہ بن ادریس نے کہا کہ رافضی کے لئے حق شفعہ نہیں ہے یہ تو صرف مسلمانوں کے لئے ہے۔ فضیل بن مرزوق نے کہا کہ میں نے حسن بن حسن کو کہتے سنا ہے کہ وہ ایک رافضی سے کہہ رہے تھے کہ خدا کی قسم تیرا قتل تقرب پروردگار عالم کا سبب ہے میں صرف جائز ہونے کے سبب سے اس سے باز رہتا ہوں۔

ارباب انصاف غور کریں بیچارے شیعہ تو اتنے برے کہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ نہ کھایا جائے وہ مرتد نہیں کافر ہیں ان کے ساتھ کافر ذمی ایسا برتاؤ کیا جائے ان سے جزیہ لیا جائے ان کا قتل تقرب پروردگار عالم کا ذریعہ ہو لیکن جو قوم مسلمانوں کے مسلم الثبوت خلیفہ پر بقول تاریخ خمیس سنہ ۹۹ھ سے چوراسی برس چار ماہ قبل سے سب و شتم کر رہی ہو ہر روز خطبہ جمعہ میں اس کی طرف الحاد اور دین خدا سے روکنے کی نسبت دیتی ہو اس کی تعظیم توقیر کی جائے۔ اس کے اجتہاد کا ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کیا جائے اس کے فضائل و محامد بیان کئے جائیں کاش حضرت علیؑ کے کارناموں سے

قطع نظر کر کے اسی سبب سے معاویہ ابن ابی سفیان اور اس کے متبعین اور عمر بن عبد العزیز سے قبل کے خلفاء بلکہ کل مملکت اسلامیہ کے مسلمانوں سے یہی کہا جاتا کہ حضرت علیؑ کو سب و شتم نہ کرو اس لئے کہ وہ صحابی رسولؐ ہیں لیکن یہ دیکھ کر تمہارے حیرت کی انتہا نہ رہے گی کہ مکہ کی مقدس سر زمین اور مدینہ کا پاکیزہ خطہ بلکہ مسجد الحرام و مسجد نبوی بھی اس نجاست سے محفوظ نہ رہ سکی۔ قبر رسولؐ کے بالکل سامنے منبر پر خطیب جاکر حضرت علیؑ کو برا بھلا کہتا تھا اور مسلمان اسے برداشت کرتے تھے اطمینان سے سنا کرتے تھے اور حضرت علیؑ کی صحابیت اور ان کے کارناموں پر ادنیٰ توجہ نہیں کرتے تھے۔ نہ ان کو مرتد و کافر کہا نہ ان کو قابل جزیہ قرار دیا نہ ان کے ذبیحہ سے اجتناب کیا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اصل مقصد یہ تھا کہ حضرت علیؑ کا نام نشان مٹ جائے اور ان کے شیعہ صفحہ ہستی پر نہ رہنے پائیں۔

اس سے بھی حیرت انگیز رویہ محدثین و علماء اہل اسلام کا ہے کہ جنھوں نے بچشم خود اوراق تاریخ و کتب احادیث میں ایک طرف حضرت امیرؑ کے عدیم المثال کارنامے پڑھے اور دوسری طرف معاویہ اور اس کے قائم مقام خلفاء اور ان سب کے عمال کا سب و شتم میں مبالغہ دیکھا مگر ان سب باتوں کے باوجود انھوں نے معاویہ کے ان افعال کو خطائے اجتہادی قرار دیا۔ اور خطائے اجتہادی قرار دے کر اسے اجر کا مستحق بھی قرار دے لیا۔ اب آیئے ہم آپ کے سامنے تاریخ و حدیث کا سینہ چاک کر کے وہ

واقعات رکھ دیں جو واضح الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں کہ معاویہ کا حضرت امیرؑ سے جنگ کرنا بجز منبروں پر حضرت امیرؑ کو برا بھلا کہلوانا خطائے اجتہادی نہیں تھی بلکہ بغض و حسد و کینہ کی آگ جو دشمنان حضرت علیؑ کے سینے میں بھڑک رہی تھی وہ اس کا سبب تھی کہ حضرت امیرؑ سے جنگ کی جائے اور آپ پر سب و شتم کیا جائے اور دوسروں سے بھی گالیاں دلوائی جائیں۔

بغض وعناد یا خطائے اجتہادی

علماء فریقین میں سے کوئی اس سے منکر نہیں ہے کہ معاویہ شیعوں کو فنا کرنے کے لئے حضرت علی علیہ السلام پر سب و شتم کرتا تھا اور لوگوں کو مجبور کرتا تھا کہ وہ حضرتؑ کو برا بھلا کہیں آپ سے برأت و بیزاری کا اظہار کریں۔ اس لئے کہ یہ امر بطور تواتر ثابت و محقق ہے۔ متعصب سے متعصب سنی بھی اس سے انکار کی مجال نہیں رکھتا ہے اس لئے کہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے اور اس پر برسہابرس تک زمانہ حکومت بنو امیہ میں عمل ہوتا رہا۔ اس لئے اس سے انکار کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔

یہ تسلیم کرنے کے بعد کہ معاویہ خود اور اس کے حکم سے بہتر ہزار منبروں پر حضرت امیرؑ پر سب و شتم ہوتا رہا اختلاف اس میں ہے کہ آیا معاویہ کا یہ فعل بغض و عناد و دشمنی حضرت علیؑ سے تھا یا اس کی خطائے

اجتہادی تھی جس کے سبب سے وہ اس فعل قبیح کا مرتکب رہا۔ چنانچہ شاہ عبد العزیز دہلوی مصنف تحفہ اثنا عشریہ اسی کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ

حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کرنے والے نے عداوت و بغض کے سبب سے جنگ کی ہے تو وہ علمائے اہل سنت کے نزدیک کافر ہے اس پر کل علماء کا اجماع ہے اہل سنت کا بھی یہی مذہب خوارج اور اہل نہروان کے بارے میں ہے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی یہ حدیث کہ اے علیؑ تمہاری جنگ میری جنگ ہے اہل سنت کے نزدیک اسی جنگ پر دلالت کرتی ہے لیکن اس سے کفر لازم آتا ہے انھوں (خوارج و اہل نہروان) نے اسے اپنے اوپر لازم نہیں قرار دیا ہے اس لئے ان پر مرتد کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا چونکہ ان لوگوں کا شبہ بہت بے مغز اور مہمل ہے اور قرآن و احادیث متواتر کے قطعی دلیلوں کے مقابل میں نہیں ٹھہرتا ہے اس لئے ان کے عذر قابل قبول نہیں ہو سکتے اس لئے خوارج اہل سنت کے نزدیک احکام اخروی میں کافر ہیں اور ان کے لئے مغفرت کی دعا نہ کرنا چاہئے نہ ان کی نماز جنازہ پڑھنا چاہئے لیکن جن لوگوں نے حضرت علیؑ سے جنگ عداوت کے سبب سے نہیں کی ہے بلکہ کسی فاسد شبہ یا باطل تاویل کے سبب سے لڑے ہیں جیسے اصحاب جمل و صفین پس یہ لوگ خطائے اجتہادی اور عقیدہ کے بطلان میں تو خوارج کے ساتھ ساتھ ہیں لیکن خوارج اور اصحاب جمل و صفین میں فرق یہ ہے کہ اصحاب جمل و صفین کی

خطائے اجتہادی اور اعتقاد میں فسق ان پر لعن اور ان کی تحقیر و تذلیل کو جائز نہیں قرار دیتا ہے اس لئے ان کی مدح میں قرآنی نص اور متواتر احادیث موجود ہیں اسلام میں سابقہ خدمات بھی پائے جاتے ہیں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے نسبی اور سسرالی قرابت بھی پائی جاتی ہے جیسے حضرت موسیٰؑ کی عصمت کے بارے میں قرآن کی قطعی نص بلندی درجہ نبوت اس سے مانع ہے کہ ہم ان پر طعن یا ان کی تحقیر و تذلیل ان کے اس برتاؤ پر کریں جو انھوں نے اپنے بھائی جناب ہارون سے کیا تھا۔ جناب ہارون سے جناب موسیٰؑ کا یہ سلوک (کہ ان کی ڈاڑھی پکڑ کر کھینچا تھا) جلدی کے سبب سے اور بغیر سوچ سمجھے ہوا تھا اور جو کچھ کیا تھا للہ . فی اللہ (خوشنودی پروردگار عالم کے لئے کیا تھا) خواہش نفسانی اور اغراض دنیوی کے سبب سے نہیں کیا تھا وسوسہ شیطانی کے سبب جناب موسیٰؑ سے یہ فعل واقع ہوا تھا۔ ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں کہ جناب موسیٰؑ کے لئے یہ وہم و گمان بھی کریں۔ چونکہ صفین والوں کے لئے یقینی طور سے یہ ثابت نہیں ہوا ہے کہ انھوں نے حضرت علیؑ سے جنگ و جدل و سب و شتم کو خواہشات نفسانی اور وسوسہ شیطانی کی وجہ سے کیا تھا اس وجہ سے ان کے بارے میں توقف اور خاموشی لازم ہے (گویا جمل والوں کے لئے صاحب تحفہ کے نزدیک قطعی دلیلوں سے ثابت ہے کہ انھوں نے حضرت علی علیہ السلام سے جنگ خوشنودی پروردگار عالم کے لئے کی ہے) یہ توقف و خاموشی اس لئے ضروری ہے کہ عام صحابہ کی فضیلت قرآنی

آیات اور فضائل صحابہ کی روایات سے ثابت ہے بلکہ عام مومنین کی فضیلت میں جو آیتیں و حدیثیں ہیں ان میں بھی اصحاب صفین داخل ہیں اس لئے عفو پروردگار عالم سے امید کرنا چاہیئے کہ صفین میں جو لوگ حضرت امیر علیہ السلام سے جنگ کر رہے تھے خدا ان کو نجات دے گا اور ان کی شفاعت بھی ہو گی۔ ہاں اگر شام کی جماعت میں سے کسی کے بارے میں یقین ہو جائے کہ وہ بغض و عداوت حضرت امیرؑ رکھتا تھا اور اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ حضرت امیر علیہ السلام کو کافر کہتا تھا اور آپ پر سب و شتم و لعن کرتا تھا تو یقیناً ہم اس کو کافر کے مانند سمجھیں گے لیکن یہ مطلب اب تک روایت پیغمبر اسلامؐ سے ثابت نہیں ہوا ہے لیکن یقینی طور سے ان کا ایمان ثابت ہے اس لئے ہم (ان کے) اصل ایمان سے متمسک ہیں (حضرت علیؑ کے ان سب و شتم و لعن کرنے والوں کو مومن سمجھتے ہیں)۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہل سنت کا اجماع ہے کہ حضرت علیؑ کو کافر کہنے والا یا آپ کے بہشتی ہونے کا منکر یا اوصاف علم و تقویٰ و ورع کے اعتبار سے آپ کے لائق خلافت ہونے کا منکر کافر ہے۔ چونکہ یہ باتیں (یعنی حضرت امیر علیہ السلام کو کافر سمجھنا وغیرہ) یقینی طور سے خوارج نہروان کے لئے پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے اس لئے ہم ان کو کافر کہتے ہیں لیکن دوسرے لوگوں (اہل صفین) سے یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی ہے اس لئے ان کو کافر نہیں کہتے ہیں۔ اس باب میں یہ تنقیح (قطعی فیصلہ) ہے مذہب اہل سنت کا اور یہی ان کے اصول کے مطابق بھی ہے اس لئے کہ کل اہل سنت کا

اجماع ہے کہ ضروریات دین کا منکر کافر ہے اور بلندی درجہ ایمان حضرت علی علیہ السلام اور آپ کا بہشتی ہونا اور لائق خلافت پیغمبر اسلامؐ ہونا قرآن کی آیات قطعیہ اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے لھٰذا اس کا منکر کافر ہوگا۔

علامہ شہاب الدین احمد بن حجر ہیتمی کتاب تطہیر الجناب بر حاشیہ صواعق محرقہ ص ۹ پر فرماتے ہیں کہ

خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیھم سے جو جنگ و جدل واقع ہوئی ہے وہ صرف دنیا کے لئے تھی لیکن آخرت میں سب صحابہ مجتہد ہوں گے اور ثواب کے مستحق ہوں گے بس فرق ثواب کی مقدار میں ہوگا اس لئے کہ جس نے اجتہاد کیا اور صحیح نتیجہ تک پہنچا جیسے علیؑ کرم اللہ وجہ اور ان کے پیرو افراد تو ان کو دوبلکہ دس اجر ملیں گے لیکن جس نے اجتہاد کیا اور اجتہاد میں غلطی کی جیسے معاویہ رضی اللہ عنہ تو اس کے لئے صرف ایک اجر ہے اس لئے کہ یہ سب کے سب لوگ اپنے اپنے گمان کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطا کردہ علوم کے سبب سے رضا و طاعت خدا کے لئے سعی و کوشش کرتے تھے اس لئے اگر تم فتنہ و فساد و بدعت و رنج و غم میں دینی سلامتی چاہتے ہو تو اسے اچھی طرح سمجھ لو۔

اسی کتاب کے صفحات ۲۱، ۳۹، ۴۱ پر بھی اسی طرح کے اقوال موجود ہیں جو دیکھنا چاہے دیکھ سکتا ہے۔ اسی طرح کے اقوال اور علماء کے بھی ملیں گے۔ واضح و روشن بات ہے کہ جب ہم نے ایسے خطاکار افراد

کے اجتہاد کو تسلیم کر لیا تو اب نہ انھیں دنیا میں گھاٹا ہے اس لئے کہ اس نے جس طرح بھی ہو سکا تخت خلافت پر قبضہ کر ہی لیا ہے اور دنیا کے خوب مزے بھی لوٹے ہیں ادھر کسی نے اعتراض کا درہ اٹھایا جواب میں خطاء اجتہادی کی طویل و عریض منقش چادر آجائے گی جس پر مظلوموں کے خون کے دھبے بھی ہیں ارباب حق کے حقوق چھیننے کے نقش و نگار بھی ہیں شریعت کے صریح احکام کی مخالفت کے بیل بوٹے بھی ہیں قرآنی احکام کی خلاف ورزی کے حسین و جمیل پھول بھی بنے ہیں مخالفت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بے شمار نشانات ہیں۔ نہ اجرت میں نقصان ہے اس لئے کہ ہر غلط کاری و نافرمانی قرآن و سنت واجماع اور عدول حکمی خدا اور رسولؐ پر خطائے اجتہادی کا ٹھپہ لگا کر۔۔۔ کھرا اجر تو آخر میں مل ہی جائے گا۔

چادر خطائے اجتہادی میں یہ بھی کمال ہے کہ وہ جس طرح مردوں کے قدو قامت پر ٹھیک اترتی ہے اسی طرح عورتوں کے قد زیبا پر بھی موزوں و حسین معلوم ہوتی ہے مگر چادر خطائے اجتہادی کا مصداق بیان کرنے سے پہلے یہ بھی ضروری ہے کہ ہم کو یہ معلوم ہو جائے کہ اجتہاد کہتے کسے ہیں اس کے شرائط کیا ہیں لیا عہد صحابہ میں شرائط اجتہاد مدون تھے یا نہیں کیا واقعہ ہے کہ کل صحابہ کا مجتہد ہونا ضروری ہے اور قول خطائے اجتہادی کا موجد کون ہے اور کس کے خون ناحق کو رائگاں کرنے کے لئے یہ قول ایجاد کیا گیا تھا۔

چنانچہ علامہ صدیق حسن خاں کتاب حصول المامول ص ۱۸۲ سے ۱۸۴ تک مبحث اجتہاد میں فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

اجتہاد لغت میں جہد سے موخوذ ہے اور جہد مشقت و طاقت کو کہتے ہیں اصطلاح میں تعریف اجتہاد یہ ہے کہ احکام شرعیہ میں ظن حاصل کرنے کے لئے (استفراغ وضع کرے) اس حد تک کوشش کرے کہ پورے طور پر ادلہ شرعیہ پر نظر کرے اور یہ محسوس کرے کہ نفس اس سے زیادہ حاصل کرنے سے عاجز ہے۔

اس لئے

مجتہد وہ فقیہ ہے جو ادلہ شرعیہ سے حکم شرعی میں ظن حاصل کرنے کی پوری سعی و کوشش کرے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ بالغ و عاقل ہو اس میں ایک ایسا ملکہ پایا جاتا ہو جس سے وہ احکام کے ماخذ سے احکام کو حاصل کر سکتا ہو۔ مجتہد کو اجتہاد پر قوت چند شرائط کے بعد حاصل ہو سکتی ہے پہلے یہ کہ وہ نصوص کتاب و سنت سے باخبر ہو لیکن اگر وہ ان سے کسی کو نہ جانتا ہو تو مجتہد نہیں ہے۔

دوسرے مسائل اجماع سے باخبر ہو تیسرے زبان عرب کا عالم ہو چوتھے مسائل اجماع سے باخبر ہو پانچویں ناسخ و منسوخ سے باخبر ہو۔

یہ اجتہاد کی تعریف اور اس کے شرائط ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ عہد صحابہ میں شرائط اجتہاد مدون ہی نہیں ہوئے تھے نہ اس کلمہ کو اصطلاحی حیثیت حاصل تھی بلکہ یہ کلمہ عہد صحابہ کے بعد فقہاء و محدثین

کی زبان پر آیا۔

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ نے باقاعدہ قواعد اجتہاد کا استعمال شروع کیا اور امام محمد بن ادریس شافعی نے اسے مہذب و مدون کیا اور بقول صاحب کشف الظنون ج ا ص ۸۹ علم اصول فقہ کی پہلی کتاب انھوں نے تصنیف کی۔

کل صحابہ مجتہد تھے اس کے ثبوت میں نہ کوئی آیت قرآنی ہے اور نہ حدیث پیغمبر اسلامؐ اور جن آیات واحادیث سے اس پر استدلال کیا جاتا ہے ان کی تاویلات و معانی بعید از قیاس اور قابل اعتماد نہیں ہیں۔

اصل یہ ہے کہ جب علوم و کمالات اہل بیتؑ طاہرین کی ضیا پاشی نے ان کے مخالفین کو حیران و ششدر کر دیا تو اس کے جواب میں اجتہاد کی بنیاد رکھی گئی لیکن کجا وہبی و خداداد علوم اہل بیتؑ اور کجا رائے و قیاس کی بنیاد پر استنباط کئے ہوئے احکام نتیجہ یہ ہوا کہ علماء کو رائے و قیاس میں پڑ کر صدہا ٹھوکریں کھانا پڑیں پھر بھی علوم و کمالات باقر العلوم و صادق آل محمد علیھم السلام کے پاسنگ کو نہ پہنچ سکے۔

جب اجتہاد کی باقاعدہ دوکان سج ہی گئی اور رائے و قیاس و اجماع کے ذریعہ شریعت پر آفات آنے لگے تو وقت وہ آ گیا کہ کھرے کھوٹے کا امتیاز دشوار ہو گیا۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ اجتہاد کی بھی تقسیم کرنا پڑی چنانچہ علامہ حافظ ابو محمد علی بن حزم اندلسی ظاہری متوفی ۴۵۶ھ نے کتاب الاحکام فی اصول الاحکام ج ۸ ص ۱۳۸ پر فرمایا ہے کہ

مجتہد کی دو قسمیں ہیں ایک مصیب (صحیح فتوی دینے والا) اس کو دو اجر ملیں گے دوسرے مخطی (غلط فتوی دینے والا) اور مخطی کی دو قسمیں ہیں مخطی معذور اسے ایک اجر ملے گا وہ وہ ہے جس کے اجتہاد نے اسے اس امر تک پہنچایا ہو کہ یہ بات اس کے نزدیک حق ہے اور مخطی غیر معذور وہ ہے جسے اجر نہ ملے گا بلکہ وہ خطاکار و گنہگار ہے اور وہ وہ ہے کہ جو بات اس کے نزدیک حق و صحیح ہے اس میں جان بوجھ کر غلطی کرے یا ایسی بات کرے جس کے حق ہونے کی کوئی دلیل نہ پائی جاتی ہو۔

جب اجتہاد کی حقیقت اور اس کے شرائط و اقسام معلوم ہو گئے تو اب آؤ اس پر نظر کریں کہ آیا اصحاب پیغمبر اسلامؐ سب کے سب مجتہد تھے یا نہیں۔ اصل یہ ہے کہ صحابی ہونا دلیل اجتہاد نہیں ہے ہو سکتا ہے ایک شخص شرف صحبت رسول اللہؐ سے مشرف ہو مگر مجتہد نہ ہو اس لئے کہ آنحضرتؐ کی وفات کے وقت صحابہ کی تعداد لاکھوں سے متجاوز تھی لیکن ان میں سے سوائے حضرت علیؑ کے کسی کے لئے یہ ادعا ہی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ کل شریعت کا عالم ہو اور تمام احکام خدا اور سولؐ سے باخبر ہو بات یہ ہے کہ سب صحابہ ہمہ وقت آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر نہیں رہتے تھے خصوصاً وہ صحابہ جن کو چند دنوں یا چند مہینوں اور برسوں، خدمت نبی کریمؐ میں حاضری کا شرف حاصل رہا ہو ظاہر ہے کہ جب سے انھوں نے زیارت کی ہوگی وہ اتنے ہی دنوں فیض حاصل کر سکتے ہیں اس لئے ان کے لئے یہ یقین نہیں کیا جا سکتا کہ ان کی نظر شریعت کے کل احکام پر تھی اور

جب کل احکام پر ان کی نظر نہیں تھی تو پھر وہ وقت ضرورت استفراغ وسع کر کے فتویٰ کیوں کر دے سکتے تھے جب احادیث رسولؐ سے وہ کماحقہ باخبر نہیں تھے تو ان کو مجتہد کیوں کر کہا جا سکتا ہے اس لئے سب اصحاب کا مجتہد کہنا قول فاسد ہے اس کے صرف ہم ہی قائل نہیں ہیں بلکہ بہت سے علماء اہل سنت بھی اس مسئلہ میں ہمارے ہمنوا ہیں۔

چنانچہ علامہ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ نمری قرطبی متوفی ۔۔۔۔ کتاب جامع بیان جامع العلم میں قدح و ضعف حدیث نجوم کے سلسلہ میں مرقوم کرتے ہیں۔

مزنی (ابو ابراہیم اسمٰعیل بن یحییٰ مزنی) شاگرد خاص امام شافعی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول کے بارے میں کہ میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں کہا ہے کہ اگر یہ خبر صحیح ہو تو اس کے معنی ہیں کہ جس چیز کو حضرت سے نقل کریں یا جس کی حضرت کے لئے گواہی دیں ان میں سب صحابی ثقہ اور معتبر و قابل اعتماد ہیں اس کے علاوہ دوسرے معنی اس حدیث کے ہو ہی نہیں سکتے لیکن جس بات کو صحابہ اپنی رائے (اجتہاد) سے کہیں (اس کو یہ حدیث اپنے دامن میں نہیں لیتی) اس لئے کہ وہ اگر صحیح و درست ہوتی تو بعض صحابہ بعض کو خطاکار نہ کہتے اور نہ بعض بعض کے قول سے انکار کرتے اور نہ کوئی صحابی دوسرے صحابی کے قول کی طرف رجوع کرتا اس پر تم اچھی طرح غور کرو۔

عبقات الانوار حدیث ثقلین میں علامہ عظیم مولانا سید حامد

حسین صاحب قدس اللہ روحہ متوفی ۱۳۰۶ھ نے اسی طرح کی ستر دلیلیں بطلان حدیث نجوم پر پیش فرمائی ہیں دیکھو عبقات الانوار مجلد حدیث ثقلین ج ۲ از ص ۳۹۵ تا ص ۴۹۷ اور آخر میں حاشیہ تحفہ اثنا عشریہ سے صاحب تحفہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

اگر تم یہ کہو کہ بعض صحابہ کا اجتہاد یقیناً غلط ہوتا ہے پھر ان کے اتباع میں ہدایت کا وعدہ کیوں کر کیا گیا ہے تو میں جواب میں کہوں گا کہ صحابہ کی پیروی صرف ان چیزوں میں کی جائے گی جو قرآن مجید اور حدیث نبوی میں نہ ہوں اس میں شبہ نہیں ہے کہ جن چیزوں کے بارے میں نص کتاب و حدیث موجود ہے انھیں میں غلطی کا یقین بھی ہو سکتا ہے لیکن اس میں صحابہ کی پیروی نہیں کی جائے گی خلاصہ یہ ہے کہ صحابی کی پیروی دلیل ہدایت اسی وقت ہو سکتی ہے جب تک قرآن و حدیث سے ان کی غلطی نہ معلوم ہو لہذا کوئی اشکال ان کی پیروی میں نہیں ہے۔

یہ نقل کرنے کے بعد علامہ موصوف نے انہتر دلیلیں اس کی تحریر کی ہیں صحابہ مجتہد نہیں تھے اس لئے کہ ان سے طرح طرح کے ایسے واقعات سرزد ہوئے ہیں جو خلاف شریعت تھے پھر اس کے آخر میں امام شافعی کے ایک افادہ کو تحریر کیا ہے جسے علامہ ابو الفداء اسمٰعیل بن علی ایوبی کی کتاب المختصر فی اخبار البشر سے ۵۹۴ھ کے واقعات سے نقل کیا ہے کہ

قاضی جمال الدین بن واصل نے کہا اور ابن جوزی نے اپنے استاد

سے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ معاویہ میں چار خصلتیں ایسی تھیں کہ اگر ان میں سے ایک ہی بات اس میں ہوتی تو وہ ہلاکت کا سبب تھی وہ یہ ہیں۔

(۱) بغیر لوگوں سے مشورہ کیۓ تلوار کے زور سے خلافت پر قبضہ کرنا حالانکہ اس وقت بقیہ صحابہ اور صاحبان فضل وشرف موجود تھے۔

(۲) اپنے بیٹے یزید کو اپنا ولی عہد و خلیفہ بنانا حالانکہ وہ بڑا شرابی تھا ریشم پہنتا تھا طنبوروں کو بجاتا تھا۔

(۳) زیاد کو اپنا بھائی بنانا حالانکہ جناب رسول خداؐ نے فرمایا ہے کہ بچہ اس کا ہے جس کے فرش پر پیدا ہو اور زناکار کے لئے سنگساری کی سزا ہے۔

(۴) حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرنا افسوس معاویہ کے لئے حجر اور ان کے اصحاب کے قتل کے سبب سے ویل ہے (ویل جہنم میں ایک مقام ہے جہاں سخت ترین عذاب ہوتا ہے) شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انھوں نے چپکے سے ربیع (جو ان کے شاگرد تھے) سے کہا کہ صحابہ میں سے چار آدمیوں کی گواہی قبول نہیں کی جاۓ گی۔ معاویہ عمرو بن عاص۔ مغیرہ اور زیاد۔

ہماری اس مختصر بحث سے واضح ہو گیا کہ کل صحابہ مجتہد نہیں تھے اب باقی رہا اجتہاد معاویہ وہ بھی ثابت نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ بدر الدین عینی کتاب عمدۃ القاری میں فرماتے ہیں کہ کرمانی نے کہا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ دونوں مجتہد تھے

زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ معاویہ خطاکار مجتہد تھا اور اس کے لئے ایک اجر و ثواب ہے اور حضرت علیؑ (اپنے اجتہاد میں صحیح راستہ پر تھے) ان کے لئے دو اجر ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مراد یہ ہے کہ حضرت علیؑ اور معاویہ حدیث متواجہان کے لحاظ سے اپنے اپنے پاس دلیل اجتہاد رکھتے تھے۔ (کرمانی کا قول ختم ہوا) میں (علامہ عینی) کہتا ہوں کہ یہ کیوں کر کہا جا سکتا ہے کہ معاویہ نے اپنے اجتہاد میں غلطی کی آخر معاویہ کے پاس اس کے اجتہاد کی دلیل کیا تھی حالانکہ اسے (عمار کے بارے میں) حدیث پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پہونچ چکی تھی کہ اے فرزند سمیہ تم کو باغی گروہ قتل کرے گا۔ اور ابن سمیہ سے عمار یاسر مراد ہیں اور انھیں معاویہ کے گروہ نے قتل کیا تھا۔ آیا معاویہ اپنے کئے کے برابر برابر جزاء پر راضی نہیں ہے چہ جائے کہ اسے (اس گناہ پر) ایک ثواب بھی ملے۔

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن یوسف سنوسی کتاب شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں کہ

(قتل عمار کی) حدیث اس قول کی واضح دلیل ہے کہ حضرت علیؑ اور ان کا گروہ حق پر تھا دوسروں (معاویہ) کا عذر اجتہاد ہے حالانکہ سرکشی کی اصل حسد ہے اس کے بعد معاویہ نے ظلم کیا معاویہ نے حدیث کی تاویل کو بھی بدل دیا چنانچہ وہ کہتا تھا کہ عمار کو (ہم نے نہیں قتل کیا بلکہ) اس نے قتل کیا ہے جو اپنے ساتھ لایا ہے تاکہ اپنے سے سرکشی کو دفع کرے اس کے بعد اس تاویل سے پلٹا کھایا اور کہا بغی کے معنی طلب کے

ہیں یعنی عثمان کا خون طلب کرنے والے یہ بغاہ لفظ بے کے ضمہ اور حرف مد کے ساتھ ہے جس کے معنی طلب کے ہیں ابی نے کہا ہے کہ بغی کے معنی عرف میں طاعت امام سے باہر ہو جانا ہے اور امام پر غلبہ چاہتا ہے۔ معاویہ کی ان دونوں تاویلوں کا بعید اور خطا ہونا ظاہر ہے مخفی نہیں ہے شیخ نے کیا خوب کہا ہے کہ حضرت علیؑ سے جنگ کرنے والوں کو صحابیت نے بچایا ہے (خلاصہ یہ ہے کہ معاویہ صحابیت کی پناہ لے سکتا ہے خطائے اجتہادی کے سایہ میں پناہ نہیں لے سکتا)

علامہ محمد بن اسمٰعیل بن صلاح امیر یمانی صنعانی متوفی ۱۱۸۲ھ کتاب روضہ ندیہ میں امیر المؤمنین کے ناکثین و قاسطین و مارقین سے جنگ کی حدیثوں کے ذکر کے بعد فرمایا ہے کہ

ابن عساکر اور ابن سعد نے روایت کی ہے جب عمار قتل ہوئے تو حضرت علیؑ نے فرمایا کہ جو مرد مسلم قتل عمار کو عظیم نہ سمجھے اور اس کو یہ دردناک مصیبت نہ معلوم ہو وہ نیک انسان نہیں ہے خدا عمار پر اس دن رحم کر جس دن وہ اسلام لائے اور اس دن رحم کرے جس دن وہ قتل کیئے گئے اور اس دن رحم کرے جس دن وہ زندہ مبعوث ہوں گے۔ میں نے عمار کو اس حالت میں دیکھا ہے کہ جب چار اصحاب پیغمبر اسلامؐ کا ذکر کیا جاتا تھا تو وہ چوتھے شخص ہوتے تھے اور جب پانچ اصحاب آنحضرتؐ کا تذکرہ ہوتا تھا تو وہ پانچویں شخص ہوتے تھے۔ اصحاب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کسی نے کسی وقت بھی شک نہیں کیا کہ وہ جنتی ہیں

اور بے شک وہ جنتی ہیں خدا عمار کو جنت مبارک کرے یقیناً کہا گیا ہے کہ عمار حق کے ساتھ ہیں اور حق عمار کے ساتھ ہے حق ادھر جاتا ہے جدھر عمار جاتے ہیں عمار کا قاتل جہنم میں ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ جناب عمار ہی کے قتل سے استدلال کیا جاتا ہے کہ معاویہ اپنی لڑائی میں باغی ظالم اور غیر مجتہد تھا اور جیسا کہ بعض سنی کہتے ہیں درست نہیں ہے کہ معاویہ مجتہد خطاکار تھا اور گنہگار نہیں تھا یہی عامری نے بھی کہا ہے کہ حضرت علیؑ کے مخالفین تاویل کرتے تھے ایک شبہ کے سبب سے ان کے اجتہاد نے اس نتیجہ پر پہنچایا ہے عامری نے اسے زبیر کے حالات میں ذکر کیا ہے میں کہتا ہوں کہ جو شخص حالات معاویہ کو جانتا ہے کہ (معاویہ کے اس فعل کو) اجتہاد سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا بلکہ اس نے تو ملک و سلطنت حاصل کرنے کے لئے لوگوں کو ایک شبہ میں ڈال دیا تھا۔ اور لوگوں کے دلوں میں یہ شک بٹھا دیا تھا کہ وہ طالب عوض خون عثمان ہے تا کہ اہل شام اس سے گمراہ ہو جائیں جب نص صریح موجود ہے کہ معاویہ باغی ہے تو نص کے مقابلہ میں اجتہاد کیوں کر چل سکتا ہے اور حضرت علیؑ سے پیغمبر اسلامؐ کے یہ فرمادینے کے بعد کہ تم قاسطین (منکرین بیعت) سے جنگ کرو گے اجتہاد کہاں کام دے سکتا ہے میں نے اس حدیث کے صحیح ہونے کو اہل سنت کے امام المتاخرین حافظ ابن حجر سے سنا ہے انھوں نے کہا ہے کہ یہ حدیث امام نسائی کے نزدیک ثابت و محقق ہے انھوں نے اس حدیث کو نقل بھی کیا ہے تفسیر بھی کی ہے اور اس میں کوئی قدح بھی نہیں کی ہے اور

کئی سلسلوں سے اس حصہ کو تحریر کیا ہے۔ ذرا بتاؤ تو وہ کون سا اجتہاد ہے جو عمار کے بارے میں حسب ذیل نص اور قرآن مجید کی اس تصریح کے بعد کہ باغی گروہ سے تم جنگ کرو گے یہاں تک کہ "خداوند عالم کے حکم کی جانب پلٹ آؤ۔ اور حدیث عمار نص ہے کہ معاویہ کا گروہ باغی گروہ ہے۔ جس شخص نے بھی گمان اجتہاد و معاویہ کی رد کرتے ہوئے حسب ذیل اشعار کہے ہیں بہت خوب کہے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ناصیبوں نے کہا ہے کہ معاویہ نے خطائے اجتہادی کی ہے اور اس کے ساتھی (عمرو بن عاص) نے خطائے اجتہادی کی ہے۔ پروردگار عالم خطائے اجتہادی کرنے والے کو بخش دے گا اور ان کو جنت خلد کے بلند درجوں میں رکھے گا۔ میں نے (جواب میں) کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو اس لئے کہ (جب ایسا ہے) پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا کہ قاتل عمار اور ان کا لباس چھیننے والا جہنمی ہے۔

حضرت امیر علیہ السلام سے جنگ کے بارے میں معاویہ کے مجتہد ہونے کا دعوی ویسا ہی ہے جیسے ابن حزم کا یہ دعوی کہ اشقی الاخرین ابن ملجم مرادی حضرت علیؑ کے قتل میں مجتہد تھا جیسا کہ علامہ ابن حجر نے اپنی کتاب تلخیص میں دعوی کیا ہے۔ ظاہر ہے جب ایسا شخص مجتہد قرار دیا جائے گا جو خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے اور باطل کو لپیٹ لپاٹ کر پیش کرے تو پھر دنیا میں کوئی باطل پرست ہی باقی نہ رہے گا۔ اس لئے کہ جب بھی کوئی شخص کسی ناپسندیدہ بات کو کرے گا وہ اس کے لئے خطا

ۓ اجتہادی کا عذر پیش کر دے گا۔ اصل یہ ہے کہ وہ لوگ بتوں کے ایسے پرستار ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ وہ بتوں کی پرستش تو صرف اس لئے کرتے ہیں تاکہ کامیابی کے لئے بارگاہ رب العزت میں تقرب حاصل کریں اور بہت سے دلیل پیش کرنے والے ایسے ہیں جن کی دلیل بارگاہ رب العزت میں باطل ہوتی ہے اور وہ غضب پروردگار کا مستحق ہوتا ہے۔

اسی طرح علامہ عبد العلی بن نظام الدین سہالوی نے کتاب فواتح الرحموت فی شرح مسلم الثبوت میں فرمایا ہے کہ

رہ گیا معاویہ اور (جنگ حضرت علیؑ کا) معاملہ اس کے بارے میں جمہور اہل سنت نے یہ کہا ہے کہ یہ خطائے اجتہادی تھی جس سے اس کی عدالت نہیں باطل ہوتی ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے حضرت علیؑ کے مقابلہ میں معاویہ کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اس لئے کہ حضرت علیؑ (پابندی حق میں) بہت زیادہ نرم تھے۔ اور معاویہ کے مقابلہ میں جو کچھ آپ کو کرنا چاہئیے تھا کرتے رہے۔ حضرت امیر المؤمنینؑ کے حق پر ہونے کی بہترین وروشن ترین دلیل جناب عمار کا قتل ہونا تھا۔ معاویہ نے اس کی رد میں اس امر بعید کو پیش کیا کہ قاتل عمار تو وہ ہے جو اس بزرگ کو میدان جنگ میں لایا۔ یہ جواب کتنا کمزور ہے تم خود ہی اس کا فیصلہ کر سکتے ہو۔

موصوف اسی کتاب مین فرماتے ہیں کہ

بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ حضرت علیؑ سے معاویہ نے خطائے اجتہادی کے سبب سے جنگ کی تھی۔ میرے نزدیک درست نہیں ہے

اس لئے کہ اگر اس نے خطائے اجتہادی کے سبب سے مخالفت کی تھی تو اسے دلیل پیش کر کے مناظرہ کرنا چاہیئے تھا۔ اور حضرت علی علیہ السلام حق کے معاملہ میں زیادہ نرم تھے اور آپ نے اس سے دلائل وبراہین کے ساتھ مناظرہ بھی کرنا چاہا۔ مگر اس نے اس پر دھیان ہی نہیں دیا۔

ہاں جب جناب عمار کی شہادت واقع ہوگئی تو معاویہ نے کہا (عمار کو ہم نے نہیں قتل کیا بلکہ) جو شخص ان کو میدان جنگ میں لایا تھا اس نے قتل کیا ہے اس لئے کہ حضرت علیؑ ہی ایک بڑے بزرگ کو میدان جنگ میں لائے (اس لئے وہی ان کے قاتل ہیں) لیکن درحقیقت یہ دلیل دلیل نہیں ہے۔ اس لئے کہ امیر المؤمنینؑ نے معاویہ کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ معاویہ کے قول کے مطابق جناب حمزہ کے قاتل جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرار پاتے ہیں اس لئے کہ آپ ہی ان کو جنگ احد میں میدان جنگ میں لائے تھے۔

بلکہ اصل تو یہ ہے کہ معاویہ کے مجتہدین میں داخل ہونے کا ہی سوال نہیں پیدا ہوتا ہے اور وہ مجتہد کیوں کر ہو سکتا ہے اس لئے کہ اسے تو صاحب ہدایہ نے عادلوں کے مقابلہ میں ظالم بادشاہوں میں شمار کیا ہے اگر اس میں اجتہاد پایا جاتا تو ظلم وجور نہ پایا جاتا علاوہ بریں اصول شرعیہ کے مطابق اس کا کوئی فتویٰ بھی (کسی مسئلہ میں) نہیں نقل کیا گیا ہے۔

ان تمام اقوال علماء اعلام سے اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ معاویہ نہ تو حضرت امیرؑ سے جنگ کرنے میں مجتہد تھا اور نہ اس کے پاس

جواز سب وشتم حضرت امیرؑ ہی کی کوئی دلیل اجتہادی موجود تھی بلکہ اس کے ان تمام افعال شنیعہ کے مقابلہ میں وہ تمام حدیثیں صف بستہ ہو کر آجائیں گی جن میں حضرت علیؑ سے بغض وعناد و حسد و جنگ وجدل وسب و شتم کی ممانعت ہے جن کو ہم اس سے قبل کتاب مواہب المصطفٰیؐ سے نقل کر چکے ہیں اور اسی سے صاحب تحفہ اثنا عشریہ شاہ عبد العزیز دہلوی اور ابن حجر عسقلانی کے استدلال کا باطل ہو جانا ظاہر ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے ان روایات کو مشاہیر علماء کے نقل وبیان کے بعد کون انکار کر سکتا ہے۔

قابل غور بات یہ بھی ہے کہ جب تک حضرت امیرؑ زندہ تھے سلطنت کر رہے تھے خلیفۃ المسلمین تھے۔ لاکھوں افراد آپ کے پیرو تھے معاویہ آپ کی حکومت وخلافت کو ہڑپ کرنا چاہتا تھا ایک حصہ ملک پر قبضہ غاصبانہ کئے تھا اس لئے آپ کے مقابل میں میدان صفین میں گھمسان کی لڑائی لڑی۔ لیکن مصالحت امام حسنؑ کے بعد تو یہ خطرہ بھی ٹل گیا تھا پھر حضرت امیرؑ پر سب وشتم میں اسے اتنا اہتمام کیوں تھا۔ جس کے لئے کل حدود مملکت میں شاہی فرمان جاری کر دئے تھے۔ ہر خطیب پر سب وشتم حضرت امیرؑ کو لازم بھی قرار دے دیا گیا تھا۔ جو والی اس میں کوتاہی کرتا تھا مورد عتاب ہوتا تھا غرض یہ ہے کہ اس نے سلطنت کی پوری قوت اس رسم قبیح کے جاری کرنے میں صرف کر دی آخر اس کے اس شد ومد سے رواج دینے کی کیا وجہ تھی۔ حضرت امیرؑ دنیا میں موجود بھی نہیں تھے امام حسنؑ وامام حسینؑ مدینہ میں گوشہ نشین تھے پھر معاویہ

کا انداز یہ ہے کہ لالچ دے کر ڈرا دھمکا کر رعب و دبدبہ شاہی جما کر غرض جس طرح بھی ہو حضرت کو برا بھلا ضرور کہا جائے آخر اس میں کیا راز تھا۔

اصل یہ ہے کہ حضرت امیرؑ نے نصرت اسلام میں جو ضرب کاری ابو سفیان اور اس کی اولاد اور بنو امیہ پر لگائی تھی وہ زخم اب تک ہرے ہو رہے تھے۔ معاویہ و بنو امیہ کے دل میں ایک ٹیس اٹھتی تھی کہ پیغمبر اسلامؐ اور ان کے اہل بیتؑ کو عالم میں یہ منزلت کیوں حاصل ہے احادیث بھی حضرت علیؑ اور اہل بیتؑ کی مدح و ثنا میں موجود ہیں قرآنی آیات بھی ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ حضرت علیؑ کے کارناموں کو مسلمان بڑے فخر سے بیان کرتا ہے اس لئے یہ آتش سوزاں بغض حسد کی یہ آگ حضرت کی ظاہری حکومت و سلطنت کو دیکھ کر اور زیادہ بھڑک اٹھی اس لئے اس نے یہ چاہا کہ حضرت امیرؑ اور ان کے شیعوں کا نام و نشان ہی مٹ جائے۔ کوئی ان کے شرف کا ذکر کرنے والا ہی دنیا میں باقی نہ رہے گویا بنیاد سلطنت بنو امیہ دشمنی حضرت امیرؑ پر رکھی گئی تھی اسی لئے بنو امیہ کا ہر خلیفہ دوسرے کے بعد اس رسم قبیح کو جاری کئے رہا۔

معاویہ اور بنو امیہ کے دشمنی و بغض عناد حضرت امیرؑ کے شواہد تو بہت ہیں۔ اگر ہم ان کو جمع کریں تو ایک مفصل کتاب ہو جائے لیکن یہاں پر ہم صرف بعض واقعات کو اس کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔

حضرت علیؑ سے برأت پر بیعت

جب مصالحت امام حسنؑ کے بعد معاویہ کے قبضہ میں کل مملکت اسلامیہ آگئی اور وہ کوفہ میں لوگوں سے اپنے لئے بیعت لینے لگا تو اس میں یہ قید بھی لگائی کہ ہر بیعت کرنے والا حضرت علیؑ سے برائت وبیزاری بھی کرے۔

چنانچہ علامہ شہاب الدین احمد معروف بابن عبد ربہ اندلسی عقد الفرید ج اص ۲۴ وج ۲ص ۲۴۶ پر تحریر کرتے ہیں کہ

جب معاویہ نے کوفہ میں لوگوں سے بیعت لینا شروع کی تو وہ بیعت حضرت علیؑ سے برائت وبیزاری پر لیتا تھا یہ کیفیت دیکھ کر بنو تمیم کے ایک شخص نے کہا کہ اے امیر المؤمنینؑ ہم زندوں کی اطاعت کریں گے اور مردوں سے برأت نہیں کریں گے۔ یہ سنتے ہی معاویہ زیاد کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ تو اس شخص کو اچھائی کی وصیت کر (مطلب یہ تھا کہ قتل کردے)

انصاف پسند افراد بتائیں سوائے بغض وعناد ودشمنی کے کیا سبب ہو سکتا ہے جس سے حضرت علیؑ سے برأت پر اس نے اپنی بیعت لینا شروع کی۔

فضائل امیر المؤمنینؑ کے روایت کی ممانعت

معاویہ ابن ابو سفیان کا یہ فعل بھی دلیل بغض وعناد ہے کہ اس

نے فضائل امیر المؤمنینؑ کے روایت کی ممانعت کر دی تھی چنانچہ اس نے عام الجماعت (مصالحت امام حسن) کے بعد اپنے تمام عمال کو تحریر کیا کہ جو شخص فضائل ابو تراب کی کوئی روایت نقل کرے اس سے برائت ذمہ ہے (یعنی اس کی بالکل حفاظت نہ کی جائے گی اور وہ قتل کر دیا جائے گا) اس حکم کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر گاؤں ہر قریہ اور ہر منبر پر خطیبوں نے حضرت علیؑ پر سب و شتم شروع کر دیا۔ وہ لوگ حضرت سے اظہار بیزاری کرتے تھے آپ کی اور آپ کے اہل بیتؑ کی برائیاں بیان کرتے تھے اس زمانہ میں سب سے زیادہ مصیبت میں اہل کوفہ تھے اس لئے کہ وہاں کثرت سے شیعہ آباد تھے۔ چنانچہ زیاد بن سمیہ جو کسی زمانہ میں حضرت علیؑ کے ساتھ تھا کوفہ کا حاکم معین کیا گیا اور بصرہ کی حکومت بھی اسی کے ساتھ ملادی گئی چونکہ وہ شیعوں کو پہچانتا تھا اس لئے اس نے شیعوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالنا شروع کیا اور ان کو ہر پتھر کے نیچے قتل کیا ڈرایا دھمکایا۔ ہاتھ پیر کاٹے آنکھوں میں سلائیاں چبھوئیں۔ خرموں کے درختوں پر سولی دی اور عراق سے نکال باہر کر دیا یہاں تک کہ وہاں کوئی مشہور و معروف شیعہ بھی باقی نہ رہا۔

کیا اس سے بھی زیادہ ثبوت اس کے دشمن امیر المؤمنینؑ ہونے کا ہو سکتا ہے۔

شیعیان علیؑ کی گواہی نا قابل قبول

حضرت سے دشمنی کی انتہا یہ تھی کہ وہ ان کے محبوں اور شیعوں

کی گواہی بھی قابل قبول نہیں سمجھتا تھا چنانچہ علامہ مدائنی مذکور کتاب الاحداث میں تحریر فرماتے ہیں کہ

اطراف عالم میں معاویہ نے اپنے عمال کو تحریر کیا کہ دیکھو خبردار علیؑ کے شیعوں اور ان کے اہل بیتؑ کی گواہی نہ قبول کرو۔

کارخانہ حدیث سازی

پھر لکھا کہ دیکھو تمہارے جو لوگ عثمان کے گروہ کے ہوں ان کے محب اور گھرانے کے ہوں اور عثمان کے فضائل بیان کرتے ہوں ان کو اپنے قریب بٹھاؤ اپنا مقرب قرار دو عزت و اکرام کرو اور وہ جو فضائل بیان کریں۔ ان کا اور ان کے باپ و قبیلہ کا نام لکھ کر میرے پاس بھیجو نتیجہ یہ ہوا کہ عثمان کے فضائل و مناقب بہت زیادہ ہو گئے اس لئے کہ معاویہ ان کے لئے اپنے عطیے چادریں اور جبے دیتا تھا جاگیروں کا فرمان بھیجتا تھا جس کا اثر یہ ہوا کہ ہر شہر میں فضائل عثمان کی حدیثیں زیادہ ہو گئیں لوگ اسے اپنے گھروں اور دنیا میں ہر جگہ بیان کرتے تھے اس وقت حالت یہ ہو گئی تھی کہ جو شخص بھی کوئی جھوٹی اور گڑھی ہوئی حدیث لے کر آتا تھا وہ معاویہ کی جانب سے کہیں نہ کہیں کا عامل معین ہو جاتا تھا جب کوئی شخص کوئی بھی حدیث عثمان کے منقبت و فضیلت میں روایت کرتا تھا تو اس کا نام لکھ لیا جاتا تھا۔ مقرب بنا لیا جاتا تھا۔ اس کی سفارش قبول کی جاتی تھی لوگ اسی حالت پر عرصہ تک باقی رہے اس کے بعد اس نے اپنے عاملوں کو تحریر

کیا کہ عثمان کے متعلق حدیثیں ہر شہر میں ہر اعتبار سے اور ہر طرف زیادہ مشہور ہو گئیں ہیں اس لئے جب تم کو میرا یہ خط ملے تو لوگوں کو اب صحابہ اور پہلے دونوں خلفاء کے فضائل کی روایتیں بیان کرنے کی دعوت دو اور دیکھو فضیلت ابو تراب میں جو حدیث بھی کوئی مسلمان بیان کرتا ہو تم اس کی ضد حدیث صحابہ کے بارے میں بنا کر لے آؤ اس لئے کہ یہ مجھے زیادہ محبوب اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک کا سبب ہے اور ابو تراب اور ان کے حجت و دلیل کو زیادہ باطل کر دیتا ہے اور یہ بات ان کے اوپر فضائل عثمان (کی جھوٹی) حدیثوں سے زیادہ سخت ہے چنانچہ معاویہ کے یہ خطوط لوگوں کے سامنے پڑھے گئے اور بہت زیادہ جھوٹی حدیثیں صحابہ کے فضائل و مناقب میں وضع کی (گڑھی) گئیں جن کی کوئی حقیقت واصلیت ہی نہیں تھی۔ اور لوگوں نے اس طرح کی (بے اصل و غلط) روایتوں کے نشر و اشاعت و نقل میں کوشش شروع کی اور اسے منبروں پر ذکر کر کے اور زیادہ مضبوط و مستحکم کر دیا۔ یہ حدیثیں معلمین اطفال کو دے دی گئیں انھوں نے ان میں سے بہت زیادہ حدیثیں اپنے بچوں اور غلاموں کو پڑھا دیا۔ اور ان لوگوں نے ان جھوٹی حدیثوں کو اس طرح پڑھنا اور روایت کرنا شروع کر دیا جس طرح قرآن پڑھا جاتا ہے حد یہ پہنچ گئی کہ ان لوگوں نے ان جھوٹی حدیثوں کو اپنی لڑکیوں اور حشم و خدم کو بھی پڑھا دیا۔ ایک عرصہ تک یہ کیفیت باقی رہی۔ حدیث سازی کا یہ کارخانہ جو معاویہ نے قائم کیا تھا ان کے رواج دینے میں اس نے پیغمبر اسلامؐ کے اس ارشاد گرامی کی قطعاً

پرواہ نہیں کی کہ جو شخص میری طرف جھوٹی حدیث کی نسبت دے گا۔ اس کی شرمگاہ آگ سے پر کردی جائے گی نیز اسی طرح کی اور بھی حدیثیں موجود ہیں ان کا بھی لحاظ نہیں کیا۔

دفتر سے شیعوں کا نام کاٹ دیا جائے

اظہار دشمنی امیر المؤمنینؑ اور شیعوں کے مٹانے کے لئے صرف انھیں مظالم پر معاویہ نے اکتفا نہیں کی بلکہ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی چاہا کہ حکومت کے دفتر میں بھی شیعوں کا نام و نشان نہ باقی رہے چنانچہ اس نے اپنے سابق کے فرمانوں کے علاوہ یہ فرمان بھی ساری مملکت میں جاری کر دیا کہ اس بات پر نظر رکھو کہ جس کے لئے ثبوت فراہم ہو جائے کہ وہ حضرت علیؑ کو دوست رکھتا ہے اس کا نام دفتر سے کاٹ دو اور بیت المال سے اسے جو عطیہ ورزق ملتا ہے اسے بند کر دو۔

کس کی مجال تھی جو معاویہ کے اس حکم کی تعمیل نہ کرتا اس لئے یقیناً ساری دنیا میں حدود حکومت معاویہ میں جتنے شیعہ تھے ان کے نام سرکاری کاغذات سے کاٹ دیئے گئے اس سخت ترین حکم پر جب عمل ہوا ہوگا تو شیعوں کی اس وقت جو حالت ہوئی ہوگی اس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن بیساختہ زبان پر ان شیعوں کی ثنا بھی آجاتی ہے کہ وہ کتنے پختہ عقیدہ مضبوط ایمان اور سچی محبت اہل بیتؑ کے مالک تھے کہ سب کچھ گوارا کر لیا مگر اہل بیتؑ رسالت سے جدائی نہیں اختیار کی۔

شیعوں کے گھروں کا انہدام اور عذاب شدید

دشمنی حضرت علیؑ میں شیعوں کو فقر و فاقہ سے مارنے کی تدبیر ہی پر اس نے اکتفا نہیں کی بلکہ یہ حکم بھی نافذ کر دیا کہ ان کے گھر کھود دئے جائیں ان کو شدید سے شدید عذاب میں مبتلا کیا جائے، لطف یہ ہے کہ اس جرم میں ثبوت اور یقین کی ضرورت بھی نہیں تھی بلکہ صرف تہمت ہی گھر کھودنے کے لئے بطور بہانہ کافی تھی۔ چنانچہ علامہ مدائنی ہی تحریر کرتے ہیں کہ

معاویہ نے گذشتہ خط کے ساتھ دوسرا خط تحریر کیا کہ جس کو اس قوم (علیؑ و محبان علیؑ) کی محبت میں متہم پاؤ اس کو سخت سزا دو اور اس کے گھر کھود کر زمین کے برابر کر دو۔

عراق و کوفہ کے شیعوں پر شدائد

جب ساری مملکت میں اس طرح کے احکام جاری ہو گئے تو ہر جگہ شیعہ مصائب میں گرفتار ہوئے لیکن عراق خصوصاً کوفہ میں شیعوں کی کثرت تھی اس لئے سب سے زیادہ وہی مبتلائے رنج و غم و محن و اندوہ تھے چنانچہ علامہ مدائنی اسی کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ

مملکت اسلامیہ میں سب سے زیادہ مصیبت و بلا میں عراق اور عراق میں خصوصیت سے کوفہ کے لوگ تھے ان لوگوں کی حالت یہ تھی کہ اگر شیعہ علیؑ اپنے کسی موثق و معتبر دوست سے کوئی بات بھی کہنا چاہتا تھا

تو اس کے گھر پر آتا تھا اور چپکے چپکے اپنے دل کی بات بیان کرتا تھا اور اپنے غلام اور خادم سے بھی ڈرتا رہتا تھا اور جب تک سخت سے سخت عہد و پیمان نہیں لے لیتا تھا اس سے اپنا راز نہیں بیان کرتا تھا تاکہ ظالم اس پر قدرت نہ حاصل کرلیں (اور سخت ترین نقصان نہ پہنچادیں)

معاویہ کے ان فرمانوں کے نتائج

ظاہر ہے جب حکومت کا سربراہ اس طرح کسی کا دشمن ہو جائے اور اس کا اور اس کے شیعوں کا نام مٹانا چاہے تو پھر جھوٹی حدیثوں کے رواج پذیر ہونے میں مانع کیا ہو سکتا ہے اس لئے جو کیفیت ہوئی اس کو علامہ مدائنی کی کتاب الاحداث کی زبان سے سنیئے وہ فرماتے ہیں کہ

نتیجہ ان سب ترکیبوں (اور مظالم) کا یہ ہوا کہ کثرت سے جھوٹی اور بنائی ہوئی حدیثیں لوگوں میں منتشر ہو گئیں اور فقہاء و قاضیان مملکت و والیان حکومت اس پر عمل کرنے لگے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مصیبت و بلاء میں نام و نمود کے طالب قاریان قرآن اور وہ ضعیف العقیدہ لوگ تھے جو لوگوں کے سامنے اپنے زہد وورع و تقوی کو ظاہر کرتے تھے اور جھوٹی حدیثیں گڑھتے تھے تاکہ اس کے ذریعہ سے حکام سے فائدہ اٹھائیں۔ ان کے مقرب قرار پائیں اور اس کے ذریعہ سے کثرت سے مال اور جاگیریں اور مکانات حاصل کریں۔ ان لوگوں سے یہ جھوٹی حدیثیں ایسے دیانتدار لوگوں تک پہنچیں جو جھوٹ کو جائز نہیں سمجھتے تھے لیکن

انھوں نے انھیں قبول کر لیا اور ان کو دوسروں سے نقل کرنا شروع کیا وہ تو یہ گمان کرتے تھے کہ یہ حدیثیں صحیح و حق ہیں اور اگر یہ جانتے کہ یہ گڑھی ہوئی جھوٹی اور باطل حدیثیں ہیں تو نہ ان کی روایت کرتے اور نہ انھیں اپنے دینداری کے لئے اختیار کرتے لوگوں کی یہی کیفیت وفات امام حسنؑ تک باقی رہی لیکن جب (۵۰ھ) میں امام حسنؑ کی شہادت واقع ہو گئی تو مصیبت وبلاء و فتنہ و فساد اور زیادہ ہو گیا اور اس وقت اس طرح کے لوگ (محبّ امیر المؤمنینؑ) جو بھی باقی رہ گئے تھے وہ اپنی جان کے لئے ڈرتے رہتے تھے یا وطن سے بھگادئے گئے تھے۔[۱۰]

محبان حضرت علیؑ کی آوارہ وطنی

دشمنی حضرت امیرؑ میں معاویہ نے شیعوں پر صرف انھیں مظالم پر اکتفا نہیں کی بلکہ اس نے کوفہ سے شیعوں کو نکال باہر کر کے اپنے محبوں اور دوستوں کو مختلف مقامات سے لا کر کوفہ میں آباد کر دیا تھا چنانچہ علامہ طبری متوفی ۳۱۰ھ تاریخ طبری ج ۴ ص ۱۹۲۰ مطبوعہ لیڈن میں فرماتے ہیں کہ

۱۰۔ یہاں تک کتاب الاحداث کے تحریر کردہ مطالب تھے اس وقت خود کتاب الاحداث تو کتب خانوں میں موجود نہیں ہے لیکن اس کی یہ عبارت علماء اہل سنت نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہے چنانچہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ ج ص میں اسے نقل کیا ہے اور علامہ محمد بن عقیل نے النصائح الکافیہ لمن یتولی معاویہ ص ۷۰ و ص ۷۱ پر اسے تحریر کیا ہے علامہ کی تحریر جناب فردوس مآب مولانا سید حامد حسین صاحب نے عبقات الانوار حدیث ثقلین ج ۲ ص ۵۷۷ سے ص ۵۷۹ تک اسے مرقوم فرمایا ہے۔ س۔ح۔خ۔

جب حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد اہل عراق بھی اس کے مطیع ہو گئے تو جو لوگ حضرت علیؑ کے محبّ اور مقرب تھے ان کو اس نے کوفہ سے نکالنا شروع کیا اور ان کے گھروں میں بصرہ شام اور جزیرہ کے ان لوگوں کو بسانا شروع کر دیا جو اسے دوست رکھتے تھے انھیں کو نوافل بھی کہتے تھے چنانچہ کوفہ سے قعقاع بن عمرو بن مالک کو فلسطین کے مقام ایلیا بھیج دیا۔

اب اس بحث کے آخر میں ہم علامہ ابو حامد عز الدین ہبۃ اللہ مدائنی مشہور با بن ابی الحدید معتزلی متوفی ۶۵۶ھ کا قول ان کی شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۱۱۲ سے معاویہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں موصوف فرماتے ہیں کہ

معاویہ زمانہ بھر میں حضرت علیؑ کا دشمن اور ان سے بہت زیادہ منحرف تھا اور وہ حضرتؑ کو دشمن کیوں نہ رکھتا اس لئے کہ حضرت علیؑ ہی نے جنگ بدر میں اس کے بھائی حنظلہ اور ماموں ولید بن عتبہ کو قتل کیا تھا اور بنا بر اختلاف روایات اس کے نانا عتبہ یا چچا شیبہ کے قتل میں شریک تھے۔ اور اس کے چچا کی اولاد اور قبیلہ عبد شمس کے بڑے بڑے لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔

یہ لکھنے کے بعد موصوف نے تحریر کیا ہے کہ

قتل عثمان کے واقعہ نے معاویہ کی دشمنی حضرت امیرؑ کو اور مستحکم کر دیا چند سطروں کے بعد پھر تحریر کیا ہے کہ حیات عثمان میں بھی وہ

حضرت امیرؑ سے بغض و عناد و دشمنی کا اظہار کیا کرتا تھا۔

چنانچہ اس کے ثبوت میں کچھ تاریخی حقائق بھی قلم بند کئے ہیں لیکن ہم اختصار کے خیال سے انھیں ترک کرتے ہیں۔ معاویہ کے دشمن حضرت امیرؑ ہونے کے معترف اصحاب سرور عالمؐ بھی تھے چنانچہ جناب محمد بن ابی بکر و قیس بن سعد بن عبادہ کی جو خط و کتابت ہوئی ہے وہ اس کا بہترین ثبوت ہے نیز جنگ صفین میں اصحاب پیغمبر اسلامؐ اور خصوصاً جناب عمار یاسر نے اس کے لئے جو کچھ کہا وہ بھی اس کے حضرت علیؑ سے بغض و عناد رکھنے کا بہترین ثبوت ہے۔ جس کو شک ہو کتب تاریخ میں اس کا مطالعہ کر سکتا ہے۔

بہتر ہزار منبروں پر سب و شتم حضرت امیرؑ

یہاں تک تو ہم نے ان واقعات کا تذکرہ کیا جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معاویہ دشمن حضرت امیرؑ تھا اور اس کے سبب سے وہ خود حضرت امیرؑ پر سب و شتم کرتا تھا اور پوری مملکت اسلامیہ میں آپ پر سب و شتم کے لئے فرمان جاری کر دیا تھا۔ لوگوں کو تلوار کے زور اور زر و جواہر کی لالچ دلا کر اس امر قبیح پر آمادہ کرتا تھا۔

ظاہر ہے جب اس امر میں یہ شدت اختیار کی گئی تھی پھر ممالک اسلامیہ کا کوئی شہر کوئی قصبہ کوئی دیہات ایسا نہیں رہ سکتا تھا جس کے منبر پر حضرت امیرؑ پر سب و شتم نہ ہوتا ہو حد یہ ہے کہ منبر رسول اکرمؐ پر

بھی حضرتؑ کے قبر مطہر کے مقابل ساٹھ برس تک مسلسل حضرت امیرؑ کو برا بھلا کہا جاتا رہا اور اس رسم قبیح کو سنت و مستحب بلکہ واجب قرار دے دیا گیا تھا۔ حد یہ ہے کہ بچے کھیلتے جاتے تھے اور حضرتؑ پر لعنت کرتے جاتے تھے۔

کچھ ایسے شقی و بد بخت بھی تھے جنھوں نے اپنے وظیفہ نماز کا جز حضرتؑ پر سب و شتم کو قرار دے رکھا تھا۔

اصل تو یہ ہے کہ مٹھی بھر شیعوں کے علاوہ مملکت اسلامیہ کی ہر فرد خواہ صحابی ہو یا تابعی یا تبع تابعی۔ آزاد ہو یا غلام مرد ہو یا عورت بچہ ہو یا جوان یا بوڑھا عالم ہو یا جاہل ہر شخص ساری مملکت اسلامیہ میں آپ کو برا بھلا کہتا تھا۔ اس لئے اس وقت کے مسلمانوں کی جو مردم شماری بھی ہو اس میں بس تھوڑے سے شیعوں کے علاوہ سبھی اس فعل قبیح کے مرتکب تھے۔

رہی یہ بات کے اس امر قبیح کے لئے منبر کتنے تھے حقیقت تو یہ ہے کہ ان کا بھی شمار نا ممکن ہے اس لئے کہ جب دنیا کے گوشہ گوشہ میں مسلمان پہنچ چکے تھے اور جہاں مسلمان تھے وہاں جمعہ و جماعت کا سلسلہ بھی جاری تھا اور جہاں بھی نماز جمعہ ہوتی ہوگی وہاں حضرت علیؑ کو برا بھلا کہا جاتا ہوگا۔ اس لئے منبروں کی صحیح تعداد تو نہیں بتائی جا سکتی کہ کئے ہزار یا کتنے لاکھ تھے۔

ہاں علامہ عبد الرحمٰن جلال الدین سیوطی متوفی ۱۱۱ھ نے یہ

اعتراف ضرور کیا ہے کہ بہتر ہزار سے زیادہ منبر تھے جن پر آپ کو سب و شتم کیا جاتا تھا چنانچہ صاحب نصائح کافیہ ص ۷۶ پر فرماتے ہیں کہ

اس بری و قبیح بدعت کے پھیلانے میں معاویہ کی سرکشی برابر جاری تھی حالانکہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یہ خبر دی تھی کہ حضرت علیؑ پر سب و شتم علامت نفاق ہے اور اللہ ورسولؐ کو سب و شتم کرنا ہے۔ معاویہ نے اس بری رسم پر لوگوں کو تلوار کے زور سے آمادہ کیا تھا اور اس کے بدترین عمال نے علی الاعلان بالائے منبر تمام اطراف عالم میں آپ پر سب و شتم کو اپنے اوپر واجب و لازم کر لیا تھا انتہا یہ ہے کہ مدینہ نبی میں حضرت کے قبر مطہر کے سامنے آپ کے منبر پر بھی یہ سلسلہ سب و شتم جاری رہتا تھا وہ اس میں نہ اللہ سے ڈرتا تھا نہ حرمت رسول اللہؐ کا لحاظ کرتا تھا۔ اس کے بعد معاویہ نے اپنے متبعین اور خلفاء کے لئے جو گمراہ بادشاہوں اور ائمہ ظلم و جور میں داخل تھے اسے ایک سنت قرار دے دیا تھا۔ چنانچہ وہ جابر افراد اسی کے راستہ پر چلتے رہے اور اسی مسلک پر گامزن رہے اور حضرت علیؑ کے سب و شتم و لعن کو ساٹھ برس تک جاری رکھا۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ زمانہ حکومت بنو امیہ میں ستر ہزار سے زیادہ منبر تھے جن پر حضرت علیؑ پر سب و شتم کیا جاتا تھا جس کو ان کے لئے معاویہ نے رواج دیا تھا۔ اسی کے بارے میں علامہ احمد حفظی شافعی نے اپنے اشعار میں کہا ہے کہ شیخ سیوطی نے حکایت کی ہے کہ (سب و شتم حضرت علیؑ کو) جو انھوں نے سنت قرار دیا تھا اس کے

لئے ستر ہزار دس منبر تھے جس پر وہ حیدر پر لعنت کرتے تھے یہ وہ بدترین عادت تھی جس کے مقابلہ میں بڑی سے بڑی بات چھوٹی ہو جاتی ہے بلکہ بہت سے برائیوں کا سبب بن جاتی ہے ۔ تمہاری کیا رائے ہے جس نے یہ طریقہ رائج کیا ہے وہ دشمن ہے یا نہیں ہے اور کیا وہ اسے چھپاتا تھا یا علی الاعلان کیا کرتا تھا یا کوئی عالم یہ کہتا ہے کہ ہم خاموش ہو جائیں ذرا جواب دو ہم جواب کے لئے چپ ہو گئے ہیں اے کاش مجھے علم ہو جاتا کہ ایا یہ کہا جارہا ہے کہ اس نے (سب و شتم حضرت امیر المؤمنینؑ) میں اجتہاد کیا ہے جیسا کہ ان لوگوں نے اس کی سرکشی چھپانے کے لئے کہا ہے یا اس نے الحاد و بے دینی اختیار کی ہے کیا یہ چیزیں حضرت محمد مصطفےٰؐ کو اذیت دیتی ہیں یا نہیں ذرا سنو اور بتاؤ کہ کس نے کس نے آپ کو اذیت دی ہے بلکہ جناب ام سلمہ کی حدیث میں تو یہ آیا ہے کہ جب آپ نے حضرت علیؑ پر سب و شتم کو سنا تھا تو کہا تھا کہ ، آیا تم میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ پر سب و شتم کر رہے ہیں۔ اے صاحب معرفت تو جواب میں میری امداد کر اور تو بھی اسے دشمن رکھ جو حضرت ابو ترابؑ کو دشمن رکھے۔

حیرت انگیز امر یہ ہے کہ فضائل و محامد و مناقب حضرت کے اعتراف و اقرار کے بعد صحابہ و تابعین و تبع تابعین نے کیوں کر اسے برداشت کیا اور اس رسم قبیح میں وہ کیوں کر ظالم بادشاہوں کی پیروی کرتے رہے اور ان کے دل میں خدا اور رسول کا خوف نہیں پیدا ہوا۔

کیا سب و شتم حضرت علیؑ مستحب سمجھا جاتا تھا

شیعوں کو مٹانے اور فنا کرنے کے لئے یہ رسم قبیح اس طرح معاویہ نے شروع کی تھی کہ عام افراد بشر اس کو سنت و مستحب سمجھنے لگے تھے۔ حالانکہ ارباب دیانت جانتے ہیں کہ احکام شرعیہ کی پانچ قسموں پر تقسیم شارع اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے ہوئی ہے یعنی شریعت کے احکام یا واجب ہوں گے جن کا ترک حرام و ناجائز ہے یا مستحب ہوں گے جن کے بجالانے میں ثواب اور ترک میں عقاب نہیں ہے یا مکروہ ہوں گے جن کا ترک ضروری اور بجالانے میں گناہ ہوگا یا مباح ہوں گے جن کا کرنا نہ کرنا یکساں ہے سب و شتم حضرت امیر المؤمنینؑ علی ابن ابی طالبؑ کے جواز کا ثبوت تو درکنار کسی مومن کے سب و شتم کو فرق اسلام میں سے کوئی فرقہ جائز ثابت نہیں کر سکتا چہ جائیکہ حضرت علیؑ کا سب و شتم یہ تو ایسا امر قبیح ہے جس کے ممانعت کی صریح اور واضح حدیثیں موجود ہیں یہ وہ بری بات ہے جس کے لئے پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا ہے

اخرج احمد و الحاکم و صححه عن ام سلمه رضی الله عنها قالت سمعت رسول الله صلی الله علیه و آله و سلم یقول من سب علیا فقد سبنی. (النصائح الکافیه ص ٦٦)

احمد نے اور حاکم نے نقل کیا ہے اور حاکم نے کہا ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے حدیث صحیح میں وارد ہے میں نے جناب رسول خدا کو

کہتے سنا ہے کہ جو شخص علیؑ کو سب و شتم کرے اس نے مجھے سب و شتم کیا ہے اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰؐ نے حضرت علیؑ کے سب و شتم کی ممانعت کی ہے۔

ہم اس سلسلہ میں بعض اور روایات کو اس سے قبل تحریر کر چکے ہیں۔ ظاہر ہے جب حضرت علیؑ کے برا بھلا کہنے کی ممانعت پیغمبر اسلامؐ نے کی ہے تو یہ امر قبیح سنت و مستحب کیوں کر ہو سکتا ہے۔

مگر تم کو یہ سن کر تعجب ہو گا کہ بنو امیہ کے زمانہ کے لوگ اس کو مستحب اور سنت سمجھتے تھے۔

چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ ج ا ص ۱۹۴ پر تحریر کیا ہے کہ

ابو عثمان جاحظ نے ذکر کیا ہے کہ جب ہشام بن عبد الملک نے حج کیا اور زمانہ حج میں خطبہ پڑھا تو ختم خطبہ کے بعد اس کے سامنے ایک جوان آیا اور کہا کہ اے امیر المؤمنینؑ یہ (مبارک) دن ایسا تھا جس میں خلفاء لعن ابو تراب کو مستحب سمجھتے تھے ہشام نے اس کے جواب میں کہا کہ ہم اس کے لئے (یہاں) نہیں آئے ہیں اس جوان نے جرأت کر کے یہ بات اسی سبب سے کہی تھی کہ خلفاء بنو امیہ نے عام لوگوں کے دلوں میں بر خلاف حکم رسول کریمؐ یہ بات بٹھا دی تھی کہ حضرت علیؑ پر سب و شتم کرنا دینی احکام میں داخل ہے اور ایک مستحب حکم ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ جوان ہرگز ہرگز خلیفۂ وقت کو حضرت علیؑ پر سب و شتم کے ترک کرنے پر نہ

ٹوکتا اور اس کے مستحب ہونے کا اعلان نہ کرتا۔

اس سے عجیب تر بات یہ ہے کہ موصوف اسی کتاب کے ج ۲ ص ۲۰۲ پر تحریر کرتے ہیں کہ

اہل حران کی حالت یہ تھی کہ جمعہ کے دن منبروں سے حضرت علیؑ کے سب وشتم کو ختم کیا گیا تو اہل حران نے اسے بند کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ بغیر لعن ابو تراب جمعہ صحیح نہیں ہے۔

اس سلسلہ میں حیرت انگیز چیز علامہ محمد بن عقیل کا وہ قول بھی ہے جسے موصوف نے النصائح الکافیہ ص ۸۶ سے ص ۹۰ تک تحریر کیا ہے ہم ان کی عبارت کا خلاصہ ترجمہ ذیل میں نقل کرتے ہیں موصوف فرماتے ہیں کہ

مومن جس سے تعجب کرے گا اور حکیم جس سے حیرت و استغراب میں مبتلا ہو جائے گا۔

یہ بات ہے کہ معاویہ عام مومنین سے یہ چاہتا تھا کہ وہ حضرت علیؑ پر لعنت وسب وشتم کریں اور وہ اس کے لئے پوری پوری سعی وکوشش کرتا تھا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ پروردگار عالم نے حکم دیا ہے کہ عام مومنین کے لئے استغفار کی جائے اور ان سے محبت کی جائے اس لئے کہ اس نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ

والذین جاؤ امن بعد ھم یقولون ربنا اغفرلنا و الاخواننا الذین سبقونا بالایمان۔

جو لوگ ان کے بعد آئے وہ کہتے تھے کہ پالنے والے ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔

اور یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ایمان کی طرف سبقت کرنے والوں میں حضرت علیؑ ہی نے سب سے پہلے ایمان کی طرف سبقت کی تھی۔ اس لئے جو استغفار عام مؤمنین کے لئے ہوگا وہ حضرت کے لئے لازم اور ضروری ہوگا جیسا کہ قرآن مجید میں موجود ہے نہ یہ کہ حضرت پر سب وشتم لعنت کرنا ضروری ہے جس کی طرف لوگوں کو ابو سفیان کا بیٹا (معاویہ) رغبت دلا رہا تھا۔ اور مائل کر رہا تھا۔

یقیناً معاویہ اس بدترین بدعت کے سبب سے جس کے پودے کو اس نے لوگوں کے دلوں میں اگایا تھا گمراہ ہو گیا تھا بلکہ اس بدعت کے سبب سے اس نے ایک بہت بڑے گروہ کے دلوں میں نفاق کا پودا اگا دیا تھا جس سے اس مرض میں بہت سے لوگ مبتلا ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ منکر و ناپسندیدہ چیز (لعن حضرت علیؑ) مانوس و محبوب چیز بن گئی تھی اور لوگوں کی عادتوں میں یہ بات داخل ہو گئی تھی حد یہ ہے کہ جس دن عمر ابن عبد العزیز رحمۃ اللہ نے (۹۹ھ میں) اپنے خطبہ میں حضرت علیؑ پر لعنت کو ترک کر دیا تو مسجد کے چاروں طرف سے یہ شور بلند ہوا کہ اے امیر المؤمنین سنت چھوٹ گئی اے امیر المؤمنین سنت ترک ہو گئی اے امیر المؤمنین آپ نے (خطبہ میں) سنت (لعنت حضرت علیؑ) کو ترک کر دیا۔

(اس سے بھی بالاتر یہ ہے کہ لوگوں کے دلوں میں حضرت علیؑ پر

سب وشتم کرنا شریعت میں اس طرح سے داخل ہو گیا تھا کہ)

ایک زمانہ میں تمام اہل حمص نے اس بات پر اجماع کر لیا تھا کہ بغیر لعن حضرت ابوترابؑ کے نماز جمعہ ہی صحیح نہیں ہوتی ہے۔

یہ لاعلاج مرض اور مانوس منکر و ناپسندیدہ چیز اور بری سنت جس کو معاویہ سے سرکش نے رائج کیا تھا اور بنو امیہ کے فرعونوں نے اس میں اس کی پیروی کی تھی صرف صاحبان شوکت و اقتدار اور عام لوگوں ہی میں نہیں پیدا ہو گئی تھی بلکہ اس کا زہر اہل علم اور صاحبان دین و دیانت میں بھی سرایت کر گیا تھا اور ان کو اس بات نے حضرت علیؑ اور ان کے اہل بیتؑ سے منحرف کر دیا تھا۔ یہ لوگ اس حد تک پہنچ گئے تھے کہ اگر کوئی شخص ذرا سا بھی حضرت علیؑ اور ان کے اہل بیتؑ سے انحراف کا اظہار کرتا تھا تو اس کے لئے یہ کہا جاتا تھا کہ وہ صاحب سنت ہے اور جو شخص فضائل اہل بیتؑ کی حدیثوں یا اس کے راویوں میں سے کسی راوی پر نقد و تبصرہ کرتا تھا یا بغیر کسی دلیل کے بھی فضائل اہل بیتؑ کی حدیثوں کو ضعیف و وضعی اور گڑھی ہوئی حدیث بتاتا تھا اس کے لئے کہا جاتا ہے کہ یہ سب سے زیادہ سنت کی نصرت و مدد کرتا ہے۔

(یہاں تک لکھنے کے بعد موصوف نے ایک شعر تحریر کیا ہے جس کا حاصل ترجمہ یہ ہے کہ)

یقیناً مجھے عامر کی اس بات نے شک میں مبتلا کر دیا ہے کہ عامر ہر اس شخص کو اچھی نظروں سے دیکھتا ہے جو مجھ پر ظلم و جفا کرتا ہے۔

اس کے بعد موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ

بسا اوقات ایسے اشخاص کے لئے جن کے قوت ایمان کا مقتضی یہ تھا کہ فضائل اہل بیتؑ میں جو کچھ جانتے تھے اس میں سے بعض چیزوں کو بیان کر دیں یا دشمنان اہل بیتؑ کی بعض برائیاں نقل کر دیں تو معاملہ اس کے بر عکس ہو جاتا تھا چنانچہ ان کے اس اچھے عمل پر بہتوں کو سزائیں دی گئیں اور بہت سے راویان حدیث کے فضل و شرف کا اقرار کرنے کے باوجود ان پر شیعیت کا الزام لگایا گیا۔

ذرا نیرنگی زمانہ تو دیکھو کہ علماء و محدثین کے راویوں میں سے (دشمنان حضرت علیؑ میں سے) جن لوگوں کو صحابہ میں شمار کرتے ہیں ان کے علاوہ بھی بہت سے دشمنان حضرت علیؑ کی تعدیل اور مدح و ثنا کرتے ہیں جیسے مروان بن حکم جو امام حسنؑ کے لئے کہتا تھا کہ (معاذ اللہ) تم ملعون گھرانے سے تعلق رکھتے ہو اور عمران بن حطان خارجی جس نے عبد الرحمٰن بن ملجم مرادی کی تعریف اور حضرت علیؑ کی برائیاں اپنے مشہور و معروف اشعار میں کی ہیں اور حریز بن عثمان رحبی جس کے لئے صاحب تہذیب نے کہا ہے کہ وہ حضرت علیؑ کی تنقیص کیا کرتا تھا اور آپ پر سب و شتم کرتا رہتا تھا جس کی حالت یہ تھی کہ اسمٰعیل بن عیاش کہتا ہے کہ میں اس کے ساتھ ایک اونٹ پر سوار ہو کر مصر سے مکہ آیا تو اس نے حضرت علیؑ پر سب و شتم اور لعن کرنا شروع کی وہی بیان کرتا ہے کہ میں نے حریز بن عثمان کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ پیغمبر اسلامؐ کی جو حدیث بیان کرتے

ہیں کہ آپ نے حضرت علیؑ کے لئے فرمایا انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ تم کو مجھ سے وہی منزلت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے حاصل تھی حدیث صحیح ہے لیکن سننے والے نے ایک غلطی کی ہے میں نے کہا کیا غلطی کی ہے تو اس نے کہا کہ حدیث یوں ہے کہ (معاذ اللہ) تم کو مجھ سے وہ منزلت حاصل ہے جو قارون کو موسیٰ سے حاصل تھی ازوی ناقل ہے کہ حریز بن عثمان نے روایت کی ہے کہ ایک دن نبیؐ سوار ہونے کے لئے اپنے (خچر) کے قریب آئے تو حضرت علیؑ نے اس کے تنگ کھول دیے تا کہ آپ خچر سے گر پڑیں۔

یحییٰ بن صالح سے کہا گیا کہ تم حریز بن عثمان کی حدیث کیوں نہیں لکھتے ہو اس نے کہا کہ میں ایسے شخص کی حدیث کیوں کر لکھوں جس کے ساتھ میں سات برس تک نماز صبح پڑھی وہ جب مسجد سے نکلتا تھا تو حضرت علیؑ پر ستر مرتبہ لعنت کرتا تھا۔ ابن حبان کہتا ہے کہ یہ شخص حضرت پر نماز صبح اور عشا کی نماز کے بعد ستر مرتبہ لعنت کیا کرتا تھا جب اس سے اس کے بارے میں کہا گیا تو اس نے جواب دیا کہ میں حضرت علیؑ کے بارے میں کیوں نہ ایسا کروں اس لئے کہ انھوں نے میرے آباو اجداد کا سر قلم کیا ہے۔

اس طرح کے راوی بہت سے ہیں لیکن مروان عمران اور حریز نمونہ اور مثال کے طور پر پیش ہیں اس لئے کہ یہ لوگ صحیح بخاری کے راویوں میں داخل ہیں جو کتب حدیث میں سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے۔

مصبعی کے حالات میں ذہبی نے کہا ہے کہ وہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ سنت کی نصرت کرتا تھا اور اس کے فضائل یہ تھے یہ تھے لیکن حدیثیں گڑھا کرتا تھا۔ اور جوزجانی کے حالات میں کہا ہے کہ وہ حفاظ حدیث میں موثق آدمی تھا لیکن حضرت علیؑ سے منحرف تھا۔ یہ ہیں موثق و معتبر راوی جن کی احادیث سے اللہ کے دین کی باتوں میں احتجاج کیا جاتا ہے۔

لا واللہ ثم لا واللہ اب ذرا تم اس کے ضد کو بھی دیکھو کہ جو لوگ حضرت علیؑ اور ان کے اہل بیتؑ کی طرف مائل تھے ان پر ان کے بڑے بڑے فضائل کے باوجود شیعیت کا الزام لگایا گیا ہے گویا انھوں نے گناہان کبیرہ میں سے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہے اسی کے سبب سے ان کو اذیتیں بھی دی گئیں عدالت کو مجروح بھی کیا گیا۔

تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ جب امام نسائی نے خصائص امام علیؑ کو جمع کیا تو ان پر کیا گذری ان سے مسجد جامع دمشق میں مطالبہ کیا گیا کہ وہ اسی طرح خصائص معاویہ تحریر کریں تو انھوں نے جواب دیا کہ مجھے تو معاویہ کے بارے میں نبیؐ کا صرف یہ قول معلوم ہے کہ خدا اس کے پیٹ کو نہ بھرے یہ سنتے ہی لوگوں نے ان کو جوتوں سے مارنا شروع کیا اور ان کے خصیتین کو ملنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ دنیا سے جام شہادت پی کر گذر گئے علامہ ذہبی نے سقہ واسطی کے حالات میں تحریر کیا ہے کہ خدا ان کے سن اور علم میں برکت عطا کرے اس پر اتفاق ہے کہ جب انھوں نے

حدیث طیر کو تحریر کرایا تو لوگ اس کو نہ برداشت کر سکے لوگوں نے ان پر حملہ کیا اور ان کی نشست گاہ سے انھیں اٹھا دیا اور جہاں حدیث طیر لکھوائی گئی تھی اسے پانی سے دھو ڈالا یہ حالت دیکھ کر وہ چلے گئے اور گھر میں بیٹھ رہے اور پھر واسط کے کسی آدمی کے سامنے کوئی حدیث نہیں نقل کی۔

موصوف نے حافظ ابن عقدہ کے حالات میں لکھا ہے کہ ان کی شیعیت کے سبب سے لوگ ان کے دشمن ہو گئے۔

ذہبی ہی کہتے ہیں کہ حجاج نے ابن ابی لیلیٰ کو حضرت علیؑ کو سب و شتم کرنے کے لئے پیٹا۔ وہ یحییٰ بن کثیر کے حالات میں کہتے ہیں کہ چونکہ وہ بنو امیہ کی برائی کرتے تھے اس لئے ان کو پیٹا گیا اور ڈاڑھی مونڈ دی گئی

ابو الفرج نے خندف بن بدر اسدی کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ عمر بن شبہ نے نقل کیا ہے کہ وہ زمانہ حج میں لوگوں کے مجمع میں کھڑے ہوئے اور کہا کہ تم لوگ حق پر نہیں ہو اس لئے کہ تم نے اہل بیتؑ نبیؐ کو ترک کر دیا ہے حالانکہ حق انھیں کے ساتھ ہے اور وہی امام ہیں۔ وہ یہ نہیں کہتا کہ خندف نے کسی کو سب و شتم بھی کیا ہو لیکن پھر بھی لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور مارنا شروع کیا اور مارتے مارتے ان کو قتل کر دیا۔

ذہبی کا بیان ہے کہ عباس بن عوام کے اظہار شیعیت کے سبب سے رشید نے ایک عرصہ تک قید رکھا۔

ایک شاعر نے بڑی سچی بات کہی ہے کہ

اس خائن زمانہ میں یہودی اپنے نبیؑ کی محبت و الفت کے باوجود امن و اطمینان سے رہتے ہیں اور صلیب پرست عیسائی حضرت عیسیٰ کی محبت کے باوجود نجران کے قریوں میں تکبر کے سبب سے اترائے ہوئے چلتے پھرتے ہیں لیکن وہ مومنین جو آل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے محبت رکھتے ہیں اس محبت کے سبب سے آگ میں جھونک دیئے جاتے ہیں۔

ان سب باتوں سے زیادہ عظیم و بزرگ بات یہ ہے امام جعفر صادقؑ کی عظیم شخصیت کے باوجود بعض لوگ ان پر جرح و قدح کرتے ہیں۔

اس کے بعد شاعر حماسی کا ایک شعر بطور مثل تحریر کیا ہے کہ

میری زوجہ میرے بیٹے عرار کو ذلیل کرنا چاہتی ہے۔ میں اپنے عمر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو شخص عرار کے ذلیل کرنے ارادہ کرے گا اس نے یقیناً ظلم کیا ہے۔

اب ذرا تم پوری توجہ سے بعض ان چیزوں کو دیکھو جو امام جعفر صادق علیہ السلام کے لئے کہی گئیں ہیں۔

کتاب تہذیب التہذیب میں مذکور ہے کہ ابن مدائنی نے ذکر کیا ہے کہ یحیٰی ابن سعید قطان سے امام جعفر صادقؑ کے لئے سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا میرے دل میں ان کے بارے میں کچھ ہے اور مجھے تو مجالد

امام جعفر صادق سے زیادہ محبوب ہے۔

سعید بن ابی مریم نے کہا ہے ابو بکر بن عیاش سے کہا گیا کہ تم نے تو امام جعفر صادقؑ کا زمانہ پایا ہے اس کا کیا سبب ہے کہ تم نے ان کی حدیثیں نہیں سنی ہیں تو انھوں نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ان حدیثوں کے بارے میں دریافت کیا جسے وہ بیان کرتے تھے کہ کیا یہ وہ حدیثیں ہیں جنھیں آپ نے لوگوں سے سماعت کی ہیں تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ یہ وہ حدیثیں ہیں جن کو ہم نے اپنے آباو اجداد سے روایت کی ہے ابن سعید کہتا ہے کہ امام جعفر صادقؑ کثرت سے حدیثیں بیان کیا کرتے تھے لیکن ان کی حدیثوں سے احتجاج نہیں کیا جاتا بلکہ ان کو ضعیف سمجھا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ امام جعفر صادقؑ سے دریافت کیا گیا کہ کیا آپ نے یہ حدیثیں اپنے والد ماجد سے سنی ہیں تو آپ نے فرمایا ہاں۔ ایک مرتبہ اور دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ (میں نے اپنے والد سے سنا تو نہیں مگر) میں نے ان کی کتابوں میں ان احادیث کو پایا ہے۔ حافظ ابن حجر نے ان واقعات کو لکھنے کے بعد کہا ہے کہ آپ سے مختلف احادیث کے بارے میں یہ سوالات کئے گئے تو آپ نے جن احادیث کی سماعت کی تھی ان کے لئے تو کہہ دیا کہ میں نے اسے سنا ہے اور جن احادیث کو ان سے نہیں سنا تھا ان کے لئے یہ کہہ دیا کہ میں نے ان کو ان کی کتابوں میں پایا ہے (یہ تو نقص و عیب نہیں ہے) بلکہ کمال تحقیق و تدقیق کی دلیل ہے۔

(علامہ محمد بن عقیل کہتے ہیں کہ) سوائے بخاری کے صحاح ستہ میں سے سب کتابوں میں امام جعفر صادقؑ کی حدیثوں سے احتجاج کیا گیا ہے لیکن آپ کے بارے میں ابن سعد۔ ابن عیاش اور ابن قطان نے جو کچھ کہا ہے وہ باتیں بخاری کو معلوم ہوئیں اور ان سے دھوکے میں مبتلا ہو گئے۔ (اور ان کی حدیثیں تو بخاری میں نقل کی ہیں مگر صادق آل محمدؐ کی حدیثیں نہیں نقل کیں) لیکن جن لوگوں کا ہم نے پہلے تذکرہ کیا ہے (بخاری کے علاوہ باقی صحیح کتابیں) ان میں حضرت کی احادیث سے احتجاج کیا گیا ہے اس مقام پر عاقل متحیر و پریشان ہو جاتا ہے کہ امام جعفر صادقؑ کو بخاری رحمۃ اللہ نے جو ضعیف قرار دیا ہے تو ان کی جانب سے کیا معذرت کرے اس مطلب کو چند شعروں میں کسی شاعر نے ذکر کیا ہے وہ کہتا ہے کہ

قضية يشبه بالمرزئه هذا البخارى امام الفئه بالصادق الصديق ما اهتج فى صحيحه و احتج بالمرجئه مثل عمران بن حطان او مروان و ابن المرئة المخطيه مشكلة ذات عوارالى حيرت ارباب النهيه ملجبأ حق بيت يممته الورى مغذة فى السير او مبطئه ان الامام الصادق المجتبى بفضله الا يه اتت منبأ اجل من فى عصره رتبة لم يقترف فى عمره السيئه قلامة من ظفر ابهامه تعدل من مثل البخارى مئه.

یہ قضیہ ہے جو مصیبت سے زیادہ مشابہ ہے کیوں کہ بخاری نے جو

اہل سنت کا امام ہے اپنی صحیح میں جناب صادقؑ ایسے صدیق سے احتجاج نہیں کیا حالانکہ مرجئہ کے گروہ سے احتجاج کیا ہے یعنی بخاری نے عمران بن حطان خارجی اور مروان (طرید رسول) اور زناکار عورت کے بیٹے (زیاد ابن ابیہ) سے روایت کی ہے یہ ایک مشکل امر ہے جو عیب دار بنا دیتا ہے اور مجبور کرتا ہے کہ ارباب عقل حیرت میں مبتلا ہو جائیں قسم ہے اس گھر کی جس کا لوگ تیز رفتاری یا آہستہ روی سے قصد کرتے ہیں کہ یقیناً امام جعفر صادقؑ وہ برگزیدہ خدا ہیں جن کی فضیلت کی آیات قرآنی خبر دے رہی ہیں آپ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے مرتبہ میں افضل ہیں اور آپ سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا آپ تو وہ ہیں کہ جن کے پیر کے انگوٹھے کے ناخن کا ایک ریزہ سو بخاری کے برابر ہے۔

ہم کو کلام کہاں سے کہاں کھینچ لایا اور بہت طویل بھی ہو گیا۔ لیکن اس سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ اہل بیتؑ نبوی اور ان کے شیعوں پر کیا کیا مصیبتیں پڑی ہیں جن کی بیخ و بنیاد یہی معاویہ سرکش ہے اور اس نے جناب امیر اور ان کے اہل بیتؑ کے سب و شتم و توہین و تنقیص کی جو شہرت دنیا میں کی تھی اور نشر و اشاعت کرتا رہتا تھا اور بزور شمشیر اس کی تاکید کیا کرتا تھا آخرت میں ان سب کا وبال اسی کی طرف پلٹ کر جائے گا جس دن جس شخص نے جو کچھ کیا ہے خواہ اچھائی یا برائی اس کو اپنے سامنے حاضر اور موجود پائے گا اور یہ تمنا کرے گا کہ کاش اس کے اور اس کے اعمال کے درمیان بہت بڑا فاصلہ ہوتا صحیح مسلم میں جریر بن عبداللہ

سے یہ حدیث وارد ہے کہ

من سن فی الاسلام سنة حسنة کان له اجرها و اجر من عمل بها الی یوم القیمة و من سن فی الاسلام سنة سیة کان علیه و زرها و وزر من عمل بها الی یوم القیمة .

اسلام میں جس شخص نے کسی سنت حسنہ کی بنیاد ڈالی ہے اس کو خود اس کا اجر اور ان لوگوں کا اجر بھی ملے گا جو قیامت تک اس پر عمل کریں گے۔ اور جس شخص نے کسی برے طریقہ کو اسلام میں جاری کیا ہے اسے خود اس کے گناہ کا وبال اور ان کے گناہوں کا وبال قیامت تک ملے گا جنھوں نے اس پر عمل کیا ہے۔

ابن ماجہ نے انس سے روایت کی ہے اور اسے صحیح بھی قرار دیا ہے۔

ایما داع دعا الی ضلالة فاتبع فان علیه مثل اوزار من تبعه و لا ینقص من اوزارهم شیا و ایما داع دعا الی الهدی فاتبع فان له مثل اجور من اتبعه و لا ینقص من اجور هم شیا .

جو بلانے والا کسی گمراہی کی طرف لوگوں کو بلائے گا اور اس کی اس میں پیروی کی جائے گی تو تمام پیروی کرنے والوں کا گناہ اس کی گردن پر ہوگا اور ان لوگوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی اور جو بلانے والا کسی ہدایت کی طرف لوگوں کو بلائے گا اور اس کی پیروی کی جائے گی تو اسے تمام متابعت کرنے والوں کے برابر ثواب ملے گا اور ان کے ثواب میں بھی

کوئی کمی نہیں ہوگی۔

یہ ایک سنی عالم کا ارشاد گرامی ہے علامہ ابن عقیل کا یہ ارشاد گرامی اتنا مستحکم اور مضبوط ہے کہ اس کے مزید وضاحت کی ضرورت نہیں ہے موصوف کے اس تحریر سے اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ اس بدعت بد کو معاویہ نے اس طرح رائج کیا تھا کہ اسے ایک دینی فریضہ سمجھا جانے لگا تھا جو قطعاً غلط بے بنیاد اور احکام شرعیہ اور احادیث نبویہ کے منافی تھا۔

ظاہر ہے کہ کسی امر کو واجب و حرام و مستحب و مکروہ و مباح شارع اسلام کے حکم کے بعد ہی کہا جا سکتا ہے۔ لیکن اس زمانہ کے لوگوں کے دلوں میں دشمنی حضرت امیرؑ اس طرح بٹھادی گئی تھی کہ وہ اسے مستحب و واجب سمجھنے لگے تھے۔ زمانۂ بنو امیہ ہی سے یہ خوئے بد علماء و محدثین میں پیدا ہونا شروع ہو گئی جس کے اثرات اب بھی پائے جاتے ہیں اسی سبب سے حضرت امیرؑ کے فضائل کو وہ برداشت نہیں کر پاتے اور آپ کے دشمنوں کی بے حد مدح و ثنا کرتے رہتے ہیں۔

سب و شتم حضرت امیرؑ میں عمال معاویہ کی سعی و کوشش

جس طرح حضرت امیر المؤمنینؑ کی توہین و تذلیل اور شیعوں کو ستانے کے لئے معاویہ سب و شتم حضرت امیر المؤمنینؑ کیا کرتا تھا اسی

طرح ساری مملکت اسلامیہ میں جہاں جہاں بھی جو حاکم تھا وہ بھی حضرت علیؑ پر سب و شتم کیا کرتا تھا۔ اس میں ذرہ برابر سستی و کاہلی نہیں کرتا تھا۔

بات یہ تھی کہ معاویہ نے اس امر قبیح کے لئے ساری مملکت میں فرمان جاری کر دیئے تھے۔ جس کی تعمیل ہر حاکم پر لازم تھی خواہ وہ صحابی ہو یا غیر صحابی۔

عمال کی ترقی و تنزل اور ان کا تقرر و برخاست ہونا بھی اسی پر موقوف تھا۔ چنانچہ سعید بن عاص جب والی مدینہ معین ہوا تو وہ سب و شتم حضرت امیرؑ سے پرہیز کرتا تھا اس لئے معاویہ نے اسے برخاست کر دیا اور اس کی جگہ مروان بن حکم کو دوبارہ حاکم مدینہ بنا دیا۔

معاویہ کے ان عمال نے اس رسم قبیح پر شدت سے عمل ہی پر اکتفا نہیں کی بلکہ وہ شیعوں کو طرح طرح سے ستاتے بھی تھے قسم قسم کی اذیتیں بھی دیتے تھے نئے نئے انداز سے قتل بھی کرتے تھے اور شیعہ تھے کہ محبت امیر المؤمنینؑ کو سینے سے لگائے ہنسی خوشی ان تمام مصائب کو جھیلتے رہتے تھے آیئے ایک سنی عالم کی زبان سے عمال معاویہ کے کردار کو دیکھئے۔

علامہ محمد بن عقیل النصائح الکافیہ ص ۶۴ پر مقتولین صفین کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ

صفین کے مقتولین کے بعد ان لوگوں کے واقعات شہادت ہیں جن کو عمال معاویہ نے موت امام علی علیہ السلام کے بعد موت کے گھاٹ

اتار اتھا جسے مغیرہ بن شعبہ وزیاد بن سمیہ وسمرہ بن جندب وعمرو بن العاص و مسلم بن عقبہ وعبید اللہ بن زیاد وغیرہ ان عمال نے بہت سے مسلمانوں کو تہ تیغ کیا اور ظلم وجور سے کتنے ہی وحدانیت پرست انسانون کا خون بہایا۔ ان عمال کا حال یہ تھا کہ جب کوئی شخص سب وشتم امام علی بن ابی طالبؑ سے پرہیز کرتا تھا اور اس دین سے برائت وبیزاری سے انکار کردیتا تھا جس کے ذریعہ اللہ کی معرفت حاصل ہوتی تھی جو دین اسلام حق تھا تو اسے قتل کر دیا جاتا تھا یہ سب نقل متواتر سے ثابت ہے جس کے بعد معاویہ وعمال معاویہ سے ان افعال کے واقع ہونے میں کسی صاحب عقل وبصیرت کو شک وشبہ ہو ہی نہیں سکتا ہے۔

ان واقعات اور ان کے مانند تاریخ کے متواتر بیان کئے ہوئے حالات سے جو شخص انکار کرے وہ دو قسم کے لوگوں میں شمار کیا جائے گا یا تو مفضل ہوگا بلکہ عقل سے بالکل خالی ہوگا اس لئے کہ جن سچے واقعات کو عالم وجاہل سب ہی جانتے ہیں اور جن کو ہزاروں اشخاص نے نقل کیا ہے وہ اس کی تصدیق نہیں کرتا ہے اور یہ غفلت وبے عقلی وکند ذہنی کا انتہائی درجہ ہے یا ایسا عقلمند انسان ان سے انکار کرے گا جو دل سے توان واقعات کی تصدیق کرتا ہے لیکن زبان سے اس لئے انکار کرتا ہے کہ لوگ اسے رافضی کہیں گے اس کی طرف مخالفت اہل سنت کی نسبت دیں گے اور یہ ایک عظیم مصیبت ہے اور ایک ایسی عادت ہے جس کو خدا و رسولؐ دشمن رکھتے ہیں معاویہ کے اکثر مددگار اور اس طرح کے واقعات کی اس

سے نفی کرنے والے لوگ ایسے ہیں جو زبان سے ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان کے دلوں کی گہرائی میں نہیں ہے۔ کیا وہ یہ نہیں جانتے ہیں کہ اللہ ان کے دلوں کے راز اور سر گوشیوں کو جانتا ہے اور غیب کی باتوں سے باخبر ہے۔

کیا کسی سچے مومن کے لئے جائز ہے کہ وہ معاویہ اور اس کے عمال کے ان جرائم قتل و غارت کو اچھی طرح جان لینے کے بعد جن کو ہم ذکر کر چکے ہیں یہ کہے کہ وہ اور اس کے عمال اس پر اجر پائیں گے اس لئے کہ وہ سب کے سب مجتہد تھے کیا انھیں یہ نہیں معلوم ہے کہ جو شخص خدا اور رسولؐ کو دشمن رکھے اس کے لئے ہمیشہ کے لئے عذاب جہنم ہے اور یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔

معاویہ کے مددگار کہتے ہیں کہ معاویہ اور اس کا گروہ عمار کے قتل پر ثواب کا مستحق ہے عمار ان کو جنت کی طرف بلا رہے تھے اور وہ لوگ عمار کو جہنم کی طرف دعوت دے رہے تھے۔ یہ لوگ ایسی بات کہتے ہیں جس سے جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور پتھر بھی پگھل کر پانی ہو جاتا ہے یہ تو بہت بڑا کلمہ ہے جو ان کے ذہن سے نکلتا ہے۔ یقیناً وہ لوگ یہ غلط اور جھوٹ کہتے ہیں پالنے والے یہی لوگ حق سے گمراہ ہو گئے ہیں اور انھوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے ان کی زبانیں جھوٹ باتیں زبان پر لاتی ہیں بھلا ان کے لئے نیکیاں کہاں سے ہو سکتی ہیں یقیناً ان کے لئے جہنم ہے اور ان لوگوں نے جان بوجھ کر زیادتی کی ہے۔

حضرت نبی کریمؐ تو فرماتے ہیں جو مسلمانوں کو ان کے رستوں پر اذیت پہنچائے اس پر ان کی لعنت واجب ہو گئی ہے اسے طبرانی نے اپنی کتاب کبیر میں اپنے اسناد سے حسن سے اس نے حذیفہ بن اسد سے نقل کیا ہے پس جب ایسا شخص جو مسلمانوں کے راستہ میں ان کو اذیت پہنچائے مسلمانوں کی لعنت کا مستحق ہے تو پھر مسلمانوں کی لعنت کا ایسا شخص کیوں کر نہ مستحق ہوگا جو ان کا خون بہا کر انھیں اذیت دے اور آئمہ اہل بیتؑ نبی اور دوسرے افراد کی عزت و حرمت کو ضائع کر کے ان کو تکلیفیں پہنچائے اور مسلمانوں کو سونا چاندی مال فی و غنیمت اپنے لئے مخصوص کر لے۔

یہ ہے عمال معاویہ کا کردار اور خود اس کی تصویر جسے ایک جلیل القدر سنی عالم نے تحریر کیا ہے۔

معاویہ اپنے عمال اور رعیت سے صرف سب و شتم حضرت امیرؑ ہی کا کام نہیں لیتا تھا بلکہ جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں ان سے جعلی حدیثیں تیار کرنے کا کام بھی لیا کرتا تھا اور اس کے صلہ میں ان کو بڑی بڑی رقمیں بھی دیا کرتا تھا جاگیریں اور منصب عطا کرتا تھا اور وہ لوگ حضرت علیؑ کی برائی میں طرح طرح کی حدیثیں گڑھ گڑھ کر بیان کرتے رہتے تھے۔

چنانچہ شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۵۸ پر مرقوم ہے کہ

ان معاویه وضع قوما من الصحابه و قوما من التابعین

علی روایة اخبار قبیحه فی علی علیه السلام تقتضی الطعن فیه و البرائة منه و جعل لهم علی ذلك جعلا یرغب فی مثله فا ختلقوا ما ارضاه منهم ابو هریره و عمرو ابن العاص و المغیرة بن شعبه و من التابعین عروة بن الزبیر .

معاویہ نے صحابہ و تابعین میں سے ایک گروہ کو معین کیا تھا کہ وہ حضرت علیؑ کے لئے ایسی بری بری خبریں بیان کریں جس سے آپ پر طعن و تشنیع کیا جا سکے اور برأت کی جا سکے معاویہ نے اس کے بدلہ میں ان کے لئے اتنا بڑا عوض مقرر کیا تھا کہ جس کی طرف رغبت کی جا سکے چنانچہ لوگوں نے ایسی ایسی جھوٹی حدیثیں بنائیں جس سے معاویہ ان سے راضی و خوشنود ہو گیا ان لوگوں میں ابو ہریرہ، عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبہ داخل تھے اور تابعین میں سے عروہ بن زبیر تھا۔

ہم عمرو بن عاص کی گڑھی ہوئی حدیثوں میں سے ایک حدیث بطور نمونہ یہاں تحریر کرتے ہیں جس کو پیغمبر اسلامؐ سے بسند متصل مسلم و بخاری نے بھی نقل کیا ہے حدیث یہ ہے عمرو کا بیان ہے کہ

قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آله یقول ان ال ابی طالب یسوا لی باولیاء انما ولی اللّٰہ و صالح المومنین .

(شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۵۸)

وہ کہتا ہے میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آل ابو طالبؑ میرے ولی نہیں ہیں میرا ولی اللہ ہے اور

صالح المؤمنین ہے۔

قرآن واسلامی تاریخ وحدیث خود اس کے جھوٹ وغلط ہونے کو بیان کرر ہے ہیں اس لئے کہ جناب ابو طالبؑ اور ان کی اولاد نے جو نصرت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کی ہے مسلمانوں میں سے کسی نے نہیں کی آل ابی طالب خصوصاً حضرت علی کی نصرت وامداد کا کوئی منافق وکافر بھی انکار نہیں کر سکتا ہے۔

یہ دشمنی کی انتہاء ہے کہ آپ کے بغض عناد نے ان دشمنوں کو اتنا اندھا بنا دیا تھا کہ ایک غلط اور جھوٹی بات پیغمبر اسلامؐ کی جانب منسوب کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے ہیں حالانکہ آپ نے اس کی سخت ممانعت کی ہے متعدد احادیث اس کی مذمت میں بھی وارد ہیں۔

اسی طرح اس نے سمرہ بن جندب کو چار لاکھ درہم دے کر ایک آیت غیض وغضب حضرت امیرؑ کے لئے اور ایک آیت رحمت ورافت ابن ملجم مرادی لعین کے لئے نقل کرائی چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی شرح نہج البلاغہ ج اص ۳۱۱ پر تحریر فرماتے ہیں کہ

ابو جعفر کہتے ہیں کہ روایت کی گئی ہے کہ معاویہ نے سمرہ ابن جندب کو ایک لاکھ درہم اس لئے دئے کہ وہ حسب ذیل آیت کے شان نزول کو حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں نقل کرے۔

ومن الناس من یعجبك قوله فی الحیاة الدنیا و یشهد الله علی ما فی قلبه و هو الخصام و اذا تولی سعی فی الارض لیفسد

فیھا و یھلک الحرث و النسل و اللہ لا یحب الفساد .

لوگوں میں بعض ایسے ہیں کہ جن کی بات دنیاوی زندگی میں تم کو اچھی معلوم ہوتی ہے حالانکہ جو کچھ اس کے قلب میں ہے اللہ اس کا گواہ ہے وہ بہت سخت جھگڑنے والا ہے اور جب وہ زمین پر حاکم ہو جائے گا تو فساد کے لئے سعی و کوشش کرے گا اور کھیتی اور نسلوں کو ہلاک کر دے گا اور خدا فساد کو دوست نہیں رکھتا ہے۔

اور دوسری آیت ابن ملجم لعن کے بارے میں نازل ہوئی ہے وہ یہ آیت ہے

ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللہ .

لوگوں میں بعض ایسے ہیں جو اپنے نفس اللہ کی رضامندی کے عوض میں بیچ ڈالتے ہیں۔

تو اس نے قبول نہیں کیا تو معاویہ نے دو لاکھ درہم دئے سمرہ نے اسے بھی قبول نہیں کیا تو اس نے چار لاکھ درہم دئے تو قبول کر لیا اور اس کی روایت کر دی۔

سمرہ ابن جندب نے صحابی رسولؐ ہونے کے باوجود یہ جھوٹی حدیث گڑھ کر پیش کر دی اور غضب و خدا اور سولؐ سے نہیں ڈرا۔

اسی طرح ابو ہریرہ نے حضرت کی مذمت میں ایک جھوٹی حدیث کوفہ میں بیان کی تو معاویہ نے اسے مدینہ کا والی بنا دیا۔

چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید معتزلی شرح نہج البلاغہ ج اص پر علامہ ابو جعفر اسکافی کی کتاب التفصیل سے نقل کرتے ہیں کہ اعمش بیان کرتا ہے کہ

جب ابو ہریرہ معاویہ کے ساتھ عام الجماعۃ میں عراق میں آیا اور مسجد کوفہ میں داخل ہوا تو جب استقبال کرنے والوں کا مجمع بہت زیادہ ہو گیا تو ابو ہریرہ اپنے گھٹنے کے بھل بیٹھ گیا اور کئی مرتبہ سر پر ہاتھ مارا اور کہنے لگا اے اہل عراق تم لوگ گمان کرتے ہو کہ میں خدا اور رسولؐ پر جھوٹ باندھتا ہوں اور اپنے نفس کو آگ میں جلاؤں گا خدا کی قسم میں نے رسول خدا کو کہتے سنا ہے کہ میرا حرم غیر سے ثور تک مدینہ ہے جو شخص مدینہ میں کوئی نئی بات کرے اس پر خدا و ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ علیؑ نے مدینہ میں نئی بات کی ہے جب معاویہ نے یہ سنا تو ابو ہریرہ کو انعام دیا اس کا اعزاز و اکرام کیا اور مدینہ کا حاکم بنا دیا۔

اس طرح کی صدہا حدیثیں ہیں جو بنا کر پیغمبر اسلامؐ کی طرف منسوب کر دی گئیں لیکن ہم اختصار کے سبب سے انھیں ترک کرتے ہیں۔

شیعوں کا ایک عجیب و غریب کردار

جب تمام مملکت اسلامیہ میں شیعوں کے تباہ و برباد کرنے کے لئے حکومت وقت کی پوری مشین حرکت میں تھی بر سر منبر حضرت امیرؑ

کو سب و شتم کیا جا رہا تھا۔ شیعوں پر طرح طرح کے مظالم کئے جا رہے تھے اس وقت شیعوں نے اپنے امام کی اطاعت اور صلح امام حسنؑ کے احترام میں یہ عجیب و غریب کردار پیش کیا کہ ہر طرح کے مصائب سہے آلام جھیلے لیکن تلوار نیام سے نہیں نکالی حالانکہ جب معاویہ نے کوفہ میں صلح ہو جانے کے بعد یہ اعلان کر دیا کہ

انی شرطت القوم شروطا و وعدتهم عدات و منيتهم امانی ارادة اطفاء نار الحرب و مداراة لهذه الفئة اذا جمع الله لنا كلمتنا و الفتنا فان كل ما هناك تحت قدمی هاتين . (كتاب الامامه و السياسه)

میں نے قوم (امام حسنؑ اور ان کے متبعین) سے کچھ شرطیں اور وعدے کئے ہیں اور کچھ امیدیں دلائیں ہیں صرف اس لئے کہ جنگ کی آگ بجھ جائے اور اس گروہ کی دلجوئی ہو جائے اب جب کہ خدا نے ہم کو متحد و متفق کر دیا ہے جتنی شرطیں اور وعدے یہاں میں نے کئے ہیں وہ میرے ان پیروں کے نیچے ہیں۔

ظاہر ہے معاویہ کے اس اعلان کے بعد شیعوں کے لئے بہانہ تھا کہ وہ خود تلوار لے کر میدان میں آجاتے یا معاویہ کے دشمنوں کا ساتھ دیتے اور ان کے ہاتھ مضبوط کر دیتے تا کہ اقتدار اس سے چھن جائے اور اورنگ حکومت سے اسے ہٹا دیا جائے۔

لیکن شیعوں نے ایسا نہیں کیا نہ خود تلوار لے کر میدان میں آئے

اور نہ معاویہ کے دشمنوں کے ہاتھ مضبوط کئے۔ بات یہ تھی کہ وہ اپنے امام کے چشم و ابرو کو دیکھتے تھے اور ان کو معاویہ سے جنگ کے لئے امامؑ کی اجازت نہیں تھی۔

بعض پر جوش روسائے قبائل نے بےچین ہو کر امامؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرضداشت بھی پیش کر دی کہ جب معاویہ نے صلح کے تمام شرائط مسترد کر دیے ہیں تو اٹھئے اور اپنا حق چھین لیجئے۔ ہم کوفہ سے معاویہ کے عامل کو نکالے دیتے ہیں۔ یہ سلیمان بن صرد اور ان کے رفقاء کے جذبات کا خلاصہ ہے تفصیل کے لئے کتاب الامامت و السیاسہ ص ۱۳۶ ج ا کا مطالعہ کیجئے، اس کے جواب میں امام حسنؑ و امام حسینؑ نے جو کچھ فرمایا ہے اور ان پر شیعہ جس طرح کاربند رہے ہیں حیرت انگیز ہے۔

سلیمان ابن صرد کے جواب میں امام حسنؑ نے ارشاد فرمایا کہ

امابعد تم لوگ ہمارے شیعہ اور محبّ ہو اور ایسے افراد ہو جن کے اخلاص و حسن صحبت کو ہم اچھی طرح جانتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ تم ثابت قدم ہو جو کچھ تم نے کہا میں سمجھ گیا اگر میں دنیا حاصل کرنے کے لئے تدبیریں کرتا اور مال دنیا کے لئے کام کرتا تو معاویہ سے زیادہ شجاع و بہادر تھا اور زیادہ مضبوط تھا اور میری رائے اس کے برخلاف ہوتی جو تمہاری رائے ہے۔ لیکن میں تم کو اور اللہ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ تم نے جو کچھ دیکھا میں نے اسے صرف تم لوگوں کے خون کی حفاظت اور آپس کے اختلافات کو دور کرنے کے لئے کیا ہے۔ اس لئے اللہ سے ڈرو

مقدرات الٰہی پر راضی رہو اور اپنے امور کو اللہ کے سپرد کر دو اور اپنے گھروں میں بیٹھے رہو اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو تاکہ راحت مل جائے یا فاجر سے راحت حاصل کی جا سکے۔۔۔۔۔۔۔ تم لوگوں پر لازم ہے کہ جب تک معاویہ زندہ ہے اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے رہو (اور لڑائی جھگڑا نہ کرو)۔

امام حسنؑ سے گفتگو کے بعد سلیمان بن صرد امام حسینؑ کے پاس آئے اور جو پیش کش ان کے سامنے کی تھی امام حسینؑ کے سامنے بھی اسے پیش کیا حضرتؑ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ

تم میں سے ہر شخص پر لازم ہے کہ جب تک معاویہ زندہ ہے اپنے گھروں میں بیٹھے رہو (اور لڑائی جھگڑا نہ کرو)۔

شیعوں پر معاویہ کے بیس سالہ حکومت میں لرزہ خیز مظالم توڑے گئے لیکن شیعوں نے طول و عرض مملکت اسلامیہ میں کہیں تلوار نیام سے نہیں نکالی اور ان دونوں اماموںؑ کے حکم کی پوری تعمیل کرتے رہے شیعوں نے اپنا دوسرا مثالی کردار یہ دکھایا کہ جب خوارج نے سر اٹھایا اور معاویہ نے ان کی سرکوبی کے لئے ہدایات جاری کیے تو اس موقع پر انھوں نے اس کے عمال سے پورا پورا تعاون کیا بلکہ مغیرہ نے صرف شیعوں ہی کے ہاتھوں خوارج کو تباہ و برباد کر دیا۔

شیعوں کو معاویہ سے جو نفرت تھی حضرت امیرؑ کے نام و نشان مٹانے میں وہ جس طرح کوشاں تھا اس کا مقتضی تو یہ تھا کہ وہ خوارج

نہروان کے ساتھ ہو جاتے انھیں تقویت پہنچاتے تاکہ معاویہ کا خاتمہ ہو جائے۔

لیکن شیعوں نے اپنے بلند کردار سے خوارج کا ساتھ دینا کیسا انہیں فنا کر دیا۔ اور بے پناہ مظالم سہنے کے باوجود نہ خود نیام سے تلوار نکالی اور نہ دو دشمنوں کو آپس میں لڑتے دیکھ کر خاموش تماشائی بنے رہے بلکہ ان دونوں دشمنوں میں جو دشمن حضرت امیرؑ کا زیادہ دشمن تھا انھوں نے اس کے وجود کو مٹانے کے لئے کمر ہمت باندھ لی اور اور ابھرتے ہوئے خوارج کا ایسا پیچھا کیا ایسا پیچھا کیا کہ ان کی کمر توڑ دی اور ایسا پسپا کر دیا کہ پھر ان میں ابھرنے کی طاقت نہیں رہی۔

اگر چہ خوارج کے مقابلہ میں شیعوں اور صرف شیعوں کو لڑنے کے لئے بھیجنے میں مغیرہ ابن شعبہ نے دھری سیاست سے کام لیا تھا اس نے اور عبد اللہ بن عامر نے یہ تدبیر کی کہ معاویہ کے دو دشمنوں کو لڑا دو اگر دونوں کٹ مرے تو معاویہ کے دشمن روئے زمین پر باقی نہ رہ جائیں گے اور اگر خوارج کا وجود ختم ہوا تو ایک دشمن سخت سے نجات مل گئی اور شیعہ تو لڑیں گے نہیں اس لئے کہ صلح امام حسنؑ کی پابندی امام کے اقتدا میں ان پر لازم ہے۔

ہمارے پاس اس کے تاریخی شواہد ہیں کہ مغیرہ نے اور عبد اللہ بن عامر نے صرف شیعوں کو خوارج کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔

چنانچہ علامہ ابن اثیر تاریخ کامل ج ۳ ص ۱۷۱ پر تحریر کرتے

ہیں کہ

مغیرہ نے اپنے پولیس کے افسر اعلیٰ کو حکم دیا کہ تم معقل کے ساتھ شیعیان علیؑ کو کر دو اس لئے کہ حضرت علیؑ کے اصحاب میں رو ساء و سرداران قبائل داخل ہیں جب شیعہ ان کے ساتھ جمع ہوں گے تو بعض بعض سے مانوس ہوں گے اس لئے کہ (خوارج) جو طاعت خلیفہ سے باہر ہو گئے ہیں شیعہ ان کے خون کو حلال سمجھتے ہیں اور دوسروں سے ان کے مقابلہ میں زیادہ جرأت وہمت رکھتے ہیں اس لئے کہ وہ اس سے قبل بھی ان سے (حضرت علیؑ کے ساتھ) جنگ کر چکے ہیں۔[1]

بعینہ یہی تدبیر عبد اللہ بن عامر نے بھی شیعیان بصرہ کے ساتھ کی تھی چنانچہ اس نے شریک بن اعور حارثی کو جو شیعہ حضرت علیؑ تھے حکم دیا کہ تم بھی خوارج سے جنگ کے لئے جاؤ اور ان کے ساتھ تین ہزار شہسواروں کو روانہ کیا جو سب کے سب شیعہ علی بن ابی طالبؑ تھے اور ان میں سے اکثر لوگ قبیلہ ربیعہ سے تعلق رکھتے تھے۔

جناب شریک بن اعور بھی خوارج کوفہ ہی سے جنگ کے لئے بصرہ سے تین ہزار کا لشکر لیکر روانہ ہوئے تھے تاکہ جناب معقل بن قیس کی امداد کریں۔ جیسا کہ تاریخ طبری میں ج ۱ ص ۱۱۱ پر مذکور ہے۔

---

[1] طبری جلد ۶ ص ۱۰۸ پر بھی بعینہ یہی مرقوم ہے۔

بھرے دربار میں شیعوں کی شجاعت

بجائے حضرت امیرؑ کے ظالم پر لعنت

والیانِ ملک و سلاطین وقت بسا اوقات نشہ حکومت کے گھمنڈ میں کسی محب امیر المؤمنینؑ کو پا جاتے تھے تو حکم دیتے تھے کہ منبر پر جا کر امیر المؤمنینؑ کو برا بھلا کہے۔

ان میں کچھ تو کسی ضرورت و مجبوری سے ان ظالموں کے پاس آتے تھے اور کبھی انھیں اسیر و مقید کر کے لایا جاتا تھا اور حکم دیا جاتا تھا کہ منبر پر جا کر علی ابن ابی طالبؑ کو سب و شتم کرو۔ یہ نہایت اطمینان سے منبر پر جاتا۔

دشمن یقیناً دل میں خوش ہوتا ہوگا کہ آج علیؑ کا دوست ان کی دوستی سے دست بردار ہو گیا اور ان کو سب و شتم کرنے کے لئے منبر پر آگیا ہے۔

لیکن محبان علیؑ تو اس موقعہ کے منتظر ہی تھے کہ اے کاش ہمیں کوئی ایسا موقع ملے کہ ہم ان سے انتقام لے سکیں اور انھیں کے مجمع میں انھیں پر سب و شتم کریں اس لئے کہ انھوں نے ہمارا دل بہت جلایا ہے ہمارے جذبات کو مجروح کیا ہے ہماری موجودگی میں بارہا ہمارے مولاؑ پر تبراء کیا ہے۔ ہم مجبور تھے ورنہ زبان گدی سے کھینچ لیتے اگرچہ ان کے کئے کی تلافی تو نہ ہوگی لیکن ہمارے دل میں ان کے اس رسم قبیح سے جو

شعلے اٹھ رہے ہیں ان میں کمی ہو جائے گی اور دل میں جو خواہش ہے اس سے کچھ سکون ہو جائے گا جگر میں جو جلن ہے اس میں کمی ہو جائے گی۔ ہمیں اس کی پرواہ نہیں ہے کہ لعن و تبراء کے بعد ہمارا کیا حشر ہوگا۔ جو بھی حالت ہو ہمیں محبوب ہے مگر آج ہم ان کو اس کا مزا اچھا کر رہیں گے اور بتادیں گے کہ کسی پر سب و شتم سے اس کے محب پر کیا گزرتی ہے۔

ہم یہاں پر صرف چند واقعات کو نقل کرتے ہیں۔

ا۔ حجر بن عدی۔

مغیرہ کوفہ کا حاکم عرصہ تک رہا مگر حضرت علی علیہ السلام کو گالی دینے اور آپ کے عیوب بیان کرنے کو کبھی ترک نہیں کرتا تھا اور عثمان کے لئے دعا اور استغفار کیا کرتا تھا لیکن جب مغیرہ کو یہ سب و شتم کرتے ہوئے حجر بن عدی سنتے تھے تو فوراً کہتے تھے کہ (حضرت علی علیہ السلام پر نہیں) بلکہ اللہ کی مذمت اور لعنت تم لوگوں کے لئے مخصوص ہے۔ (نصائح ص ۷۳)

جناب حجر کتنے شجاع و بہادر اور جری تھے مغیرہ کے اقتدار جاہ و جلال اور معاویہ کے نائب خاص ہونے کی طرف سے منہ پھیر کر بھرے مجمع میں اپنے مولاؑ پر کلمات ناسزا سن کر اسی کو لعنت کرنا شروع کر دیا۔ زندہ باد حجر بن عدی۔

موصوف کا دوسرا واقعہ اس سے عجیب تر اور جناب حجر کی جرأت و

ہمت کا بہترین ثبوت ہے۔

چنانچہ ایک دن مغیرہ نے جناب حجر کو حکم دیا کہ لوگوں کے مجمع میں اٹھو اور حضرت علیؑ پر لعنت کرو جناب حجر نے اس سے انکار کر دیا تو مغیرہ نے ان کو دھمکی دی جناب حجر اس کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے گروہ مردم تمہارے امیر نے مجھے حکم دیا ہے کہ علی بن ابی طالبؑ پر لعنت کروں اس لئے تم اس (امیر) پر لعنت کرو خدا اس پر لعنت کرے تمام اہل کوفہ نے کہا خدا اس (مغیرہ) پر لعنت کرے۔ (نصائح کافیہ ص ۷۳)

۲۔ محمد بن ابی حذیفہ۔

صحابی پیغمبر اسلامؐ تھے۔ معاویہ کے ماموں زاد بھائی تھے مگر بھرپور شراب محبت حضرت امیرؑ پی چکے تھے اور ان کے نشہ میں ہمہ وقت مست رہتے تھے بعد شہادت حضرت امیرؑ ان کو گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا کچھ دنوں کے بعد قید سے نکال کر چاہا کہ حضرت امیرؑ کو برا بھلا کہیں لیکن بجائے حضرت پر سب و شتم کے آپ کے فضائل و محامد بیان کئے اور معاویہ کی برائیاں بیان کیں جس کے بعد پھر قید خانہ میں ڈال دیا اور قتل کرا دیا ان کا یہ جرأت مندانہ اقدام اور معاویہ سے گفتگو ان کے حالات میں ذکر کیا جا چکا ہے۔

۳۔ شداد بن اوس۔

شداد بن اوس اصحاب امیر المؤمنینؑ میں سے ایک جلیل القدر بزرگ تھے یہ ایک مرتبہ معاویہ بن ابی سفیان کے پاس آئے تو اس نے ان کو عزت واحترام سے اپنے یہاں رکھا اور ان کی گذشتہ باتوں پر ان کو زجرو توبیخ نہیں کیا۔ ایک دن ایک بڑے مجمع میں ان کو طلب کیا اور کہا کہ شداد اٹھو اور علی بن ابی طالبؑ کی برائیاں بیان کرو تا کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ میری محبت والفت میں تمہاری کیا نیت ہے جناب شداد نے کہا کہ مجھے اس سے معاف رکھو اس لئے کہ حضرت علیؑ کا انتقال ہو گیا انھیں ان کے عمل کی جزادی جاچکی حضرت سے جس چیز کے تم طالب تھے وہ تم کو مل چکی حکومت تمہارے ہاتھ میں آچکی اس لئے جو چیز تمہارے حکم کے مطابق نہیں اسے لوگوں سے نہ طلب کرو۔ معاویہ نے کہا میں نے تم سے جو کچھ کہا ہے اس کے لئے ضرور اٹھنا پڑے گا ورنہ تمہارے بارے میں شک وشبہ باقی رہے گا۔ یہ سنتے ہی شداد اٹھے اور حمد وثنا کے بعد کہا کہ اے گروہ مردم آخرت کا وعدہ سچا ہے جس میں بادشاہ قادر حکم لگائے گا اور دنیا موجود اور حاضر چیز ہے جس میں اچھے برے سبھی کھاتے ہیں خدا کے مطیع وفرمانبردار کے خلاف بارگاہ خداوند عالم میں کوئی حجت نہیں ہے اور عاصی ونافرمان کے موافق خدا کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے اگر خدا لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا چاہتا ہے تو ان پر نیکو کار لوگوں کو حاکم بنا دیتا ہے اور اہل علم وفقہاء ان میں فیصلہ کرتے ہیں مال سخی لوگوں کے ہاتھ میں دیتا ہے اور اگر برائی چاہتا ہے تو ان پر احمقوں کو حاکم بنا دیتا ہے جاہل ان میں فیصلہ

کرتے ہیں اور مال بخیلوں کو دے دیتا ہے کسی والی کی بھلائی یہ ہے کہ اس کے ہمسر موجود ہوں اے معاویہ حق بات کہہ کر جو تجھے ناراض کر دے اس نے نصیحت کی اور باطل اور خلاف حق بات کر کے جو تجھے خوش کر دے اس نے دھوکا دیا۔ اے معاویہ میں خلاف حق بات کہہ کر تجھے دھوکا نہیں دینا چاہتا۔ یہ سنتے ہی معاویہ نے کہا شداد بیٹھ جاؤ اور اس کے بعد کہا کہ میں نے حکم دیا ہے کہ تم کو اتنا مال دیا جائے جس سے تم غنی و مال دار ہو جاؤ بتاؤ کیا میں ایسا سخی نہیں ہوں خدا نے جسے اپنی خلق کی بھلائی کے لئے مال دیا ہے شداد نے جواب دیا کہ تیرے پاس جو مال ہے اگر وہ مسلمانوں کا مال نہیں ہے اسے پراگندہ ہونے سے تو نے بچا لیا ہے اور اسے حلال و جائز طریقہ سے پایا ہے اور حلال و جائز طریقہ سے خرچ کیا ہے تو ہاں تو سخی ہے لیکن اگر یہ مال مسلمانوں کا ہے اور تو نے اسے جمع کر لیا اور ان کو نہیں دیا تو تو نے بخل و کنجوسی سے اسے حاصل کیا ہے اور فضول خرچی کرتا رہا ہے خدا ایسے لوگوں کے لئے کہتا ہے کہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں یہ سنتے ہی معاویہ نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ اے شداد تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے میں نے جو حکم دیا ہے ان کو دے دو تاکہ مرض کی شدت سے پہلے اپنے گھر چلے جائیں یہ سنتے ہی جناب شداد یہ کہتے ہوئے اٹھے کہ دماغ اس کا خراب ہے جو خواہشات نفسانی کی پیروی کرے وہ میں نہیں ہوں اور جناب شداد بغیر مال کو لئے ہوئے معاویہ کے پاس سے چلے گئے۔ (بحار الانوار ج ۸ ص ۵۳۰)

جناب شداد کتنے حق گو اور جری تھے نہ معاویہ کے ظاہری حشمت و جلالت کی پرواہ کی نہ مال و دولت کو خاطر میں لائے بلکہ کھری کھری باتیں سنا کر بغیر ایک حبہ لئے ہوئے محبت امیر المؤمنینؑ کا دم بھرتے ہوئے چلے گئے۔

۴۔ جناب صعصعہ ابن صوحان عبدی۔

جناب امام حسنؑ اور معاویہ میں مصالحت ہو گئی تو امام حسنؑ نے نام بنام کچھ لوگوں کے لئے امان لے لی تھی جن میں جناب صعصعہ بن صوحان بھی داخل تھے جب معاویہ کوفہ میں داخل ہوا تو ایک دن جناب صعصعہ اس کے پاس آئے اور معاویہ سے کہا کہ مجھے بہت مبغوض ہے کہ تم کو خلیفہ کہوں اس کے بعد خلیفہ کہہ کر معاویہ کو سلام کیا۔

معاویہ نے کہا صعصعہ اگر تم مجھے خلیفہ کہنے میں سچے ہو تو منبر پر جا کر علیؑ پر لعنت کرو صعصعہ منبر پر گئے حمد و ثنائے خدا کی اس کے بعد کہا کہ اے گروہ مردم میں ایک ایسے شخص کے پاس سے آرہا ہوں جس نے خیر کو پیچھے اور شر کو آگے کر دیا ہے اور اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ حضرت علیؑ پر لعنت کروں اس لئے تم اس پر لعنت کرو خدا اس پر لعنت کرے پوری مسجد کے لوگوں نے آمین کہا۔ اس کے بعد پلٹ کر معاویہ کے پاس آئے اور جو کچھ منبر پر کہا تھا اسے بتایا معاویہ نے کہا صعصعہ اس سے تو تم نے مجھ کو مراد لیا ہے اس لئے پھر منبر پر جاؤ اور حضرت علیؑ کا نام لے کر ان پر لعنت کرو

صعصعہ پھر منبر پر آئے اور کہا کہ اے گروہ مردم امیر المؤمنین نے مجھے حکم دیا ہے کہ علی بن ابی طالبؑ پر لعنت کروں اس لئے تم اس پر لعنت کرو جو علی بن ابی طالبؑ پر لعنت کرے ساری مسجد کے لوگوں نے چیخ چیخ کے کہا آمین اس کی اطلاع معاویہ کو دی گئی اس نے کہا خدا کی قسم صعصعہ نے صرف مجھ کو مراد لیا ہے ان کو اس شہر سے نکال دو یہ میرے ساتھ کسی شہر میں قیام نہ کرنے پائیں۔ زندہ باد صعصعہ بن صوحان۔ (بحار الانوار ج ۸ ص ۵۳۱)

یہ ہے امیر المؤمنینؑ کی سچی محبت جس کا مظاہرہ جناب صعصعہ نے کیا ہے حقیقت یہ ہے کہ جناب حجر بن عدی اور ان کے امثال کا یہ ایک اسوہ حسنہ ہے ایک بہترین سبق ہے ایک عمدہ سے عمدہ نمونہ عمل ہے جس پر ہر مخلص شیعہ علیؑ کو کاربند ہونا چاہیئے اور کسی وقت بھی دشمنان علی ابن ابی طالبؑ سے مرعوب نہ ہونا چاہیئے۔

شیعوں پر جگر خراش مظالم

آوارہ وطنی، قید و بند، کوڑے مارے جانا، گھر کھدوا دینا، مال و اسباب لوٹ لینا، عطیہ بیت المال سے محرومی، آنکھوں میں سلائی چھبویا جانا، ہاتھ پیر کاٹا جانا، زبان گدی سے کھنچوا لینا، سولی پر چڑھا دیا جانا، زندہ دفن کر دیا جانا، جلا دینا، طرح طرح سے قتل کرنا۔

اب تک ہم نے جو کچھ تحریر کیا اس کا تعلق حضرت امیرؑ کی دشمنی

اور سب و شتم سے تھا لیکن معاویہ اور اس کے عمال نے شیعوں پر کیا کیا مظالم کیئے اور کن کن افراد پر ستم توڑے ان کو تحریر کرتے ہوئے قلم تھراتا ہے ہاتھ کانپتے ہیں۔ جذبات پر قابو پانا دشوار ہو جاتا ہے عنان صبر ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے۔ لیکن کچھ بھی ہو بہر حال تاریخ کے مواج سمندر میں غوطہ لگا کر ہمیں در مقصود کو تلاش کرنا ہے۔ تاریخ کے سیاہ اوراق پر جہاں جہاں اس طرح کے خون آلود و جگر خراش واقعات ملیں انھیں منظر عام پر پیش کرنا ہے اس لئے کہ بارہ سو برس سے زیادہ زمانہ گذر چکا ہے کہ ان پر تعصب، جانبداری، عقیدت، دشمنی اہل بیتؑ کے سیاہ پردے ڈال دیئے گئے ہیں سر دست ہم کو معاویہ کے بیس سالہ حکومت کا جائزہ لینا ہے اور تاریخ کا سینہ چاک کر کے ان سیاہ پردوں کا ایک ایک تار نوچ کر پھینک دینا ہے تاکہ شیعوں پر ظلم وجور کی بھیانک تصویر، دردناک واقعات حسرتناک حالات جس طرح اب تک پوشیدہ تھے پوشیدہ نہ رہ جائیں۔

لیکن اس مسئلہ کے تفصیلات کو بیان کرنے میں سب سے بڑی دشواری یہ ہے کہ جس عہد میں یہ پر درد و حسرتناک ودردانگیز واقعات ہو رہے تھے۔ اس وقت مورخین کے قلم ودل و دماغ پر حکومت کے جبر و تشدد و عطائے زر و جواہر و منصب و جاگیر اور جعلی حدیث سازی کے پہرے بیٹھے ہوئے تھے مورخ کا قلم آزاد نہیں تھا بلکہ اسے وہی لکھنا اور بیان کرنا پڑتا تھا جسے حکومت چاہتی تھی۔ اس پر ستم بالائے ستم یہ بھی تھا کہ تعصب و عقیدت مذہبی حقائق و صحیح واقعہ نگاری کے آڑے آجاتے تھے

لیکن کچھ تو مظلوم کے خون کا چوکھا رنگ اور کچھ واقعات کی شہرت وحالات کا ہر کسی آدمی کا مشاہدہ کرنا تفصیلات نہ سہی اجمالی حیثیت سے مورخین و محدثین کو ان کے بیان پر مجبور کر دیا ہے۔

ہم کو حیرت ان واقعات کے چھپانے پر نہیں بلکہ تعجب ان اجمالی اور بعض تفصیلی واقعات کے صفحات تاریخ پر آجانے سے ہے اس لئے کہ جب سربراہ حکومت اور اس کے عمال کی جرأتیں اتنی بڑھ چکی تھیں اور احساس مذہبی اتنا مردہ ہو چکا تھا کہ خود خلیفۃ المسلمین وامیر المومنین جھوٹے محدثین و مورخین کی سرپرستی کرتے تھے ایک ایک جھوٹی حدیث پر جاگیریں اور منصب تقسیم کیا جاتا تھا۔ بیت المال کا کل سرمایہ گویا کہ اسی امر قبیح کے لئے وقف سمجھ لیا گیا تھا ان حالات میں پھر کیوں کر یہ مجمل واقعات بیان ہو گئے۔ ہم کو مجبوراً یہ قائل ہونا پڑتا ہے کہ صرف خدائی قوت و امداد غیبی اور اعجاز امیر المومنین کا نتیجہ تھا جس نے لوگوں کو ان واقعات کے اظہار پر مجبور کر دیا تھا۔

ظاہر ہے کہ پیغمبر اسلامؐ سے جو عقیدت مسلمانوں کو ہے اس کے باوجود صرف مالی منفعت حاصل کرنے کے لئے جب آپ کی طرف لاکھوں غلط حدیثوں کی نسبت دینے میں مسلمان پس و پیش نہ کرتا ہو حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی شدید مذمت کی ہے ڈرایا دھمکایا ہے تو پھر صحیح واقعات پر پردہ ڈال دینا کون سی بڑی بات تھی۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر تاریخ نے خیانت اور شدید خیانت نہ کی ہوتی

تو دور معاویہ کے عبرت ناک واقعات سے بڑے بڑے مجلدات تیار کر دیئے جاتے۔ اس لئے کہ لاکھوں آدمیوں کی مظلومیت کی داستان دو ایک جلد میں ختم نہیں ہو سکتی ہے۔

مگر افسوس صد افسوس کہ تاریخی بد دیانتی اور خیانت سے سوائے انگلیوں پر گنے ہوئے چند افراد کے ہم ان کے نام کو بھی تاریخوں کے ورق پر نہیں پاتے ہیں۔

یہ حقیقت بھی ناظرین کے پیش نظر رہے کہ معاویہ اور اس کے عمال نے جتنے لوگوں کو بظلم و جور شہید کیا ہے شیعیت و محبت حضرت امیرؑ ہی کے سبب سے شہید کیا ہے جیسا کہ علامہ محمد بن عقیل بن عبد اللہ بن عمر بن یحییٰ علوی حسینی نے النصائح الکافیہ ص ۶۴ پر تحریر کیا ہے جس کو ہم اس سے قبل نقل بھی کر چکے ہیں۔

اچھا اب آیئے ہم آپ کے سامنے ان ظلم و جور و ستم سے شہید ہونے والوں کی ایک فہرست پیش کر دیں تا کہ آپ کو ہمارے اس قول کی تصدیق ہو جائے۔

یاد رکھئے ایسا نہیں ہے کہ شہادت امیر المؤمنینؑ کے بعد ہی شیعہ کثیر تعداد میں شہید ہوئے ہیں بلکہ جیسا کہ ہم جلد اول کے ص ۲۱۸ پر لکھ چکے ہیں قتل و غارت کے یہ واقعات حضرت علیؑ کی زندگی کے آخری سال ہی سے شروع ہو چکے تھے۔

چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ ج ۱ ص ۱۲۱ پر تحریر

کرتے ہیں کہ (جب معاویہ نے بسر کو حدود یمن ومکہ ومدینہ پر حملہ کا حکم دیا تو)اس نے اپنی اس مہم میں تیس ہزار آدمیوں کو قتل کیا اور بہت سے آدمیوں کو آگ میں جلادیا۔

موصوف نے اپنی کتاب کے ج ا ص ۱۲۳ اور ج ا ص ۱۱۷ پر جو کچھ بیان کیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ معاویہ نے اس مہم پر جاتے وقت بسر کو ہدایت کی تھی کہ شیعہ و محبّ علیؑ جہاں بھی ملیں ان کو قتل کر دینا۔ جیسا کہ ہم حصہ اول ص ۲۱۸ پر لکھ چکے ہیں۔

مقتولین بعد شہادت حضرت امیر علیہ السلام

حضرت امیرؑ کی شہادت کے بعد بسر نے کتنے افراد کو قتل کیا اس کی تصریح تو درج نہیں ہے لیکن جو ایسا ظالم ہو برسر اقتدار ہونے کے بعد کیا ظلم کرے گا ناظرین خود اندازہ کر سکتے ہیں۔

علامہ ابن جریر طبری اپنی تاریخ کے ج ۶ ص ۱۰۱ پر ۴۳ھ کے واقعات میں تحریر کرتے ہیں کہ

واقدی کا گمان ہے کہ اس سے داود بن حیان نے بیان کیا کہ عطاء بن ابی مروان ناقل ہے کہ بسر بن ارطاۃ مدینہ میں ایک مہینہ مقیم رہا لوگ اس کے سامنے پیش کئے جاتے تھے اور جس کے لئے یہ کہا جاتا تھا اس نے عثمان کے خلاف لوگوں کی مدد کی ہے اسے قتل کر دیتا تھا عطا ابن ابی مروان کہتا ہے کہ مجھ سے حنظلہ بن علی اسلمی نے نقل کیا ہے کہ اس نے بنو

کعب کے کچھ لوگوں اور بچوں کو کنویں پر پایا ان سب کو اسی کنویں میں ڈھکیل دیا۔

موصوف ہی اسی جلد کے صفحہ پر تحریر کرتے ہیں کہ

سنہ ۴۲ھ میں بسر بن ارطاۃ عامری مدینہ مکہ اور یمن آیا اور اس سفر میں جو مسلمان اسے ملتے رہے ان کو قتل کرتا رہا۔

سمرہ ابن جندب کے ہاتھوں بے شمار افراد کا قتل

سمرۃ بن جندب ایک ظالم و جابر انسان تھا اس نے بے شمار افراد کو تہ تیغ کیا۔

چنانچہ علامہ ابن عقیل النصائح الکافیہ ص ۵۲ پر تحریر کرتے ہیں کہ ابو جعفر طبری رحمۃ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ محمد بن سلیم نے نقل کیا کہ میں نے انس بن سیرین سے دریافت کیا کہ کیا سمرہ نے بھی کسی کو قتل کیا ہے تو انھوں نے جواب میں کہا کہ کیا جن جن لوگوں کو سمرہ بن جندب نے قتل کیا ہے ان کا شمار بھی کیا جا سکتا ہے۔ ایک مرتبہ زیاد نے اس کو بصرہ میں اپنا قائم مقام بنایا اور خود کوفہ چلا آیا جب واپس آیا تو وہ آٹھ ہزار افراد کو قتل کر چکا تھا۔ سمرہ سے کہا گیا کہ کیا تو اس سے ڈرتا ہے کہ کسی بے گناہ کو قتل کیا ہو تو اس نے کہا کہ اگر میں اتنے ہی افراد کو اور قتل کر ڈالوں جب بھی میرے دل میں خوف نہ پیدا ہو گا۔

اشعث حلافی نے ابو سواء عدوی سے نقل کیا ہے کہ سمرہ نے ایک

صبح میری قوم کے سینتالیس افراد کو قتل کیا جن میں سے ہر شخص نے قرآن جمع کیا تھا۔

جعفر حلافی عون سے روایت کرتا ہے کہ سمرہ مدینہ آیا جب وہ بنی اسد کے گھروں کے پاس تھا تو مدینہ کی بعض گلیوں سے ایک شخص نکلا وہاں گھوڑے سواروں کا اگلا حصہ پہنچ چکا تھا ایک شخص نے اسے اپنے اسلحہ سے قتل کر دیا اور فوج کا یہ حصہ آگے بڑھ گیا جب سمرہ اس جگہ پہنچا تو دیکھا ایک شخص اپنے خون میں لوٹ رہا ہے دریافت کیا یہ کیا ہے کہا گیا کہ امیر کے گھوڑے سواروں کے اگلے حصہ نے اسے قتل کیا ہے تو اس وقت سمرہ نے کہا جب تم لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ہم سوار ہو چکے ہیں تو ہمارے نیزوں سے بچا کرو۔

طبری نے دوسرے مقام پر کہا ہے کہ عمر نے کہا مجھے جعفر بن سلیمان ضبیعی سے معلوم ہوا ہے کہ معاویہ نے زیاد کے مرنے کے بعد سمرہ کو چھ ماہ تک اس کی جگہ پر حاکم باقی رکھا اس کے بعد ہٹا دیا تو سمرہ نے کہا کہ خدا معاویہ پر لعنت کرے میں نے جس طرح معاویہ کی اطاعت کی ہے خدا کی قسم اگر اسی طرح خدا کی اطاعت کی ہوتی تو وہ مجھے کبھی بھی عذاب میں مبتلا نہ کرتا۔

سلمان بن مسلم عجلی نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ کو کہتے ہوئے سنا کہ اس مسجد کی طرف سے گذرا تو ایک شخص سمرہ کے پاس آیا اور زکوٰۃ ادا کر کے مسجد میں نماز پڑھنے لگا ایک شخص نے آکر اسے قتل کر دیا

میں نے دیکھا کہ اس کا سر مسجد میں اور بدن ایک کنارے پڑا ہے ادھر سے ابو بکرہ گذرا اور کہا کہ خدا فرماتا ہے کہ جس نے زکوٰۃ ادا کی بھلائی حاصل کی اور اللہ کا نام لے کر اس نے نماز پڑھی۔ میرا باپ کہتا ہے کہ میں نے یہ سب دیکھا چنانچہ جب سمرہ مرا تو اسے شدید لرزا آیا اور بدترین موت سے مر گیا۔ وہ کہتا ہے کہ میں موجود تھا کہ لوگ لائے گئے اور بہت سے آدمی سمرہ کے سامنے موجود تھے وہ ایک ایک آدمی سے کہتا تھا کہ تیرا کیا دین ہے تو وہ جواب میں کلمہ پڑھتا تھا اور کہتا تھا کہ میں خوارج کے مذہب سے بری ہوں وہ اسے آگے بڑھا کر قتل کر دیتا تھا یہاں تک کہ بیس سے زیادہ آدمی قتل کر دئے گئے۔

مقتولین زیاد ابن ابیہ

زیاد اس کا باپ کون تھا کسی کو معلوم نہیں ہے اس لئے کبھی اس کو زیاد ابن ابیہ (زیاد اپنے باپ کا بیٹا) اور کبھی زیاد ابن سمیہ کہتے ہیں سمیہ زمانہ جاہلیت میں ایک بدکار اور جھنڈے والی عورت تھی جس سے یہ وجود میں آیا لیکن باپ کون تھا کسی کو نہیں معلوم معاویہ نے اس کی کمزوری سے فائدہ اٹھایا اور یہ لالچ دلائی کہ اگر تو میرے ساتھ ہو جائے گا تو میں تجھے اپنا بھائی اور ابو سفیان کا بیٹا مان لوں گا چنانچہ اس غرض سے ایک دربار عام کر کے گواہیاں گزروائیں کہ زیاد ابو سفیان کا بیٹا ہے گواہوں میں ابو مریم شراب فروش بھی تھا الغرض زیاد ابن ابیہ اور زیاد بن سمیہ سے زیاد بن ابی سفیان بن

گیا۔

یہ بڑا ظالم و جابر و ستم گر تھا اس نے شیعوں پر اپنے زمانہ حکومت میں جیسے مظالم کیے ہیں معاویہ کے کسی عامل نے ویسے مظالم نہیں کیے۔

علامہ ابن ابی الحدید معتزلی شرح نہج البلاغہ میں۔۔۔۔۔۔ ابوالحسن مدائنی کی کتاب الاحداث سے نقل کیا ہے کہ

اس (معاویہ کے) زمانہ میں سب سے زیادہ مصیبت میں کوفہ کے لوگ تھے اس لیے کہ وہاں کثرت سے شیعہ علی علیہ السلام رہتے تھے اس لیئے معاویہ نے ان پر زیاد بن سمیہ کو حاکم مقرر کیا اور بصرہ بھی اسے کے ساتھ زیاد کے تصرف میں دے دیا زیاد ڈھونڈھ کر شیعوں کو نکالتا تھا (اور قتل کرتا تھا) اس لیے کہ وہ زمانہ حضرت علی علیہ السلام میں شیعوں میں داخل تھا اس لئے ان کو پہچانتا تھا۔ اس نے شیعوں کو ہر پتھر و درخت کے نیچے قتل کیا انھیں ڈرایا دھمکایا ہاتھ پیر کاٹے آنکھوں میں سلائیاں چھبوئیں خرمہ کے درختوں کے تنے پر سولی دی اور انھیں عراق سے نکال باہر کیا اور بھگا دیا۔ چنانچہ کوفہ میں کوئی شخص بھی مشہور شیعوں میں سے باقی نہیں رہا۔

زیاد جس زمانہ میں معاویہ کی طرف سے حاکم کوفہ و بصرہ تھا ایک لاکھ پچاس ہزار شیعوں کو طرح طرح کی اذیتیں دے کر قتل کیا۔

علامہ مسعودی مروج الذہب میں۔۔۔۔ اور علامہ بیہقی المحاس و المساوی میں۔۔۔۔ تحریر کرتے ہیں کہ

زیاد نے اپنے قصر کے پھاٹک پر اہل کوفہ کو جمع کیا تھا تاکہ انھیں حضرت علیؑ پر لعنت کرنے پر ابھارے اور آمادہ کرے اور جو اس سے انکار کرے اسے قتل کر دے عبد الرحمٰن بن سائب ذکر کرتا ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں داخل تھا میں انصار کی ایک جماعت کے ساتھ وہاں سے رحبہ چلا آیا مجھے نیند کا ایک جھوکا آیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک لمبی چیز چلی آرہی ہے میں نے کہا یہ کیا چیز ہے تو اس نے کہا میں نقاد ذوالرقبہ ہوں اس صاحب قصر کے پاس بھیجا گیا ہوں۔ یہ خواب دیکھ کر میں خوف زدہ بیدار ہوا ابھی میرے اس خواب کو گھنٹہ بھر نہ ہوا تھا کہ ایک شخص قصر سے باہر آیا اور اس نے کہا کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ امیر کو کچھ مشغولیت ہے باہر نہیں آئے گا اسی اثنا میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ اسی بلا میں مبتلا ہو گیا ہے یعنی اس کی ہتھیلی میں ایک چھوٹا سا دانا نکلا زیاد نے اسے رگڑ دیا وہ بڑھنے لگا اور سیاہ ہونے لگا یہاں تک کہ زیاد کا پورا جسم سیاہ ہو گیا اور اسی مرض میں ہلاک ہو گیا۔

علامہ مجلسی ثانی علیہ الرحمہ نے بحار الانوار ج ۸ میں ۔۔۔ اس واقعہ کو بہت تفصیل سے تحریر کیا اور فرمایا ہے کہ

زیاد نے اس دن اہل کوفہ کو اس لئے جمع کیا تھا کہ ان کے سامنے حضرت علیؑ سے برأت اور آپ پر سب و شتم کو پیش کرے اور جو اس سے انکار کرے اسے قتل کر دے لیکن پروردگار عالم نے نقاد ذوالرقبہ کو جو ایک بلا تھی اس کے پاس بھیج کر ہلاک کر دیا اور شیعوں کی جان بچ گئی۔

جب زیاد مر گیا تو معاویہ نے اس کی جگہ پر اس کے بیٹے عبید اللہ بن زیاد کو حاکم کوفہ و بصرہ مقرر کیا یہ بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتا تھا اور اس نے بھی معاویہ کی زندگی میں ہزاروں شیعوں کو تہ تیغ کیا۔ بعد مرگ معاویہ اسی نے بظلم و ستم حضرت امام حسین علیہ السلام اور ان کے اعزاء و اقرباء و انصار کو کربلا میں شہید کر دیا۔

معاویہ کے دیگر عمال نے پھر بکثرت لوگوں کو قتل کیا ہے مگر مورخین نے ان کی تعداد نہیں لکھی ہے۔

ارباب نظر غور کریں اور بتائیں اگر ظالم حکومت کے پہرے مورخین کی زبان و قلم پر نہ بیٹھے ہوتے تو آج ہم کو ان جانبازوں کے اسماء و کارنامے اور کیفیت شہادت کے واقعات دستیاب ہوتے اور ان کے حالات زندگی کو ضخیم مجلدات میں مرتب کیا جا سکتا تھا۔

ان لاکھوں شہیدان محبت و جانبازان وفا میں سے بعض کے جو حالات ہمیں تاریخ و رجال وغیرہ کی کتابوں میں ملے ہیں ہم اب انھیں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں یہ حالات صرف مقتولین و شہداء کے لئے مخصوص نہیں ہیں بلکہ اس میں ان مخلص شیعوں کے حالات زندگی بھی شامل ہیں جن کو ان کی محبت وولا کے سبب سے اذیت و تکلیفیں دی گئیں ڈرایا دھمکایا گیا آوارہ وطن کیا گیا گھر کھدوا دیا گیا۔ کوڑے اور درے مارے گئے قید و بند میں مبتلا کیا گیا۔ خداوند عالم توفیق دے کہ ہم میں سے ہر شخص میں یہی قوت ایمانی و جذبہ اخلاص پیدا ہو جائے اور راہ محبت امیر

المؤمنینؑ واہل بیتؑ طاہرین میں ثبات قدم حاصل ہو جائے تا کہ ہم بھی ان کے نقش قدم پر چل سکیں بحق محمدؐ وآلہ الا مجادؑ۔

ایک محبۂ علیؑ خاتون کی شہادت

محبت و الفت کی آگ جس دل میں لگ جائے قلم میں قوت و طاقت نہیں ہے کہ وہ اس کی سچی تصویر کشی کر سکے اس کے بڑھکتے ہوئے شعلے کی قوت وطاقت کا بیان تو درکنار محبت کی چھوٹی سی چھوٹی چنگاری جو کسی دل کے گوشہ میں دبی ہوئی ہو ہم اسی کی قوت وطاقت کو بھی بیان نہیں کر سکتے آیئے ہم اس سلسلہ میں آپ کے سامنے ایک علیؑ کی محبہ خاتون کے کارنامے کو پیش کریں یہ خاتون بڑی خستہ حال پریشان حال اور معاویہ ابن ابو سفیان کے سامنے گانے والی ایک عورت ہے لیکن اس کے دل میں محبت علیؑ کی ایک دبی ہوئی چنگاری موجود ہے لیکن جب وہ چنگاری چمک اٹھی تو ایک قہار و جابر شہنشاہ کی مذمت کر کے جام شہادت پی کر راہی جنت ہوگئی جس سے رسول اکرمؐ کے اس قول کی تصدیق ہوگئی کہ علیؑ کی محبت گناہوں کو اسی طرح کھا جاتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو جلا ڈالتی ہے۔

یہ معظمہ معاویہ کی مغنیہ تھی ایک دن اس نے کہا کہ گانا گا اس لئے کہ آج میری آنکھیں خنک ہو گئی ہیں اس نے دریافت کیا آپ کی آنکھوں کو کس چیز سے ٹھنڈک پہنچی اس نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ علیؑ قتل کر

دیئے گئے مغنیہ نے کہا اب تو میں نہ گاؤں گی معاویہ نے حکم دیا کہ اسے کوڑے مارے جائیں چنانچہ اس پر کوڑے پڑنے لگے جب پٹنے لگی تو اس نے کہا اچھا میں گاتی ہوں اور اس نے دو شعر پڑھے۔

الا ابلغ معاویه ابن حرب فلا قدت عیون الشامیتنا

افی شهر الصیام فجعتمونا بخیر الناس طر ا ا جمعینا

(مثالب النواصب ص ۲۷۲ مخطوطه)

آگاہ ہو حرب کے بیٹے معاویہ کو یہ خبر پہنچا دو کہ ہمارے شماتت کرنے والوں کی آنکھوں کو ٹھنڈک نہ پہنچے کیا تم ایسے شخص کو قتل کر کے جو تمام لوگوں سے بہتر تھا ہم کو ماہ مبارک رمضان میں دردمند کیا ہے یہ سنتے ہی اس کے سر پر چوب خیمہ ماری گئی جس سے اس کا بھیجا بکھر گیا۔

اگرچہ خاتون گانے والی عورت تھی لیکن ذرا اس کی سچی محبت کے ساتھ ساتھ جرأت وہمت کو تو دیکھئے کہ جو اشعار پڑھے ان میں کھل کر اس کی مذمت کی حالانکہ سمجھتی تھی کہ اس پر کیا گزرے گی۔

اشعار کی بلاغت وبندش کی پختگی اور الفاظ کی روانی اور بغیر غور وفکر کے پٹتے پٹتے خیالات کو جمع کر کے ایسے عمدہ اشعار نظم کر کے پیش کر دینا اس کے کمالات ادبیہ کی بہترین دلیل ہے۔

معقل بن قیس ریاحی

جناب معقل بن قیس بڑے شجاع وبہادر اور جیالے انسان تھے

حضرت امیر علیہ السلام کے وفادار اصحاب میں داخل تھے انھوں نے حضرت کے دور حکومت میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔ یہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے حضرت کے زمانہ حکومت میں خوارج نہروان کے علاوہ دوسرے خوارج کی سرکوبی اور خاتمہ کر دیا تھا وہ لوگ خوارج بنو ناجیہ سے تعلق رکھتے تھے واقعہ تحکیم کے بعد خرّیت بن راشد جو بنو ناجیہ کی ایک فرد تھا اپنے تیس ساتھیوں کے ساتھ امیر المؤمنینؑ کے سامنے آکر عرض کرنے لگا کہ ہم نہ آپ کے احکام کی اطاعت کریں گے نہ آپ کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور کل آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ حضرت نے ہر چند سمجھایا لیکن وہ اپنی گمراہی پر باقی رہا جب وہ کوفہ سے فرار ہو گیا تو پہلے آپ نے زیاد بن حفصہ کو ایک سو تیس افراد کے ساتھ روانہ کیا اور ہدایت کی جب تک میرا حکم نہ پہنچے دیر ابو موسی میں قیام کرنا اور اطراف و جوانب کے امراء کو فرمان بھیجا خریت بن راشد کوفہ سے بھاگ گیا ہے اور بصرہ کی جانب جانے کا قصد کیا ہے تم کو اس کے بارے میں جو اطلاع ہو مجھے اس سے فوراً مطلع کرو چنانچہ زیاد اور دیگر عمال نے حضرت کو خرّیت اور اس کے سرکشی اور کس سمت جا رہا ہے اس کی اطلاع دی نیز اس نے جو قتل و غارت کی تھی اس سے بھی باخبر کیا کی زیاد بن لبیہ نے بھی خرّیت کے بصرہ کی جانب آنے سے مطلع کیا آپ نے جب زیاد کا خط اہل کوفہ کو سنایا تو آپ سے معقل بن قیس ریاحی نے عرض کیا مولا ان کی سرکوبی کے لئے ایک کے مقابل میں دس آدمیوں کو روانہ کیا

جائے تاکہ ان خوارج کو بیخ وبن سے اکھاڑ پھینکا جائے آپ نے فرمایا کہ معقل تم لشکر تیار کرو چنانچہ آپ نے معقل کے ساتھ دو ہزار کا لشکر روانہ کیا جس میں یزید بن معقل بھی شامل تھا۔

جب جناب معقل چلے تو حضرت رخصت کرنے کے لئے آئے اور ارشاد فرمایا معقل جہاں تک تم سے ممکن ہو تقوی خدا اختیار کرو یہ مومنین کے لئے خدا کی ہدایت ہے اہل قبیلہ سے سرکشی نہ کرنا ، اہل ذمہ پر ظلم نہ کرنا اور تکبر نہ کرنا۔ خدا متکبروں کو دوست نہیں رکھتا ہے۔ معقل نے عرض کیا خدا مددگار ہے۔ حضرت نے فرمایا خدا بہترین مددگار ہے۔

حضرت نے اس کے بعد عبد اللہ بن عباس عامل بصرہ کو تحریر فرمایا کہ ایک مرد سخت اور بہادر اور اچھے آدمی کی سرداری میں دو ہزار کا لشکر خوارج کی طرف روانہ کرو جب یہ لوگ معقل کے پاس پہنچیں تو معقل ہی پورے لشکر کے سردار ہوں گے چنانچہ عبد اللہ بن عباس نے خالد بن معدان کی سرداری میں جناب معقل کی مدد کے لئے دو ہزار کا لشکر بھیجا جب خالد جناب معقل کے پاس پہنچے تو یہ پورا لشکر ناجی سے جنگ کے لئے روانہ ہوا خوارج ناجی کی سرکردگی میں جبال رامہرمز کے قلعہ کی طرف بڑھ رہے تھے جناب معقل اپنی فوج کے ساتھ ان کے مقابل میں آگئے میمنہ یزید بن معقل اور میسرہ منجاب بن راشد کے سپرد کیا جنگ شروع ہوئی اور خریت کو شکست فاش ہوئی وہ وہاں سے بھاگ کر سیف بحر پہنچا اور اپنی قوم اور کفار اور کردوں کو حضرت امیرؑ کا مخالف بنانا شروع کیا۔

ادھر معقل نے حضرت کی خدمت میں اہواز سے بشارت فتح کا خط تحریر کیا اور لکھا ہم نے اس جنگ میں آپ کی سیرت کی پیروی کی ہے بھاگنے والوں اور قیدیوں کو قتل نہیں کیا زخمیوں کا کام نہیں تمام کیا اللہ نے اس جنگ میں آپ کی اور مسلمانوں کی مدد کی ہے۔

حضرت کے سب اصحاب نے فتح کی بشارت سن کر عرض کیا کہ آپ معقل کو تحریری فرمایا کہ وہ ان کا پیچھا کریں یا سرزمین اسلام سے نکال دیں حضرت نے معقل کو ان کی سرکوبی کی ہدایت کی ادھر خریت نے اپنی قوم اور کفار و نصاری کو گمراہ کرنا شروع کیا ان اطراف میں عثمانی کثیر تعداد میں تھے وہ بھی ان کے ہمراہ ہو گئے۔ زمانہ جنگ صفین میں بھی ان لوگوں نے صدقہ دینا بند کر دیا تھا اب پھر وہی کیا جب معقل کو حضرت کا ہدایت نامہ ملا تو وہ کوفہ و بصرہ کی فوج کے ساتھ سیف بحر آئے خریت ناجی بھی نصاری و کفار و عثمانیہ و خوارج کے ساتھ مقابل میں آیا جناب معقل نے پہلے اتمام حجت کی امان کا نشان نصب کر دیا اور حضرت کا نوشتہ پڑھ کر سنایا جس سے بہت سے لوگ ناجی کا ساتھ چھوڑ کر الگ ہو گئے مگر خریت اور نصاریٰ اور رے کے خوارج جو ناجی کی مدد کے لئے آگئے تھے مقابل میں آگئے اس جنگ میں بھی جناب معقل ہی کو فتح ہوئی اور خریت نعمان بن صہبان کے ہاتھوں مارا گیا۔ جناب معقل نے جتنے افراد گرفتار کئے تھے ان میں مسلمانوں اور ان کے عیال کو چھوڑ دیا، جو لوگ مرتد ہو گئے تھے ان کو پھر سے مسلمان کیا اور ان سب سے مال صدقہ جو انھوں نے روک رکھا تھا

وصول کیا اور نصاریٰ کو گرفتار کیا جن کی تعداد پانچ سو تھی اور ان سب کو حضرت کے عامل مصقلہ بن ہبیرہ شیبانی کے ہاتھ پانچ لاکھ درہم میں بیچ ڈالا مصقلہ نے ان سب کو خرید کر آزاد کر دیا اور چونکہ بمشکل دو لاکھ درہم حضرت امیرؑ کو ادا کیا تھا اس لئے خوف سزا سے معاویہ کے پاس بھاگ گئے۔ ہم نے اس۔۔۔۔ کو بطور خلاصہ تحریر کیا ہے جو تفصیلی واقعات دیکھنا چاہتا ہو وہ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ص ۲۷۰ کا مطالعہ کرے۔

جناب معقل بن قیس ہی وہ بزرگ ہیں جن کو جنگ صفین کے بعد امیر المؤمنینؑ نے مدائن سے تین ہزار کے لشکر کے ساتھ موصل روانہ فرمایا تھا اور ارشاد فرمایا تھا کہ تم موصل جاؤ اس کے بعد نصیبین جانا اس کے بعد مقام رقہ میں ملاقات کرنا۔ اے معقل ان مقامات پر جا کر لوگوں کو اطمینان دلانا جو تم سے جنگ کرے اس سے جنگ کرنا۔ صبح و سہ پہر ٹھنڈک کے اوقات ہیں انھیں میں سفر کرنا دوپہر میں لوگوں کے ساتھ آرام لینا رات کے وقت قیام کرنا میانہ روی سے چلنا ابتداء شب میں سفر نہ کرنا اس لئے کہ خدا نے اسے آرام کے لئے بنایا ہے اس وقت تم اور تمہارا لشکر اور تمہارے مددگار آرام کریں جب سحر ہو جائے یا سفیدہ سحری نمایاں ہو جائے تو سفر شروع کرنا۔

چنانچہ جناب معقل فوج لے کر حسب حکم امیر المؤمنینؑ روانہ ہو گئے۔ شرح نہج البلاغہ ج ا ص ۲۹۰

یہی وہ بزرگ ہیں کہ جن کو امیر المؤمنین علیہ السلام کے مخلص

اصحاب حجر بن عدی و سعید بن قیس ہمدانی نے اس وقت معاویہ کے ان سرداروں کے مقابلہ میں بھیجنے کے لئے مشورہ دیا تھا جب وہ حضرت کے حدودِ مملکت میں لوٹ مار قتل اور غارت کا بازار گرم کر کے فرار ہو جاتے تھے۔ آپ نے ایک دن اپنے اصحاب میں خطبہ پڑھا اور ان کو جنگ پر آمادہ کیا اور فرمایا جو جنگ میں جانا چاہتا ہو کل رحبہ میں آجائے دوسرے دن آپ رحبہ تشریف لے گئے وہاں تین سو سے کم آدمی جمع ہوئے آپ نے فرمایا اگر ہزار بھی ہوتے تو میں کوئی رائے قائم کرتا وہاں سے رنجیدہ واپس آئے اور خطبہ پڑھا جس میں سرور عالم اور انصار کا تذکرہ کیا اس پر بعض اصحاب معترض ہوئے آپ نے ان کو جوابات دئے اس وقت حجر بن عدی اور سعید بن قیس نے عرض کیا آپ ہم کو جہاد کا حکم دیں ہم آپ کی اطاعت کریں گے خواہ ہمارا مال تباہ ہو جائے ہم مر جائیں آپ نے فرمایا اچھا دشمن سے جنگ کی تیاری کرو آپ گھر واپس آئے وہاں آپ کے سربرآوردہ اصحاب بھی حاضر ہوئے آپ نے فرمایا اچھا مشورہ دو کہ کون سا آدمی بہادر و شجاع و سخت اور ناصح ہے جو لوگوں کو لے کر سواد کوفہ میں جمع ہو سعید بن قیس نے عرض کیا کہ میری رائے ہے کہ آپ معقل بن قیس تمیمی کو طلب کیجئے وہ بہادر سخت اور عقلمند ہے آپ نے انھیں طلب کیا سواد کی جانب روانہ کیا حضرت خود تشریف نہ لے جا سکے تھے کہ شہید کر دیئے گئے۔ شرح ابن ابی الحدید معتزلی ج ۱ ص ۱۴۶۔

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جناب معقل کتنے شجاع و بہادر

صاحب شرف ومنزلت تھے۔

جب ۴۳ھ میں مستورد ابن غلفۃ خارجی نے معاویہ سے جنگ کی تیاری کی اور وہ اپنے تین سو اصحاب کے ساتھ کوفہ سے باہر چلا گیا تو مغیرہ کو اس سے سخت پریشانی ہوئی اس نے روسائے قبائل کوفہ کو جمع کیا اور بلانے کی غرض بیان کہ جناب عدی بن حاتم معقل بن قیس و صعصعہ بن صوحان میں سے ہر شخص نے ان خوارج سے لڑنے پر آمادگی ظاہر کی جناب معقل نے اپنی تقریر میں ارشاد فرمایا کہ اے مغیرہ تیرے گرد جتنے روساء واشراف جمع ہیں ان میں سے جس کو بھی تو ان خوارج سے جنگ کے لئے بھیجے گا مطیع و فرمانبردار پائے گا۔ اپنے کو ان سے جدا رکھے گا ان کی ہلاکت وتباہی کا خواہاں ہوگا لیکن ان سب حضرات میں جو شخص سب سے زیادہ ان کو دشمن رکھتا ہے اور سخت ہے وہ صرف میں ہوں اس لئے ان خوارج کے مقابلہ کے لئے مجھے روانہ کر میں کافی ہوں مغیرہ نے اسے پسند کیا اور چونکہ وہ خود بھی شیعوں کو دشمن رکھتا تھا اس لئے تین ہزار شیعوں کو ان کے ساتھ روانہ کیا جیسا کہ ہم اس سے قبل تحریر کر چکے ہیں۔

جناب معقل نے اس فوج کے ساتھ خوارج کا پیچھا کیا اور انھیں جنگ کرتے کرتے خود قتل تو ہو گئے مگر خوارج کی ایسی کمر توڑ دی کہ انھیں پھر سر اٹھانے کا موقع نہیں ملا۔ تفصیل کے لئے طبری و تاریخ کامل کا مطالعہ کیجئے۔

جناب معقل نے یہ جنگ صرف محبت امیر المؤمنین علیہ السلام

میں کی تھی اور اسی سلسلہ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ اور مغیرہ بن شعبہ نے بھی ان کو اور ان کے ساتھ تین ہزار شیعوں کو صرف ان کی شیعیت کے سبب سے خوارج کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا تھا۔

بات یہ تھی کہ مغیرہ شیعوں کو دشمن رکھتا تھا اس نے چاہا کہ معاویہ کے دشمنوں کو لڑادو جو ختم ہو گا معاویہ کا دشمن ہی ختم ہو گا اور اپنے ہم مسلک معاویہ دوست افراد کو بچا لیا مغیرہ کا شیعوں کو دشمن رکھنا ایک تاریخی حقیقت ہے چنانچہ علامہ طبری اپنی تاریخ ج ۶ ص ۱۱۱ پر تحریر کرتے ہیں کہ

جب عبداللہ بن عامر کو خوارج کا حال معلوم ہوا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے مغیرہ کا حال دریافت کیا تو اس سے کہا گیا کہ

مغیرہ نے ایک مرد شریف و رئیس کو دیکھا جو حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ خوارج سے جنگ کر چکا تھا اور حضرت کے اصحاب میں داخل تھا تو اس نے ان کو اور ان کے ساتھ علیؑ کے شیعوں کو روانہ کیا اس لئے کہ مغیرہ شیعوں کو دشمن رکھتا تھا عبداللہ بن عامر نے کہا کہ مغیرہ نے اچھی رائے اختیار کی ہے اس کے بعد اس نے شریک بن اعور حارثی کو جو محب حضرت امیر علیہ السلام تھے حکم دیا کہ تم ان مارقین سے جنگ کے لئے تین ہزار افراد کو منتخب کر کے اپنے ساتھ لے لو اور ان کا پیچھا کرو اور سرزمین بصرہ سے باہر کر دو یا قتل کر دو۔ عبداللہ بن عامر نے جناب شریک سے یہ بھی کہا تھا کہ تم ان خوارج سے جنگ کے لئے اپنے ساتھ ان لوگوں

کو لے لو جوان کے قتل کو جائز سمجھتے ہوں۔ جناب شریک اس سے یہ سمجھے کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ میں اپنے ساتھ شیعیان علیؑ کو لے جاؤں لیکن اس نے ان کا نام لینا پسند نہیں کیا۔ اس لئے انھوں نے لوگوں کو منتخب کیا اور قبیلہ ربیعہ کے افراد جو سب کے سب شیعہ تھے ان سے اصرار کیا کہ ہمارے ساتھ جنگ خوارج کے لئے چلو چنانچہ اس قبیلہ کے بڑے بڑے لوگوں کو لے کر مستورد بن علقمہ خارجی سے جنگ کے لئے روانہ ہو گئے۔

عبد اللہ بن ہاشم مرقال

عبد اللہ بن ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص اپنے والد ماجد ہاشم کے ساتھ جنگ صفین میں کارہائے نمایاں انجام دئے تھے ان کی جنگ و نبرد آزمائی نے معاویہ کے دل پر گہرے زخم ڈال دئے تھے جب وہ ان باپ بیٹوں کی نیزہ بازی و تلوار زنی کو یاد کرتا تھا تو جنگ صفین کے وہ زخم ہرے ہو جاتے تھے۔ اسی لئے جب مملکت اسلامیہ پر اس کو اچھی طرح تسلط ہو گیا تو اسے یہ باپ بیٹے یاد آئے اور اس کے زخم رسنے لگے جناب ہاشم اور ان کے ایک فرزند تو جنگ صفین ہی میں مرتبہ شہادت پر فائز ہو کر جنت پہنچ گئے تھے لیکن جناب عبد اللہ زندہ تھے اور بصرہ میں بڑے عزت و وقار کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس لئے سوائے اس کے چارہ نہیں تھا کہ انھیں سے انتقام لے چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن حسین مسعودی متوفی ۳۴۵ھ مروج الذہب ج ۲ ص ۱۴ پر تحریر فرماتے ہیں کہ

جب حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ قتل کر دیئے گئے تو معاویہ کے دل میں جنگ صفین کے سبب سے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص مرقال اور ان کے بیٹے عبداللہ ابن ہاشم کی طرف سے جو رنج و ملال تھا تازہ ہو گیا اس لئے جب اس نے زیاد کو عراق کا حاکم بنایا تو اسے تحریر کیا کہ عبداللہ بن ہاشم بن عتبہ کو گرفتار کر کے ان کے دونوں ہاتھ گردن میں باندھ کر فوراً میرے پاس بھیج دے چنانچہ زیاد نے انھیں گرفتار کر کے زنجیروں میں باندھ کر دمشق روانہ کر دیا (ان کی وجاہت کے سبب سے) زیاد نے رات کے وقت ان کے گھر آکر گرفتار کیا تھا۔

جب وہ اسیر و مقید معاویہ کے پاس لائے گئے تو اس کے پاس عمرو بن عاص موجود تھا معاویہ نے عمرو سے دریافت کیا تم ان کو پہچانتے ہو عمرو نے کہا میں تو نہیں پہچانتا معاویہ نے کہا یہ وہی ہیں جن کے باپ نے جنگ صفین میں کہا تھا کہ

میں نفس کو اس وقت سیراب کرتا ہوں جب وہ قوی و مضبوط ہو جاتا ہے اور بہت زیادہ ملامت کرتا ہوں اور دشمن نہیں رکھتا ہوں ایک یک چشم اپنے اہل کے لئے ایک مقام چاہتا ہے اس نے زندگی بسر کی ہے یہاں تک کہ وہ لطف حیات سے پر ہو چکا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ کند کر دیا جائے یا کند ہو جائے میں ان لوگوں پر گرہ دار نیزوں کو اچھی طرح کھینچ کر لگاؤں گا میرے نزدیک اس کریم کے لئے بھلائی نہیں ہے جو میدان جنگ سے پشت پھیر کر چلا جائے۔

عمرو نے یہ سنتے ہی بطور مثل ایک شعر پڑھا اور کہا کہ اے امیر تیرے سامنے گوہ موجود ہے تو اس کی شہ رگ کو کاٹ کر اس کی سیاہ چادر پر خون بہادے اور اس کو اہل عراق کے پاس واپس نہ کر اس لئے کہ یہ اپنے نفاق پر صبر نہیں کرے گا۔ اہل عراق غدار اور بڑے جھگڑے والے لوگ ہیں شیطان کے ہیجان کے زمانہ میں اس کے گروہ کی فرد ہیں ان کے دل میں محبت (علیؑ) جو انھیں اس امر تک پہنچائے گی اور ایک رائے ہے جو سرکشی میں مبتلا کرے گی دل میں چھپا ہوا ایک جذبہ ہے جو ان کو قوی کر دے گا۔ اور برائی کا بدلہ تو ویسی ہی برائی ہوا کرتی ہے یہ سنتے ہی جناب عبد اللہ نے جواب میں کہا کہ اگر میں قتل کیا گیا تو ایک ایسا شخص قتل کیا جائے گا جس کی قوم نے اسے دشمن کے سپرد کر دیا ہے اور اس کے مرنے کا دن آگیا ہے لیکن اے عمرو تیرا یہ جذبہ اس دن کہاں تھا جب تو (جنگ صفین میں) جنگ سے کنارہ کشی کر رہا تھا اور ہم تجھے مقابلہ کے لئے بلا رہے تھے اور تو کالی کلوٹی کنیز اور بھاگی ہوئی بھیڑ کی طرح فتنہ انگیزی و عیب کی گذرگاہوں اور رصاف کے پتھریلے راستوں میں پناہ لے رہا تھا۔ چھونے والوں کے ہاتھوں کو بھی نہیں ہٹا سکتا تھا۔ عمرو نے ہاشم کو اس وقت جواب دیا کہ خدا کی قسم تو ایک ایسے شجاع و بہادر کے پنجہ میں پھنس گیا ہے جو اپنے ہمسروں کو پچھاڑ دیتا ہے شیر ببر کے مانند ہے مجھے گمان نہیں کہ تو معاویہ کے پنجہ سے چھوٹ کر بھاگ سکے گا۔

جناب عبد اللہ نے عمرو کو جواب دیا کہ عاص کے بیٹے تو خوش

حالی میں اتراتا ہے دشمن سے جنگ کے وقت بزدل ہے جب پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے تو دھوکا دیتا ہے دشمن سے جنگ کے وقت ڈرپوک ہے اور اس طرح بولتا ہے کہ جس طرح وہ الٹی لکڑی بولتی ہے جو تھوڑے سے پانی کے بہاؤ پر بندھی ہو جس کے موت کی عجلت نہیں چاہی جاتی نہ سختی میں اس سے امید کی جاتی ہے تجھ سے یہ باتیں اس وقت کیوں نہیں ہوئیں جب تجھے ان قوموں نے گھیر لیا تھا جن کی ذلت کے سبب سے سرزنش نہیں کی گئی اور بزرگی کے سبب سے پارہ پارہ نہیں کئے گئے جن کے ہاتھ میدان جنگ میں سخت اور تیز سے تیز تھے کجی میں ستون بن جاتے تھے سخت راستوں سے گذر جاتے تھے قلیل کو کثیر کر دیتے تھے پیاسے کو سیراب کر دیتے تھے ذلیل کو عزت دار بنا دیتے تھے۔

عمرو۔ نے جواب میں کہا کہ اے عبد اللہ میں نے اس دن تیرے باپ کو اس حالت میں دیکھا تھا کہ اس کا اندرونی حصہ ظاہر ہو رہا تھا انتیں پھٹ گئیں تھیں ریڑھ کی ہدیاں مضطرب تھیں معلوم ہوتا تھا کہ اس پر کسی چیز کا لیپ لگا ہوا ہے (مراد یہ ہے کہ قتل ہو گیا تھا)

عبد اللہ۔ اے عمرو ہم تجھ کو اور تیری گفتگو کو کئی مرتبہ آزما چکے ہیں ہم تجھے جھوٹا اور غدار پا چکے ہیں اب تو ایسی قوموں سے آملا ہے جو تجھے نہیں پہچانتی ہیں اور ایسی فوج میں ہے جو تیری قدر و قیمت جانتی ہے اگر تو اہل شام کے علاوہ کہیں اور باتیں کرتا تو تیری عقل تجھ تک پلٹ کر آجاتی اور تیری زبان لکنت کرنے لگتی تیرے پیر لڑکھڑانے لگتے جیسے کسی

ایسے بیٹھے ہوئے انسان کے پیر لڑکھڑاتے ہیں جن پر بوجھ لاد دیا گیا ہو۔ یہ سوال وجواب سننے کے بعد معاویہ نے کہا کہ تم لوگوں کی گفتگو پر مجھے بہت افسوس ہے اور اس کے بعد اس نے جناب عبد اللہ بن ہاشم کو رہا کر دیا۔ اگر چہ عمرو معاویہ کو ان کے قتل پر ابھارتا رہا مگر معاویہ نے اس کی ایک نہیں سنی اور آزاد کر دیا۔ اس سلسلہ میں صاحب مروج الذہب نے عبد اللہ و عمرو عاص اور معاویہ کے کچھ اشعار بھی نقل کئے ہیں۔

اسی کتاب کے ص ۴۲ پر مرقوم ہے کہ

ایک دن جناب عبد اللہ معاویہ کے پاس آئے تو معاویہ نے کہا عبد اللہ یہ تو بتاؤ کہ سخاوت و بہادری و مروت کسے کہتے ہیں جناب عبد اللہ بن ہاشم نے کہا کہ سخاوت مال کو حقیر و ذلیل سمجھنے اور سوال سے پہلے عطا کرنے کا نام ہے لیکن بہادری اس کا نام ہے کہ انسان اقدام کی جرأت کرے اور جب قدم میں لغزش پیدا ہو جائے تو اس وقت صبر کرے اور ثابت قدم رہے مروت کی تعریف یہ ہے کہ دین انسان درست ہو اپنے حالات کو ٹھیک رکھے اور پڑوسی کی حفاظت وحمایت کرے۔

جناب عبد اللہ پر یہ مظالم صرف حضرت علیؑ کے محبّ و شیعہ ہونے کے سبب سے کئے گئے تھے۔

جمیل بن کعب ثعلبی

جناب جمیل بن کعب امیر المؤمنینؑ کے محبّ فدائی ناصر و مددگار

تھے آپ کے ساتھ جنگ جمل وصفین میں کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔ رجز میں جو اشعار اثنائے جنگ میں پڑھتے تھے ہر شعر دشمن کے دل کا ناصور بن جاتا تھا۔ جس کی یاد خصوصیت سے معاویہ کو تڑپا دیتی تھی اس لئے ایسے لوگوں کو ستایا اور پریشان کیا جاتا تھا اور ہزاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا جن لوگوں کو ستایا وگرفتار کیا گیا۔ جناب جمیل بن کعب ثعلبی بھی ہیں۔

چنانچہ علامہ مسعودی مروج الذہب ج ۲ ص ۵۹ پر فرماتے ہیں کہ

علامہ مدائنی نے ذکر کیا ہے کہ معاویہ نے (شہادت امیر المؤمنینؑ کے بعد) جمیل بن کعب کو گرفتار کیا جو قبیلہ ربیعہ کے سردار و رئیس اور علی بن ابی طالبؑ کے شیعہ و ناصر و مددگار تھے۔ جب وہ معاویہ کے سامنے آکر کھڑے ہوئے تو اس نے کہا کہ خدا کا شکر جس نے مجھ کو تم پر قدرت عطا کی ہے کیا تم ہی نہیں ہو جو جنگ جمل میں کہتے تھے کہ

امت (اسلامیہ) عجب امر میں مبتلا ہو گئی ہے اس لئے کہ کل ملک اس کا ہو گا جو غلبہ حاصل کرے۔ میں نے ایک کھری اور سچی بات کہی ہے کل عرب کے نامور و مشہور افراد ہلاک ہو جائیں گے۔

جناب کعب نے جواب میں کہا اے معاویہ یہ نہ ذکر کر، اس لئے کہ یہ تیرے لئے ایک مصیبت ہے۔

معاویہ۔ میرے لئے اس سے بڑی نعمت کیا ہو سکتی ہے کہ خدا

نے مجھے ایک ایسے شخص پر قدرت عطا کر دی ہے جس نے ایک گھنٹے میں میرے بہت سے حامی و مددگار افراد کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد جلاد کو حکم دیا کہ ان کی گردن اڑا دو۔

جمیل بن کعب۔ (یہ کلام معاویہ سنتے ہی فرمایا) پالنے والے گواہ رہنا کہ مجھے معاویہ نے تیری خوشنودی کے لئے قتل نہیں کیا ہے اور نہ تو ہی میرے قتل پر راضی ہے بلکہ مجھے صرف مال دنیا کے لئے قتل کیا ہے اس لئے اگر معاویہ مجھے قتل کر دے تو تو اس کے ساتھ وہ برتاؤ کرنا جس کا وہ اہل و سزاوار ہے۔ اور اگر مجھے قتل نہ کرے تو تو اس کے ساتھ وہ برتاؤ کرنا جس کا تو اہل و سزاوار ہے۔

معاویہ۔ جمیل خدا تم کو ہلاک کرے تم نے مجھے گالیاں دیں اور بہت فصیح و بلیغ گالیاں دی ہیں میرے لئے دعا کی ہے اور بہت برمحل دعا کی ہے

اس کے بعد معاویہ نے ان کو رہا کر دیا۔

جناب جمیل کی جرأت و ہمت کو دیکھئے کہ موت سر پر منڈلا رہی تھی۔ جلاد تلوار لئے سر پر کھڑا تھا معاویہ ایسا جبار قتل کا حکم دے رہا تھا مگر اس وقت اسے اس انداز سے برا بھلا کہا اور سب و شتم کیا کہ معاویہ کو بھی تعریف کرنا پڑی اور یہی سبب ہوا جس سے ان کی رہائی کا حکم دے دیا۔

یہ بھی قابل لحاظ بات ہے کہ جب جناب جمیل کے صرف محبت و نصرت حضرت علیؑ کے سبب سے قتل کا حکم دے دیا گیا تو اس وقت اپنے مسلک کو نہیں بدلا بلکہ معاویہ کے پکے دنیادار ہونے کا بھی اعلان کر دیا۔

ہم کو تاریخ میں ان کے حالت میں اس سے زیادہ نہیں ملا نہ یہ ہی ملا کہ ان کی موت کب کہاں اور کس سبب سے واقع ہوئی۔

جاریہ بن قدامہ تمیمی سعدی

اصحاب پیغمبر اسلامؐ میں داخل تھے ان کا شمار اصحاب امیر المؤمنینؑ میں بھی ہے آپ کے ساتھ آپ کی تمام لڑائیوں میں شریک تھے انھوں نے عبداللہ بن حضرمی کو بصرہ کے دار سنبل میں جلادیا تھا۔ اس لئے کہ معاویہ نے حضرمی کو بصرہ فتح کرنے کے لئے روانہ کیا تھا اس کے مقابلہ کے لئے حضرت علیؑ نے اعین بن ضبیعہ کو روانہ کیا جو قتل کر دئے گئے اس کے بعد حضرت نے جاریہ بن قدامہ کو روانہ کیا انھوں نے ابن حضرمی کا محاصرہ کیا اور آگ لگا دی۔ اصابہ ج ۱ ص ۲۱۸، استیعاب بر حاشیہ اصابہ ج ۱ ص ۲۴۹۔

یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب زیاد جناب عبداللہ بن عباس کی قائم مقامی میں حاکم بصرہ تھا۔ زیاد نے اس کی اطلاع امیر المؤمنینؑ کو دی حضرت نے اس کے مقابلہ کے لئے پہلے اعین بن ضبیعہ کو بھیجا تھا جب وہ قتل کر دئے گئے تو جناب جاریہ کو روانہ کیا۔ (استیعاب بر حاشیہ اصابہ ج ۱ ص ۲۴۵)

جناب جاریہ حضرت امیرؑ کے سچے دوست اور فدائی تھے زبردست ناصر و مددگار بھی تھے مرتے دم تک اسی جادہ پر باقی رہے اور

معاویہ ایسے جابر حاکم کے سامنے بڑے کلے ٹھلے سے اس کا اعتراف بھی کرتے رہے جیسا کہ حسب ذیل مکالمہ سے ظاہر ہے ابن عساکر نے فضل بن سوید سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ جاریہ بن قدامہ معاویہ کے پاس آئے (معاویہ ان کو دیکھتے ہی جل بھن کر کباب ہو گیا اور کہنے لگا)۔

معاویہ۔ کیوں جاریہ تمھیں علی ابن ابی طالبؑ کے ساتھ سعی و کوشش کرتے تھے اور اپنے شیعوں کو آگ لگایا کرتے تھے تم عربی قریوں پر حملہ آور ہوتے تھے ان کا خون بہایا کرتے تھے۔

جناب جاریہ۔ اے معاویہ حضرت علیؑ کا ذکر نہ کر اس لئے کہ جب سے ہم نے ان سے محبت کی ہے کبھی دشمن نہیں رکھا اور جب سے ان کی خیر خواہی کی ہے کبھی کھوٹ نہیں کیا ہے۔

معاویہ۔ جاریہ تمہارے اقرباء تو تم کو بہت حقیر و ذلیل سمجھتے تھے اسی لئے تو تمہارا نام جاریہ رکھا ہے۔ [۱]

جناب جاریہ۔ اے معاویہ تجھ کو تیرے اقرباء کتنا ذلیل رکھتے تھے کہ تیرا نام معاویہ رکھا ہے۔ [۲]

معاویہ۔ (نے گالی دی اور کہا) تیری ماں ہی موجود نہیں ہے۔

جناب جاریہ۔ اے معاویہ میری ماں ہی نے مجھے پیدا کیا ہے۔ اس لئے یہ تو غلط کہتا ہے۔

---

۱ عربی زبان میں جاریہ لونڈی کو کہتے ہیں اور لونڈی اپنے آقا اور اس کے اقرباء کی نظروں میں حقیر سمجھی جاتی ہے۔

۲ معاویہ بھونکتی کتیا کو کہتے ہیں۔

(سن اے معاویہ) جن تلواروں سے ہم نے تم سے صفین میں جنگ کی تھی اس کے قبضے اب بھی ہمارے قبضہ میں ہیں۔

معاویہ۔ کیوں جاریہ تم تو مجھے دھمکی دے رہے ہو۔

جناب جاریہ۔ اے معاویہ تو نے زور دستی اور قہر غلبہ سے ہم پر حکومت نہیں حاصل کی ہے نہ بغیر جنگ کے ہم کو فتح کیا ہے بلکہ ہم نے تجھ سے کچھ عہد و میثاق کیا ہے اگر ان کو تو نے پورا کیا تو ہم بھی اپنا عہد پورا کریں گے اور اگر تو نے کسی اور چیز کی طرف رغبت کی تو ہم نے اپنے پیچھے مددگار مرد سخت ذریں تیر نیزے چھوڑے ہیں اگر تو غداری سے ایک بالشت بڑھے گا تو ہم تیرے اوپر ایک ہاتھ کے برابر حملہ کریں گے۔

معاویہ۔ خدا تیرے مانند کثرت سے لوگ نہ پیدا کرے۔ (النصائح الکافیہ ص ۲۰)

جناب جاریہ کے حالات اس سے زیادہ ہم کو نہیں ملتے ہیں نہ یہ معلوم ہو سکا کہ ان کی موت کب کہاں اور کس سبب سے واقع ہوئی۔

صعصعہ بن صوحان عبدی

جناب صعصعہ بن صوحان اور ان کے دونوں بھائی زید اور صیحان حضرت امیر المؤمنینؑ کے مخلص اصحاب اور شیعوں میں داخل تھے زید اور صیحان جنگ جمل میں نصرت حضرت امیرؑ میں شہید ہوئے لیکن جناب صعصعہ حضرت کی تمام لڑائیوں میں شریک رہے اور کارہائے نمایاں انجام

دیئے۔

احادیث میں ان کے فضائل و محامد مذکور ہیں چنانچہ کتاب معرفۃ الرجال ص ۴۶ پر مذکور ہے کہ

قال ابو عبد اللہ علیه السلام ما کان مع امیر المؤمنین علیه السلام من یعرف حقه الا صعصعه و اصحابه .

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں امیر المؤمنینؑ علیہ السلام کی پورے طور سے معرفت جناب صعصعہ اور ان کے ساتھی ہی رکھتے تھے۔

حالانکہ حضرت کی پورے طور سے معرفت رکھنے والوں کی تعداد آپ کے اصحاب میں پچاس بھی نہیں تھی چنانچہ امام محمد باقرؑ ابو خالد کابلی سے فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ تم لوگوں میں عراق میں موجود تھے اور اپنے دشمنوں سے اپنے اصحاب کے ساتھ جنگ کر رہے تھے مگر آپ کے ساتھ پچاس افراد بھی ایسے نہیں تھے جو آپ کی پورے طور سے معرفت رکھتے ہوں اور آپ کی پورے طور سے معرفت رکھنا آپ کی امامت کا قائل ہونا ہے۔ (بحار الانوار ج ۹ ص ۷۲۱)

مگر کیا خوش قسمت تھے جناب صعصعہ کہ وہ حضرت کی معرفت اچھی طرح رکھتے تھے۔

جناب صعصعہ بڑے بہادر شجاع حق گو فصیح و بلیغ تھے اور بڑے بڑوں کو خاطر میں نہیں لاتے تھے ان کی یہ کیفیت اوائل عمر ہی سے تھی ان کے حالات میں کتاب استیعاب بر حاشیہ اصابہ ج ۲ ص ۱۹۲ پر مرقوم

ہے کہ جناب صعصعہ مسلمان تو حضرت رسول خداؐ کی حیات میں ہو گئے تھے لیکن حضرت سے ملاقات نہیں ہوئی نہ زیارت کا شرف حاصل ہوا یہ کمی ان میں تھی۔ اپنے قبیلۂ عبد قیس کے سرداروں میں داخل تھے۔ یہ خطیب فصیح عاقل لسان دیندار فاضل و بلیغ انسان تھے اصحاب امیر المؤمنینؑ میں شمار کئے جاتے تھے۔

یحییٰ بن معین کہتا ہے کہ صعصعہ، زید اور صیحان صوحان کے بیٹے تھے اور یہ سب کے سب قبیلہ عبد قیس میں بڑے خطبہ پڑھنے والے افراد میں داخل تھے زید و صیحان تو جنگ جمل میں قتل کئے گئے یہی وہ بزرگ ہیں جنھوں نے اس وقت جب عمر بن خطاب نے اس مال کو تقسیم کیا تھا جسے ابو موسیٰ نے ان کے پاس بھیجا تھا جس کی مقدار دس لاکھ درہم تھی اس مال کی تقسیم کے بعد کچھ حصہ بچ گیا۔ اصحاب پیغمبر اسلامؐ میں اختلاف ہوا کہ یہ مال کس چیز میں خرچ کیا جائے تو عمر بن خطاب خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد کہا کہ لوگوں حقوق کی تقسیم کے بعد کچھ مال بچ گیا ہے اس کے بارے میں تم لوگ کیا کہتے ہو یہ سنتے ہی جناب صعصعہ بن صوحان اٹھ کھڑے ہوئے وہ اس وقت نوجوان صاحبزادے تھے اور کہا کہ اے امیر المؤمنین لوگوں سے ان چیزوں میں مشورہ کیا جاتا ہے جس کے بارے میں قرآن میں کوئی حکم نہ نازل ہوا ہو لیکن جس چیز کے بارے میں قرآن میں خدا نے حکم نازل کر دیا ہو آپ اسے انھیں احکام کے مطابق انجام دیں یہ سنتے ہی انھوں نے اس بقیہ مال کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

یہ واقعہ بتاتا ہے کہ نوجوانی میں ان کی جرأت وہمت کیا تھی اور عمر بن خطاب اور اصحاب نبیؐ جس مسئلہ کو نہیں جانتے تھے اور آپس میں ایک دوسرے کے خلاف حکم بیان کر رہے تھے جناب صعصعہ کم سنی کے باوجود قرآن پر اتنا عبور رکھتے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ اموال کے بارے میں جو حکم قرآنی ہے آپ اس پر عمل کیجئے چنانچہ انھوں نے جناب صعصعہ کے قول کو مان کر بقیہ مال کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔

جناب صعصعہ اپنی حق گوئی وحق پسندی کے سبب سے چین سے نہیں بیٹھنے پاتے تھے یہی سبب تھا جس سے عثمان بن عفان کے حکم سے ان کے دور خلافت میں جو لوگ کوفہ سے نکالے گئے تھے ان میں جناب صعصعہ بھی تھے باقی افراد میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ مالک بن کعب، ارحتی اسود بن یزید نخعی علقمہ بن قیس نخعی، صعصعہ بن صوحان عبدی۔

دمشق میں معاویہ اور جناب صعصعہ اور ان کے رفقاء میں کئی مرتبہ گفتگو اور بحث ومباحثہ بھی ہوا جس میں پیش پیش جناب صعصعہ ہی رہتے تھے اور ایک مرتبہ تو یہ لوگ معاویہ پر ٹوٹ پڑے اور اس کی ڈاڑھی بھی نوچ ڈالی تفصیل کے لئے شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ص ۱۵۹ کا مطالعہ کیا جائے۔

اس کے بعد پھر کوفہ واپس کئے گئے اور عثمان بن عفان نے دوبارہ مالک اشتر وثابت قیس ہمدانی وکمیل بن زیاد نخعی وزید بن صوحان عبدی و حبیب بن زہیر عامدی وحبیب بن کعب ازدی وعروہ بن مجد وعمر بن حمق

خزاعی کے ساتھ کوفہ سے نکال کر حمص عبد الرحمٰن بن خالد بن ولید کے پاس بھیج دیا جس نے وہاں ان لوگوں پر بڑے مظالم کئے اور پھر کوفہ واپس کر دیا۔

اصابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۲ ص ۲۰۰ پر مرقوم ہے کہ

جناب صعصعہ اور معاویہ سے کئی مرتبہ مقابلہ ہوا ہے شعبی کہتا ہے میں نے خطبہ خوانی جناب صعصعہ ہی سے سیکھا ہے ان سے ابو اسحاق سبیعی منہال بن عمر اور عبد اللہ بن بریدہ وغیرہ نے روایت کی ہے معاویہ کے زمانۂ خلافت میں کوفہ میں ان کا انتقال ہوا اور علائی نے زیاد کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ مغیرہ نے معاویہ کے حکم سے جزیرہ یا بحرین کوفہ سے نکال کر بھیج دیا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ جزیرہ ابن کان بھیجے گئے تھے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔

جناب صعصعہ کوفہ سے صرف محبت و الفت امیر المؤمنینؑ اور اپنی شیعیت کے سبب سے نکالے گئے اور عالم غربت و تنہائی میں وطن سے دور اس سرشار محبت حضرت علیؑ کا انتقال ہو گیا۔

معاویہ کے زہر دغا سے شہادت امام حسن علیہ السلام

ہمارے دوسرے امام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بڑے نواسے آرام دل حضرت علیؑ راحت قلب جناب معصومہ عالم فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا جناب حسن مجتبیٰ علیہ السلام پندرہ رمضان ۳ھ کو پیدا

ہوئے ۲۸ صفر سنہ ۵۰ھ کو شہادت پائی آپ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جو محبت والفت تھی اس سے کتب احادیث واخبار پر ہیں آپ اور آپ کے بھائی کے لیے حضرت نے فرمایا حسنؑ و حسینؑ میرے پھول ہیں آپ ہی جوانان جنت کے سردار ہیں آپ ہی راکب دوش رسول ہیں آپ کے فضائل و محامد و شرف و منزلت سے کوئی مسلمان انکار ہی نہیں کر سکتا۔ آپ ہی وہ بزرگ ہیں جن کے بارے میں علامہ شہاب الدین احمد بن علی عسقلانی معروف بعلامہ ابن حجر اصابہ فی معرفہ الصحابہ ج اص ۲۲۰ پر فرماتے ہیں کہ

کان رسول اللہ یصلی بالناس و کان الحسن بن علی یثب علی ظھرہ حین سجد یفعل ذالك غیر مرة قالوا له انك لتفعل بھٰذا شیا ما راینا ك تفعله باحد قال ان النبی ھذا سید سیصلح اللہ به بین فئتین من المسلمین .

جناب رسول خداؐ لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے جب آپ سجدے میں جاتے تھے تو امام حسنؑ آپ کی پیٹھ پر بیٹھ کر اچھلتے تھے امام حسنؑ نے کئی مرتبہ ایسا کیا تو لوگوں نے کہا کہ آپ ان کے ساتھ جو برتاؤ کرتے ہیں ہم نے آپ کو کسی کے ساتھ ویسا برتاؤ کرتے نہیں دیکھا ہے آپ نے فرمایا میرا یہ بیٹا سید و سردار ہے عنقریب خدا اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں مصالحت کردے گا۔

ہم اختصار کے سبب سے آپ کے فضائل کی حدیثیں ترک کرتے

ہیں۔

انصاف سے فرمایئے جس کی ہستی اتنی عظیم ہو کیا اس کا شہید کر دینا معمولی بات ہو گی اس کی شہادت پر اظہار مسرت وشادمانی چھوٹی موٹی بات ہو گی ہر گز نہیں اب آپ کتب اہل سنت سے معلوم کیجئے امام حسنؑ کو کس نے شہید کیا۔

علامہ محمد بن عقیل النصائح الکافیہ ص ۹۵ پر جناب حجر بن عدی اور ان کے رفقاء کے شہادت کے واقعات کے بعد فرماتے ہیں کہ

معاویہ کا یہ بدترین فعل اس کے عظیم ترین مہلک امور میں سے کوئی بڑا واقعہ نہیں اس لئے کہ وہ اس سے قبل زہر دے کر قتل امام حسنؑ ۱۰

۱۰۔ امام حسنؑ کو معاویہ نے زہر دے کر جو شہید کیا اس کے بارے میں ایک جلیل القدر سنی عالم کا یہ قول ہے مگر ہمارے سنیت نواز مولانا علی نقی صاحب نقوی نے شہید انسانیت میں معاویہ دوستی سے کام لے کر ص ۷۵ اپر اس الزام کو معاویہ سے ہٹا کر یزید پلید کے سر تھوپ دیا ہے۔ حالانکہ کثرت سے شیعہ سنی مورخین و محدثین تحریر کرتے ہیں کہ زہر معاویہ ہی نے دمشق سے روانہ کیا تھا اور اسی نے جعدہ بنت اشعث سے مروان بن حکم کے ذریعہ سے آپ کو شہید کرادیا۔ معاویہ نے جعدہ سے وعدہ کیا تھا کہ اسے اس کام کے لئے ایک لاکھ درہم دے گا اور یزید سے بیاہ دے گا۔ یہ ملعونہ اس فریب میں آگئی اور حضرت کو زہر پلادیا اسے حسب ذیل علماء اہل سنت نے نقل کیا ہے۔

۱۔ مروج الذہب علامہ ابوالحسن علی حسین مسعودی ج ۲ ص ۳۶۔

۲۔ تذکرہ خواص الامہ۔ ۳۔ مناقب علامہ ابن شہر آشوب ج ۴ ص ۵۸۔

۴۔ استیعاب ج ۱ ص ۳۷۵۔ ۵۔ تھذیب الکمال فی اسماء الرجال۔

۶۔ مراۃ الجنان واحاسن الاخبار۔ ۷۔ ربیع الابرار زمخشری۔

۸۔ تاریخ ابوالحسن مدائنی۔ ۹۔ حسن السریرہ۔

۱۰۔ نزل الابرار۔ ۱۱۔ تاریخ خمیس۔

۱۲۔ حیوۃ الحیوان ۱۳۔ النصائح الکافیہ ص ۵۹۔

کارتکاب کر چکا تھا حالانکہ وہ حدیث کساء کی پانچویں فرد محمد مصطفےؐ کے فرزند علی مرتضیٰؑ کے بیٹے فاطمہ زہراؑ کے لخت جگر فرزند شجرہ طوبیٰ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھولوں میں سے دنیا میں ایک پھول جنت کے دو سرداروں میں سے ایک سردار تھے۔

ابوالفرج نے کہا ہے کہ امام حسنؑ زہر سے شہید ہوئے جسے معاویہ نے خفیہ طور سے آپ اور سعد بن ابی وقاص کے پاس اس وقت بھیجا جب اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنانا چاہا تھا یہ دونوں بزرگوار تھوڑے ہی دنوں کے فاصلہ سے انتقال کر گئے ابن عبد البر مسعودی اور دیگر لوگوں نے نقل کیا ہے کہ امام حسنؑ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی نے آپ کو زہر پلا دیا جسے معاویہ نے اس کے پاس خفیہ طور سے بھیجا تھا اور کہلایا تھا اگر تو کسی بہانہ سے امام حسنؑ کو قتل کر دے گی تو میں ایک لاکھ درہم دوں گا اور یزید سے بیاہ دوں گا اسی سبب سے وہ ملعونہ امام حسنؑ کو زہر دینے پر آمادہ ہو گئی۔ جب امام حسنؑ کی شہادت ہو گئی تو معاویہ نے مال تو دے دیا اور یہ کہلا دیا کہ میں یزید کی زندگی چاہتا ہوں اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو یزید سے نکاح کے وعدے کو بھی پورا کرتا۔

موصوف نے ص ۶۰ پر شہادت امام حسنؑ پر محمد بن جریر طبری کے حوالہ سے معاویہ کے اظہار شادمانی اور قصر خضراء سے صدائے تکبیر بلند کرنے کو بھی تحریر کیا ہے۔

جب امام حسنؑ کی شہادت ہو گئی تو معاویہ نے شیعوں پر جبر و تشدد

زیادہ کر دیا اور اس کے عمال خصوصاً زیاد نے شیعوں کو بے دردی سے طرح طرح کی اذیتیں دے کر قتل کرنا شروع کر دیا۔

بہر حال اب ہم بعد شہادت امام حسنؑ کے مظالم کو ذکر کرتے ہیں۔

حجر بن عدی بن معاویہ بن جبلہ بن ادبر

جناب حجر بن عدی افاضل اصحاب پیغمبر اسلامؐ میں داخل تھے ان کے زہد و ورع و تقویٰ و کثرت عبادت کو تمام علماء رجال نے تحریر کیا ہے۔

علامہ ابن عبد البر کتاب استیعاب ج ا ص ۴ ۱۳۴ پر ان کے حالات میں تحریر کرتے ہیں کہ جناب حجر اگرچہ سن کے اعتبار سے بڑے بڑوں سے کم تھے لیکن فضلاء اصحاب پیغمبر اسلامؐ میں داخل تھے۔ جنگ صفین میں قبیلہ کندہ کے سردار تھے اور جنگ نہروان میں میسرہ کا علم ان کے ہاتھ میں تھا۔

جناب حجر کی صحابیت کا اعتراف علامہ ابن اثیر جزری صاحب اسد الغابہ نے استیعاب کے حوالہ سے کیا ہے اور اس کی رد نہیں کی ہے وہ اس کتاب سے نقل کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ حُجر حُجر خیر کے نام سے شہرت رکھتے ہیں یہی فرزند ادبر ہیں ان کے والد کو ادبر اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ واپس آرہے تھے کہ ان کے کولھے پر وار کیا گیا۔ جناب حجر اپنے بھائی ہانی کے ساتھ نبیؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور جنگ قادسیہ میں شریک

تھے ان کا شمار افضل اصحاب پیغمبر اسلامؐ میں ہوتا تھا جنگ صفین میں قبیلہ کندہ کے سردار تھے۔ اور لشکر امیر المؤمنینؑ کے سردار جنگ نہروان میں تھے اور جنگ جمل میں بھی حضرت علیؑ کے ساتھ موجود تھے۔ حجر بزرگ ترین اصحاب پیغمبر اسلامؐ میں داخل تھے۔ حضرت امیر المؤمنینؑ کے سچے اور مخلص و محبّ تھے۔ نشۂ الفت میں ایسے سرشار مست تھے کہ جام شہادت ڈگڈگا کر پی لیا لیکن حضرت سے برائت نہیں کی۔

طبری جلد ۶ ص ۱۵۶ پر یہ تحریر ہے کہ جناب حجر اور ان کے ساتھیوں کے قتل کے بعد میں نے لوگوں کو یہ کہتے پایا کہ پہلے پہل ذلت کوفہ میں اس وقت داخل ہوئی جب حسن بن علی اور حجر بن عدی قتل کیے گئے اور زیاد کو ابوسفیان کا بیٹا بنایا گیا۔

مبارک بن فضالہ راوی ہے کہ میں نے اس وقت حسن بصری کو کہتے ہوئے سنا جب ان کے سامنے یہ ذکر ہوا کہ معاویہ نے حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا کہ ویل اس کے لئے ہے جو حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرے (استیعاب ج ا ص ۱۳۵)

احمر کہتا ہے کہ میں نے سلیمان سے عرض کیا کہ کیا تم کو یہ خبر معلوم ہوئی ہے کہ حجر وہ تھے جن کی دعائیں قبول ہوتی تھیں۔ سلیمان نے کہا ہاں حجر ایسے ہی تھے اور حجر تو افاضل اصحاب نبیؐ میں داخل تھے (استیعاب ج ا ص ۱۲۵)

جناب حجر وہ بزرگ ہیں کہ جناب عائشہ بنت ابوبکر نے بھی

ان کی شہادت کے بعد معاویہ سے احتجاج کیا تفصیل کے لئے تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۵۶ ملاحظہ کیجئے۔

استیعاب ج ۱ ص ۱۳۴ پر مرقوم ہے کہ عبداللہ بن عمر نماز میں تھے کہ ان کو حجر کی شہادت کی خبر دی گئی تو وہ کھڑے ہو گئے اور چیخیں مار مار کر رونے لگے۔

تحفہ الاحباب ص ۵۴ پر تحریر ہے کہ ربیع بن زیاد حارثی معاویہ کی جانب سے خراسان کا حاکم تھا جب ان کو جناب حجر بن عدی کے قتل کی خبر دی گئی تو وہ بیچین ہو کر بارگاہ رب العزت میں عرض کرنے لگے پالنے والے اگر تیری بارگاہ میں مجھے کچھ منزلت و قربت حاصل ہے تو فوراً میری روح قبض کر لے اس دعا کے بعد ربیع اپنی جگہ سے اٹھنے نہ پائے تھے کہ وفات پا گئے۔

جناب حجر کی اس عظمت و جلالت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ جس راستہ پر تھے وہی راہ حق ہے اور ان کے مخالفین جس راستہ پر چل رہے تھے وہ باطل ہے اور یہ مسلمہ حقیقت ہے وہ صرف محبت واخلاص امیر المؤمنینؑ اور ان کے شیعہ ہونے کے سبب سے بے دردی سے شہید کئے گئے ہیں اس لئے مذہب شیعہ اور راہ محبت علی ابن ابی طالبؑ راہ حق و نجات ہے۔

جناب حجر کا زہد و ورع

جناب حجر بن عدی زہد و ورع و تقویٰ میں بھی اصحاب پیغمبر اسلامؐ

اور تابعین میں ممتاز تھے اسی سے ان کو حجر الخیر کہا جاتا تھا۔ ان کے زہد و ورع کا یہ عالم تھا کہ جب معاویہ کا قاصد چھ آدمیوں کی رہائی اور آٹھ کے قتل کا حکم لے کر آیا اور یہ کہا کہ اگر تم لوگ بھی علی بن ابی طالبؑ سے برائت کرو تو ہم تم سب کو بھی رہا کر دیں گے سب نے ہمزبان ہو کر کہا پالنے والے ہم تو علیؑ سے برائت وبیزاری نہیں کر سکتے ہیں۔ چنانچہ حکم دیا گیا کہ قبریں کھودی جائیں کفن ان کے پاس لا کر رکھ دیئے جائیں۔ قبریں تیار کر دی گئیں کفن بھی لا کر رکھ دیئے گئے لیکن ان محبت امیر المؤمنینؑ کے متوالوں اور الفت و مودت ابو تراب کے دیوانوں نے جزع و فزع و خوف و ہراس کے بجائے اپنے مصلے بچھا دیئے اور ساری رات نماز و دعا اور پروردگار عالم سے مناجات میں گذار دی (طبری ج ۶ ص ۱۵۴) صبح قتل طالع ہوئی جلاد برہنہ تلواریں لئے سامنے آئے اور پھر سوال برائت از علیؑ پیش ہوا اب بھی اگر ایسا کر لو تو رہا کر دئے جاؤ گے سب نے آخری مرتبہ بھی اس سوال کو پائے تحقیر سے ٹھکرا دیا اور جام قتل اطمینان سے پینے لگے۔ جب جناب حجر کی باری آئی تو قاتل سے کہا اتنی دیر ٹھہر جا کہ میں وضو کر لوں جب وضو کر چکے تو کہا اگر اجازت دو تو دو رکعتیں نماز پڑھ لوں اس لئے کہ خدا کی قسم میں نے جب بھی وضو کیا ہے دو رکعتیں نماز پڑھی ہیں اجازت ملی، دو رکعتیں نماز کی ادا کیں جب نماز پڑھ چکے تو قاتلوں کی طرف متوجہ ہوئے کہنے لگے خدا کی قسم ان دو رکعتوں سے مختصر نماز کبھی نہیں پڑھی ہے۔ اگر تم لوگ یہ خیال نہ کرتے کہ میں موت سے ڈر گیا

ہوں تو میں اس وقت بہت سی نمازیں پڑھتا۔ (تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۵۶)

محبت والفت امیر المؤمنینؑ

جناب حجر امیر المؤمنینؑ کو دل و جان سے دوست رکھتے تھے آپ کی برائی سن نہیں سکتے تھے اس لئے جب مغیرہ اور زیاد حضرت کو برا بھلا کہتے تھے یہ ان کو ٹوک دیا کرتے تھے اور ان ارباب اقتدار کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اسی لئے معاویہ نے بیت المال سے جو دو ہزار پانچ سو درہم سالانہ ان کو ملتے تھے اسے بھی بند کر دیا اور جب زیاد حاکم کوفہ ہوا اور ۵۱ھ میں جب جناب حجر اور ان کے رفقاء کی گرفتاری سے عاجز ہوا تو اس نے محمد ابن اشعث کو بلا کر دھمکی دی کہ اگر حجر کو گرفتار کر کے نہ لاؤ گے تو تمہارے خرمہ کے باغات کٹوادوں گا گھر ڈھادئے جائیں گے پھر تجھے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں گا صرف تین دن کی مہلت دی جاتی ہے اس کے بعد اپنے کو تو ہلاک شدہ لوگوں میں شمار کرنا یہ کہہ کر اسے قید خانہ میں بھیج دیا حجر بن یزید کندی کی سفارش پر رہا کیا گیا اس لئے کہ اس نے کہا کہ یہ آزادرہ کر حجر بن عدی کا آسانی سے پتہ لگا سکتا ہے۔ (تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۴۶ تا ۱۴۷)

ادھر جناب حجر بن عدی کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو ربیعہ بن ناجذ ازدی کے گھر سے اپنے غلام رشید اصفہانی کو محمد کے پاس بھیجا اور کہلایا

کہ اس جبار و شقی نے جو برتاؤ تمہارے ساتھ کیا ہے اس سے پریشان نہ ہو میں اس شرط پر تمہارے پاس آسکتا ہوں کہ تم اپنے قبیلہ کے افراد کے ساتھ زیاد کے پاس جاؤ اور یہ ضمانت حاصل کرو کہ وہ مجھے قتل نہیں کرے گا بلکہ زندہ معاویہ کے پاس بھیج دے گا چنانچہ محمد بن اشعث نے اپنے ساتھ حجر بن یزید، جریر بن عبداللہ اور عبداللہ بن حارث برادر مالک بن اشتر کو لیا اور زیاد سے اس کی ضمانت لی اور جناب حجر بن عدی زیاد کے پاس آگئے اس نے ان کو قید خانہ میں بھیج دیا۔ (تاریخ طبری ج ۶ ص ۱۵۰)

جناب حجر بن عدی کی گرفتاری کے بعد دس دن مسلسل زیاد ان کے ساتھیوں کی تلاش میں رہا ان کی گرفتاری کے حالات ان کے ذکر میں آئیں گے۔

جناب حجر بن عدی کے رفقاء میں جو راس و رئیس تھے اور گرفتار کئے گئے وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ ارقم بن عبداللہ کندی از قبیلہ ارقم
۲۔ شریک بن شداد حضرمی
۳۔ صیفی بن فسیل
۴۔ قبیصہ بن ضبیعہ بن حرملہ عسنی
۵۔ کریم بن عفیف خثعمی
۶۔ عاصم بن عوف بجلی
۷۔ ورقا بن سمی بجلی

۸۔ کدام بن حیان

۹۔ عبدالرحمان بن حنان

۱۰۔ محرز بن شہاب تمیمی

۱۱۔ عبداللہ بن حوبہ سعدی۔

یہ سب لوگ مقام مرج عذرا میں ٹھہرائے گئے ان لوگوں کے بعد حسب ذیل دو افراد کو زیاد نے اور روانہ کیا۔

۱۔ بن اخنس

۲۔ سعد بن نمدان ہمدانی

ان لوگوں کے پہنچنے کے بعد اب چودہ افراد پورے ہو گئے۔

علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے اپنی تاریخ ج ۶ ص ۱۵۲ او ۱۵۳ پر اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے کہ کس طرح حکومت کے نشہ میں ان لوگوں کے خلاف فرضی گواہوں سے محضر تیار کر کے روانہ کیا گیا۔ قاضی شریح نے کس طرح اپنی گواہی کے خلاف مخصوص خط لکھا جس کو ہم اس سے قبل تحریر کر چکے ہیں۔

الغرض جب یہ سب حضرات عذرا میں مقیم تھے۔ معاویہ نے چند افراد کو ان کے پاس روانہ کیا کہ اگر علی ابن ابی طالبؑ سے برائت و بیزار کریں تو رہا ورنہ موت۔ آنے والوں میں ایک یک چشم تھا جناب کریم بن عفیف خثعمی نے فرمایا ہم میں سے نصف قتل کیے جائیں گے اور نصف نجات پائیں گے۔ جب ان جانبازوں نے جناب امیرؑ سے بیزاری و اظہار

برائت سے انکار کر دیا تو کچھ کی سفارش ان کے اقرباء نے کی وہ رہا کر دئے گئے دو نے کہا ہم کو معاویہ کے پاس زندہ لے چلو باقی سات افراد شہید کر دئے گئے۔ مگر ان لوگوں نے خواہش کی کہ ہم کو رات بھر عبادت کا موقعہ دیا جائے چنانچہ سب نے تمام رات نمازیں پڑھیں۔ صبح کو ایک ایک کے سامنے مسئلہ برائت پیش کیا جاتا تھا وہ انکار کرتا تھا اور قتل کر دیا جاتا تھا۔ جناب حجر نے قتل سے قبل وصیت کی تھی کہ میرے جسم سے ہتکڑی بیڑی نہ اتاری جائے نہ غسل دیا جائے بلکہ میرے ہی کپڑوں میں دفن کر دیا جائے۔ قتل سے قبل وضو کیا دو رکعتیں نماز پڑھی اور جام شہادت نوش کر لیا۔ **اللھم ارزقنا اتباع حجر و اصحابه.** اس موقعہ پر حسب ذیل افراد شہید ہوئے۔ حجر بن عدی۔ شریک بن شداد حضرمی۔ صیفی بن فسیل۔ قبیصہ بن ضبیعہ۔ محرز بن شہاب۔ کدام بن حیان۔ جناب عبدالرحمٰن کو مقام قس ناطف میں زندہ دفن کیا گیا۔

شریک بن شداد حضرمی

جناب شریک بن شداد حضرمی کی گرفتاری وغیرہ کے حالات کتب تاریخ ورجال میں ہم کو نہیں ملے لیکن مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ بھی جناب حجر کے رفقاء میں تھے انھیں کے ساتھ گرفتار کر کے شام بھیجے گئے بارہ افراد میں یہ بھی شامل تھے اور سات آدمی جو مقام مرج عذراء میں شہید کئے گئے ان میں بھی یہ داخل تھے طبری ج ۶ ص ۱۴۹)

جناب حجر کے ساتھ محبت حضرت امیرؑ میں گرفتار ہونا اور شہید ہونا بہترین شرف ہے۔

صیفی بن فسیل شیبانی

جناب صیفی بن فسیل قبیلہ ربیعہ کی شاخ بنو شیبان سے تعلق رکھتے تھے بڑے جیالے اور مضبوط انسان تھے جام محبت امیر المؤمنینؑ پی کر ہمہ وقت مست رہتے تھے علامہ مامقانی اپنے رجال ج ۲ ص ۱۰۳ پر تحریر کرتے ہیں کہ یہ حضرت امیرؑ کے اصحاب اور معتمد تھے اور علامہ برقی تحریر فرماتے ہیں کہ ان کو حضرت امیرؑ کی خدمت کا شرف بھی حاصل تھا ان کے فضل و شرف کے لئے یہ کافی ہے یہ حجر بن عدی کے ساتھیوں میں تھے اور جو رائے جناب حجر کی تھی اسی کے مالک بھی تھے جناب حجر کے ساتھ جن بارہ افراد کو زیاد نے گرفتار کر کے معاویہ کے پاس بھیجا تھا ان میں جناب صیفی بھی داخل تھے اور ان میں جن افراد کی شہادت مقام مرج عذراء میں واقع ہوئی ان میں بھی ان کا شمار ہے۔

جناب حجر بن عدی اور ان کے رفقاء جب زیاد کی قید سے چھٹ کر روپوش ہو گئے اور ان کی گرفتاری شروع ہوئی تو قبیصہ بن ضبیعہ بن حرملہ عبسی کی گرفتاری کے بعد قیس بن عباد شیبانی نے زیاد سے آکر بیان کیا کہ ہمارے قبیلہ بنو ہمام میں صیفی بن فسیل ایک شخص ہے جو روساء اصحاب حجر بن عدی میں داخل ہے وہ آپ کو دشمن رکھتا ہے زیاد نے

ان کی گرفتاری کا حکم دے دیا چنانچہ جناب صیفی گرفتار کر کے لائے گئے زیاد نے کہا اے دشمن خدا تو ابو تراب کے بارے میں کیا کہتا ہے جناب سیفی نے جواب دیا کہ میں ابو تراب کو نہیں جانتا ہوں زیاد نے کہا اچھا کیا تم علی بن ابی طالبؑ کو جانتے ہو جناب صیفی نے کہا ہاں ہاں ان کو پہچانتا ہوں۔ زیاد نے کہا وہی تو ابو تراب ہیں جناب صیفی نے جواب دیا ہر گز نہیں وہ ابو الحسنؑ والحسینؑ ہیں کوتوال شہر نے کہا امیرؑ کہہ رہا ہے کہ وہی ابو ترابؑ ہیں اور تم اس سے انکار کر رہے ہو جناب صیفی نے کہا کہ اگر امیر جھوٹ بولے تو کیا میں بھی جھوٹ بولوں اور امیر کی طرح جھوٹی گواہی دوں (مجھ سے تو یہ نہیں ہو سکتا) زیاد نے کہا تمہارے گناہ کے ساتھ ایک اور گناہ کا اضافہ ہو گیا اچھا چھڑی لاؤ جب چھڑی آ گئی تو زیاد نے کہا اچھا اب بتاؤ علی بن ابی طالبؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو جناب صیفی نے جواب دیا کہ بہتر سے بہتر جوبات میں کہہ سکتا ہوں وہ علی ابن ابی طالبؑ کے لئے کہتا ہوں علیؑ تو خدا کے مومن بندوں میں سے ایک بزرگ تھے زیاد نے حکم دیا کہ ان کے شانے پر اتنی چھڑیاں ماری جائیں کہ یہ زمین پر لیٹ جائیں چنانچہ ان کو اتنی چھڑیاں ماری گئیں کہ فرش زمین ہو گئے زیاد نے حکم دیا ان کو کھڑا کرو جب کھڑے کئے گئے تو زیاد کہنے لگا اب تم علیؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو جناب صیفی نے کہا خدا کی قسم اگر تو مجھے استرے اور چھری سے چھیل ڈالے جب بھی وہی کہوں گا جو تو نے مجھ سے ابھی ابھی سنا ہے زیاد نے کہا اچھا علیؑ پر لعنت کرو ورنہ میں تمہاری گردن اڑا دوں گا

جناب صیفی نے کہا اے زیاد خدا کی قسم مجھے علیؑ کو برا بھلا کہنے سے پہلے مار ہی ڈال اور اگر تو میری گردن ہی اڑانا چاہتا ہے تو میں اس پر بھی خدا سے راضی و خوشنود ہوں لیکن تو شقی و بدبخت ہو جائے گا۔ زیاد نے حکم دیا کہ ان کی گردن میں ہاتھ دے کر نکال دو اس کے بعد حکم دیا کہ ان کو لوہے میں اچھی طرح جکڑ کے قید خانے میں ڈال دو۔ طبری ج ۶ ص ۱۴۹۔

چنانچہ یہ زنجیروں میں جکڑ کر قید خانے میں ڈال دیئے گئے اور جب جناب حجر ایک مخصوص محضر کے ساتھ روانہ کئے گئے تو ان کے ساتھ یہ بھی تھے اور انھیں کے ساتھ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

قبیصه بن ضبیعه عبسی

جناب حجر بن عدی کو اسیر و مقید کرنے کے بعد زیاد ابن ابیہ نے ان کے رفقاء کی گرفتاری شروع کی اور ان حضرات نے چھپنا شروع کیا ان میں سے جو ملتا تھا اسے قید خانہ میں بند کر دیتا تھا۔

ایک دن اس نے اپنے پولیس کے افسر شداد بن ہیثم کو جناب قبیصہ کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا جناب قبیصہ نے اپنے قبیلہ والوں کو آواز دی اور خود تلوار لے کر مقابلہ میں آگئے۔ آپ کے بلانے پر ربیعی بن حراش اور ان کے قبیلہ کے کچھ اور لوگ امداد کے لئے آ گئے۔ اور جنگ کا ارادہ کیا شداد نے جب یہ کیفیت دیکھی تو قبیصہ سے کہا آپ زیاد کے پاس چلیئے میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کی جان اور مال محفوظ رہے گا آخر آپ

کیوں اپنے کو ہلاکت میں مبتلا کرتے ہیں ان کے ساتھیوں نے بھی کہا کہ جب امان دی جا رہی ہے تو ہلاکت میں مبتلا نہ ہو جایئے اور ہمیں بھی ہلاکت سے بچایئے۔ جناب قبیصہ نے کہا یہ حرامزادہ ہے اگر میں اس کے قبضہ میں پہنچ گیا تو پھر کہیں بھاگ کر نہیں جا سکوں گا قید کر دے گا یا قتل کر دے گا۔ قبیلہ والوں نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا ہے بالآخر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا وہ لوگ ان کو لے کر زیاد کے پاس آئے۔ زیاد نے ان کو دیکھتے ہی کہا کہ بہت سے قبیلہ ہیں جو عنقریب مجھے دین کے سبب سے تعزیت دیں گے (زیاد نے یہ جملہ تعریض کے طور سے زبان پر جاری کیا تھا) قبیصہ آگاہ ہو کہ میں عنقریب تم کو فتنوں میں پڑنے اور حکام کے خلاف شور و غل کرنے سے غافل اور بے پرواہ کر دوں گا۔ قبیصہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں یہاں امان پانے کے بعد آیا ہوں۔ زیاد نے حکم دیا ان کو بھی قید خانہ میں بند کر دیا جائے۔ طبری ج ۶ ص ۱۴۹۔

زیاد نے جب حکم دیا کہ ان جانبازوں کو شام لے جایا جائے تو زیاد کو اندیشہ تھا کہ مبادا اہل کوفہ پھر ان لوگوں کو آزاد کرا لیں اس لئے وائل بن حجر اور کثیر بن شہاب کو حکم دیا کہ ان سب حضرات کو راتوں رات شہر سے باہر پہنچا دیا جائے جب ان کی سواری جبانہ عرزم پہنچی تو قبیصہ جن کا گھر بھی وہیں واقع تھا اپنے گھر کو دیکھا اتفاقاً ان کی نظر اپنی لڑکیوں پر پڑی جو مکان کے اوپر سے اس دردناک منظر کو دیکھ رہی تھیں قبیصہ نے پہریداروں سے اجازت لی کہ میں اپنے اہل و عیال کو وصیت کر دوں

لڑکیوں کے پاس گئے تو انھوں نے چیخیں مار مار کر رونا شروع کیا قبیصہ نے انھیں خاموش کیا اور کہا کہ تقویٰ اختیار کرو اور صبر کرو اس لئے کہ میں خدا سے اس راہ میں دو حسنات میں سے ایک کی امید رکھتا ہوں شہادت یا خیریت سے تم لوگوں کے پاس واپسی رہے تمہارے ضروریات تو جواب تک تم کو رزق دیتا تھا۔ وہ اللہ ہے جو زندہ ہے اسے کبھی موت نہ آئے گی مجھے امید ہے کہ وہ تم کو ضائع و برباد نہ کرے گا۔ اور تمہارے لئے میری حفاظت کرے گا۔ یہ کہہ کر وہاں سے واپس ہوئے۔ طبری ج ۶ ص ۱۵۲۔

جناب ضبیعہ کا بیٹیوں سے اس طرح گفتگو کرنا ان کے ثبات قدم، تقویٰ، توکل اور ایمان کو واضح کرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت امیر المؤمنینؑ کے سچے محبوں کا یہی کردار ہے۔ اے کاش ہم بھی ان کے نقش قدم پر چل کر اپنی دنیا و آخرت کو اجاگر کریں۔ جناب حجر بن عدی کے ساتھ ان کو بھی شہید کیا گیا۔

کدام بن حبان عنزی

جناب کدام بن حبان کو بھی جناب حجر کے ساتھ بظلم و ستم اسیر کر کے شام صرف اس لیے روانہ کیا گیا کہ محبّ امیر المومنینؑ تھے اور اسی جرم میں جناب حجر کے ساتھ درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

کتب تاریخ و رجال میں ان کے حالات مرقوم نہیں ہیں۔

محرز بن شہاب سعدی

جناب محرز بھی جناب حجر بن عدی کے رفقاء میں داخل تھے امیر المومنینؑ کے سچے دوست تھے جناب حجر کے ساتھ بارہ آدمی گرفتار کر کے شام بھیجے گئے۔ ان میں جناب محرز بھی تھے اور شہید محبت ہونے والوں میں بھی داخل تھے۔

کتب تاریخ ورجال میں ان کے حالات زندگی مرقوم نہیں ہیں۔

عبد الرحمٰن بن حسان عنزی

جناب عبد الرحمٰن جناب حجر بن عدی کے ہم مسلک تھے اور انھیں کے ساتھ جرم محبت امیر المومنینؑ میں گرفتار کر کے شام روانہ کیے گئے جب یہ قافلہ شام پہنچا اور مقام عذراء میں ٹھرایا گیا تو معاویہ نے ان لوگوں کے پاس کے سمجھانے بجھانے کے لیے تین آدمیوں کو شام کے وقت روانہ کیا۔

پیامبر ان لوگوں کے پاس آئے اور معاویہ کا یہ حکم سنایا (فلاں فلاں) چھ آدمی رہا کیے جاتے ہیں اور (فلاں فلاں) آٹھ آدمی قتل کیے جائیں گے اس کے بعد نماز صبح قتل ہونے والوں میں سے ایک ایک آدمی کو قتل کرنا شروع کیا یہاں تک کہ چھ آدمی جام شہادت پی کر راہی جنت ہو گئے اور صرف عبد الرحمٰن بن حسان اور کریم بن عفیف باقی بچے ان لوگوں نے قاصدوں سے کہا کہ ہم کو معاویہ کے پاس لے چلو اجازت معاویہ کے بعد یہ لوگ دمشق لائے گئے۔ کریم بن عفیف کو گفتگو کے بعد رہا کر دیا گیا۔

معاویہ اس کے بعد جناب عبد الرحمٰن کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا

اے قبیلۂ ربیعہ کی فرد تم علیؑ کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ عبد الرحمٰن نے کہا اسکے بارے میں مجھ سے دریافت نہ کرنا ہی تمھارے لیے بہتر ہے۔ معاویہ نے کہا بتانا پڑے گا۔ عبد الرحمٰن نے کہا جب حضرت علیؑ کے متعلق اظہار خیال ضروری ہے تو سنو میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علیؑ ذکر خدا بہت کرتے تھے حق کا حکم دیتے تھے عدل و انصاف کو قائم کرتے تھے لوگوں کی خطائیں معاف کرتے تھے معاویہ نے کہا عثمان کے متعلق کیا کہتے ہو جناب عبد الرحمٰن نے کہا عثمان پہلے وہ شخص ہیں جنھوں نے ظلم کا دروازہ کھول دیا حق کا دروازہ بند کیا معاویہ نے کہا عبد الرحمٰن تم نے اپنے کو قتل کر دیا۔ عبد الرحمٰن بولے، نہیں میں نے اپنے کو نہیں تجھ کو قتل کیا۔ الغرض معاویہ نے عبد الرحمٰن کو زیاد کے پاس واپس کر دیا اور اسے تحریر کیا کہ تو نے جتنے افراد کو یہاں بھیجا تھا ان میں سب سے زیادہ برے عبد الرحمٰن ہیں اس لئے جس سزا کے یہ مستحق ہیں ان کو وہ سزا دیدو اور ان کو بری طرح قتل کر دو۔ جب عبد الرحمٰن زیاد کے پاس لائے گئے تو اس نے ان کو مقام قس ناطف میں زندہ قبر میں دفن کر دیا۔

جناب عبد الرحمٰن کا یہ عجیب و غریب جہاد ہے ان میں بھی ان کے دیگر رفقاء کی طرح عجیب ثبات قدم تھا جو ان کے سچے محب امیر المومنینؑ اور مومن کامل ہونے کی دلیل ہے۔ ان کے تفصیلی حالات اصحاب امیر المومنینؑ ج ۲ ص ۶۰ پر ملاحظہ کیجیے۔

عمرو بن حمق خزاعی

ان کا نام عمرو بن حمق بن کاہل (کامل) ابن حبیب ابن عمرو ابن القین بن ازاح بن عمرو بن سعد بن کعب بن عمرو ضزاعی ہے۔

بڑے سخی و جواد و مہماں نواز و شجاع و بہادر تھے۔ شرف صحبت سرور عالمؐ بھی ان کو حاصل تھا۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ اسلام لائے۔ اسد الغابہ ج ۳ ص ۵۵۳ میں ہے کہ بعد صلح حدیبیہ ہجرت کر کے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے بعض کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے بعد اسلام لائے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ ابن اسحٰق کی ایک روایت کا مقتضی یہ ہے کہ یہ جنگ بدر میں شریک تھے۔

ابتداً میں شام میں قیام کیا پھر کوفہ چلے آئے۔ یہ اہل کوفہ کی اس جماعت کے ساتھ رہے جس نے عثمان بن عفان پر مدینہ میں حملہ کیا تھا۔ علامہ حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ معروف بابن عبد البر استیعاب ج ۲ ص ۴۴۰ پر تحریر کرتے ہیں کہ جن چار افراد نے عثمان بن عفان کے گھر میں داخل ہو کر ان کو قتل کیا ہے ان میں یہ بھی داخل تھے۔ اسد الغابہ ج ۳ ص ۳۵۳ میں یہ بھی ہے کہ یہ حضرت علیؑ کے ساتھ جمل و صفین و نہروان میں شریک رہے پھر کوفہ سے مصر چلے گئے۔ علامہ طبرانی نے اس سلسلہ میں ان سے ایک روایت بھی نقل کی ہے۔ عبد اللہ المسافر اپنے باپ سے نقل کرتا ہے کہ میں نے عمرو بن حمق کو یہ بیان کرتے سنا کہ

میں نے جناب رسول خداؐ سے سنا ہے کہ آپ نے فتنہ کا ذکر کیا ہے اور فرمایا کہ اس سے سب سے زیادہ محفوظ وہ رہے گا جو مغربی جنت میں آکر قیام کرے۔

عمرو کہتے ہیں میں اسی لئے تم لوگوں کے پاس مصر میں آیا ہوں۔

اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بظاہر شہادت امیر المؤمنین کے بعد یہ مصر گئے ہیں اور اس کے بعد پھر کوفہ واپس آئے ہیں، اس لئے کہ یہ جناب حجر بن عدی کے اس زمانہ میں معین ومددگار تھے جب ان کو اسیر کر کے دمشق لے جایا گیا ہے۔

فضل وشرف

شرف صحابیت رسول خداؐ کے ساتھ ان کو یہ شرف بھی حاصل تھا کہ امیر المؤمنینؑ علی ابن ابی طالبؑ سے محبت کامل اور الفت تام رکھتے تھے اسی سبب سے کبھی ان کو حوارین امیر المؤمنینؑ میں شمار کیا گیا ہے اور کبھی ان کو اصفیاء امیر المؤمنینؑ میں داخل کیا گیا ہے۔

علامہ مجلسیؒ بحار الانوار ج ۹ میں ایک روایت نقل کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے

عمرو بن حمق کو امیر المؤمنینؑ سے وہی منزلت حاصل تھی جو منزلت جناب سلمان کو جناب رسول خداؐ سے حاصل تھی۔

شباب قائم

شباب زلیخا کے لئے حضرت یوسفؑ ایسے نبی نے دعا کی تھی جب واپس آیا لیکن جناب عمرو بن حمق وہ ہیں کہ جب جناب رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے دودھ پینے کے لئے مرحمت کیا جب دودھ پی چکے تو حضرتؐ نے بقائے شباب کی دعا کی چنانچہ اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ اسی برس کی عمر میں شہادت پائی لیکن جوانی اسی طرح باقی رہی اور ڈاڑھی کا ایک بال بھی سفید نہیں ہوا۔

امتحان محبت امیر المؤمنینؑ

معاویہ بن ابی سفیان کو صلح امام حسنؑ کے بعد جب پورے مملکت اسلامیہ پر پورا پورا اقتدار حاصل ہو گیا تو اس نے عام حکم دے دیا کہ امیر المؤمنینؑ پر سب و شتم کیا جائے اور آپ کے اور آپ کے رفقاء کی برائی کی جائے۔

اس زمانہ میں جناب عمرو بن حمق جناب صعصعہ بن صوحان جناب حجر بن عدی اور ان کے امثال شیعیان کوفہ کے رہنما اور مراس و رئیس تھے۔ اس لئے نشانۂ مصائب بھی یہی لوگ زیادہ تھے اور ان کو بڑا شاق اور گراں تھا کہ ان کی موجودگی میں آقا و مولا کو اس طرح برا بھلا کہا جائے اور سب و شتم کیا جائے۔

اس لئے جب حضرت امیرؑ پر خود والی حکومت سب و شتم کرتا اور ان کے اصحاب کی مذمت شروع کرتا تو یہ ٹوک دیا کرتے تھے۔ مغیرہ کا دور

حکومت کسی نہ کسی طرح ۵۰ھ میں ختم ہوا اور زیاد بن سمیہ بصرہ اور کوفہ دونوں مقامات کا حاکم بنادیا گیا۔ زیاد کوفہ آیا اور پہلے ہی خطبہ میں جناب حجر اور ان کے رفقاء کو ڈرایا دھمکایا۔ روز جمعہ خطبہ میں طول ہونے اور جناب حجر کے احتجاج اور کنکریاں پھینکنے کے بعد وہ مشتعل ہو گیا اور گرفتاری شروع کر دی لیکن جناب عمرو بن حمق پہلے تو جناب حجر کے ساتھ گرفتار کیئے گئے اور ان کے سر پر ستون مارا گیا۔ جس کے بعد ان کو اور جناب حجر کو لوگوں نے چھڑالیا۔ اس کے بعد جناب عمرو روپوش ہو گئے اور کوفہ سے باہر چلے گئے اور موصل آکر قیام کیا اس کی اطلاع معاویہ کو ہوئی اس نے حاکم موصل کو تحریر کیا اس نے ان کی گرفتاری کے احکام جاری کیئے۔ یہ کسی ایک مقام پر قیام نہ کرتے تھے۔ فوج ان کی تلاش مین گشت کرتی رہتی تھی موصل کے قریب ایک مقام پر فوج کو دیکھ کر ایک غار میں داخل ہو گئے۔ جہاں سانپ نے کاٹ لیا اور جناب عمرو انتقال کر گئے فوج جب غار میں داخل ہوئی تو ان کو مردہ پایا۔ (استیعاب ج ۲ ص ۴۴۰)

اسد الغابہ ج ۳ ص ۵۵۳ پر مرقوم ہے کہ عامل موصل نے ان کا سر کاٹ کر زیاد کے پاس بھیج دیا اور اس نے معاویہ کے پاس روانہ کر دیا۔

مورخین کہتے ہیں کہ زمانۂ اسلام میں پہلا سر جو کاٹ کر بطور ہدیہ روانہ کیا گیا عمرو بن حمق کا سر ہے جسے زیاد نے معاویہ کے پاس روانہ کیا تھا۔
(اسد الغابہ ج ۳ ص ۵۵۳ واستیعاب ج ۲ ص ۴۴۰)

معاویہ بن ابی سفیان ان کے سر کو دیکھ کر بہت مسرور ہوا۔ اس

زمانہ میں جناب عمرو بن حمق کی ایک زوجہ دمشق میں مقیم تھیں معاویہ نے حکم دیا کہ سر ان کی گود میں رکھ دیا جائے۔ شوہر کے سر کو دیکھ کر عجب پر اثر انداز میں شوہر سے خطاب کیا اور سر واپس کر دیا۔

معاویہ نے ان معظمہ کو حکم دیا کہ جس شہر میں رہوں تم قیام نہ کرو۔ تفصیل کے لئے بحارج ۸ کا مطالعہ کیا جائے۔

جویریہ ابن مسہر عبدی

حضرت امیر المؤمنینؑ کے مخصوص فدائی اور جانباز اصحاب میں جناب جویریہ ابن مسہر بھی شامل تھے اور یہ بھی ان سر فروشان محبت میں داخل تھے جن کے محب علیؑ ہونے کے سبب سے ہاتھ پیر کاٹے گئے اور سولی دی گئی۔ حضرت امیرؑ نے اپنی حیات میں ان سے ان کی کیفیت شہادت کو بیان کر دیا تھا۔ اور جیسا حضرت نے بتایا تھا حرف بحرف اس کے مطابق ان کی شہادت واقع ہوئی۔

جناب جویریہ اس پائے کے صحابی و محب امیر المؤمنینؑ تھے کہ جس طرح یہ حضرت کو دوست رکھتے تھے حضرت بھی ان کو دوست رکھتے تھے۔ چنانچہ حبۂ عرنی بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ حضرت علیؑ کے ساتھ جا رہے تھے جویریہ پیچھے پیچھے چل رہے تھے حضرت یک بیک جویریہ کی طرف متوجہ ہوئے اور آواز دی جویریہ میرے پاس آجاؤ تم کو معلوم نہیں ہے کہ میں تم کو دوست رکھتا ہوں جویریہ دوڑ کر حضرت کے

پاس پہنچے آپ نے فرمایا جویریہ میں تم کو کچھ باتیں بتاتا ہوں تم ان کو یاد کرلو اس کے بعد حضرت نے ان سے چپکے چپکے باتیں شروع کیں جویریہ نے عرض کیا مولا میں بھولتا بہت ہوں اس لئے ان واقعات کو مجھ سے پھر بیان کر دیجئے حضرت نے فرمایا میں پھر سے بیان کرتا ہوں تاکہ تم اسے یاد کرلو ان باتوں کے آخر میں حضرت نے جویریہ سے فرمایا جویریہ جب تک ہمارا دوست ہم کو دوست رکھے تم بھی دوست رکھو لیکن جب وہ ہمارا دشمن ہو جائے تو تم بھی اس کو دشمن رکھو لیکن جب پھر ہم کو دوست رکھنے لگے تو پھر تم اس کے دوست ہو جاؤ۔ جن لوگوں کے دلوں میں حضرت امیرؑ کے بارے میں شکوک تھے انھوں نے کہنا شروع کیا دیکھتے ہو حضرت علیؑ نے جویریہ کو اسی طرح اپنا وصی بنا دیا ہے جس طرح وہ خود اپنے لئے وصی رسول ہونے کے مدعی ہیں۔ جناب جویریہ کے لئے لوگ یہ باتیں اس لئے کہا کرتے تھے کہ جویریہ کو حضرت سے بہت زیادہ اختصاص حاصل تھا حد یہ ہے کہ ایک دن حضرت امیرؑ سو رہے تھے آپ کے کچھ اصحاب حاضر خدمت تھے کہ جویریہ حاضر ہوئے پکار کر کہنے لگے اے سونے والے اٹھ اس لئے کہ تیرے سر پر ایسی ضرب لگائی جائے گی کہ جس سے تیری ڈاڑھی تیرے خون سے خضاب ہو گی حضرت امیرؑ مسکرائے اور فرمانے لگے جویریہ آؤ میں تم سے تمہارا واقعہ بیان کروں جویریہ تم ایک سرکش حرامزادے کے پاس زبردستی لائے جاؤ گے وہ ضرور تمہارے ہاتھ پیر کاٹے گا اور ایک کافر کے خرمہ کے تنے پر تم کو سولی

دے گا۔ حبہ عرنی بیان کرتے ہیں کہ خدا کی قسم زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ زیاد نے جناب جویریہ کو گرفتار کیا ہاتھ پیر کاٹے اور ابن مکعبر کے لمبے خرمے کے تنے کے پہلو میں ایک چھوٹے خرمے کے تنہ پر سولی دے دی۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ا ص ۲۱۰)

علامہ مجلسی بحار الانوار ج ۹ ص ۷۲۰ پر فرماتے ہیں کہ جب معاویہ کے زمانہ حکومت میں زیاد حاکم کوفہ ہوا تو اس نے ان کے ہاتھ پیر کاٹ کے سولی دے دی تھی۔

جناب جویریہ حضرت کے موثق و معتبر اصحاب میں بھی داخل تھے جیسا کہ رجال مامقانی ج ا ص ۱۵۰ پر حالات اصبغ بن بناتہ میں مرقوم ہے۔

جناب جویریہ حضرت علیؑ کے موذن بھی تھے جیسا کہ بحار ج ۹ ص ۷۲۹ پر درج ہے اور مناقب ابن شہر آشوب ج ۲ ص ۱۶۲ پر تحریر ہے کہ

جناب جویریہ کو جناب امیرؑ نے تین مرتبہ بشارت دی ہے۔

چنانچہ خود جویریہ ناقل ہیں میں نے حضرت کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ آل محمدؐ کے محبّ کو دوست رکھو اور جب وہ ان کو دشمن رکھنے لگے تو اس کے دشمن ہو جاؤ۔ آل محمدؐ کے دشمن کو دشمن رکھو اور جب وہ آل محمدؐ کا دوست ہو جائے تو اس کے دوست ہو جاؤ۔ اس کے بعد تین مرتبہ ارشاد فرمایا میں تم کو بشارت دیتا ہوں۔

چونکہ جناب جویریہ کو حضرت امیر المؤمنینؑ سے یہ اختصاص تھا اور انتہائی قربت و منزلت بارگاہ علوی میں حاصل تھی اسی لئے خوشی یہ

مصیبت گوارا کرلی ہاتھ پیر کٹوائے اور سولی پر چڑھائے جانے کے بعد بھی ان کی پیشانی پر بل نہیں پڑے۔

کتب رجال و تاریخ میں ان کی تاریخ شہادت میری نظر سے نہیں گزری۔

مرزع

امیر المؤمنینؑ کے اصحاب میں مرزع نامی ایک بزرگ تھے جو لوگوں کو آئندہ کی باتیں بتایا کرتے تھے۔ ابو داود طیاسی اپنے اسناد سے ابو الغالیہ سے روایت کرتے ہیں مجھ سے ایک دن مرزع نے بیان کیا کہ یقیناً ایک لشکر آنے والا ہے جب وہ صحراء میں پہنچے گا تو ان کے ساتھ زمین دھنس جائے گی میں نے کہا کہ مرزع تم نے تو غیب کی خبر بیان کرنا شروع کر دی مرزع نے کہا کہ میں جو تم سے بیان کر رہا ہوں اسے یاد رکھو اس لئے کہ یہ مجھ سے حضرت علیؑ نے بیان کیا ہے اور فرمایا ہے کہ تم ضرور گرفتار اور قتل کئے جاؤ گے اور مسجد کے دونوں کنگروں کے درمیان تم کو دار پر چڑھایا جائے گا اس تذکرہ کو ایک جمعہ بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ مرزع گرفتار کئے گئے جیسا بیان کیا تھا اسی طرح قتل کئے گئے۔

اس روایت کو علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ ج ا ص ۲۱ پر نقل کیا ہے۔

جناب مرزع کی تاریخ شہادت کتب رجال و تاریخ میں میری نظر سے نہیں گزری۔

الحمد للہ آج ۲۳/ محرم ۱۳۸۵ھ کو اس جلد کی تصنیف سے فارغ ہوا ارباب نظر سے گزارش ہے کہ میرے اغلاط کو دامن عفو میں جگہ دیں گے۔

ماخذ مصائب الشیعه

شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید	خطط الشام
نہج البلاغہ	مصائب الشیعه جلد ۱
النصائح الکافیہ	محاضرات راغب اصفہانی
تاریخ معاویہ	الصارم المسلول
مثالب النواصب	مناقب آل ابو طالبؑ
موطا	صحیح ترمذی
صحیح ابو داود	سنن ابن ماجہ
صحیح بخاری	صحیح مسلم
کتاب المعمرین	کنز العمال
سنن علامہ بیہقی	استیعاب
تذکرہ خواص الامہ	المختصر فی اخبار البشر
	البدایہ والنہایہ
حیواۃ الحیوان	تاریخ خمیس
مسند احمد بن حنبل	تاریخ کامل
عقد الفرید	مناقب المرتضیٰ بن مواہب المصطفےٰ
مستدرک حاکم	ذخائر العقبیٰ
ریاض النضرہ	فرائد السمطین
تلخیص مستدرک	میزان الاعتدال
مجمع الزوائد	منتخب کنز العمال
شرح جامع صغیر	کنوز الحقائق
ینابیع المودہ	ارجح المطالب
مفتاح النجی	الروض الازہر

مناقب خوارزمی	لسان المیزان
عبقات الانوار	حصن حصین
السنی المطالب	تیسیر شرح جامع صغیر
سراج المنیر شرح جامع صغیر	بحر المناقب
شرح دیوان حضرت علیؑ	کتاب الموافقه
منتہی الارب	خصائص نسائی
تاریخ الاعلام	تاریخ الخلفاء
جامع صغیر	صواعق محرقه
تطہیر الجنان واللسان	مناقب کاشی
اخبار الاول واثار الدول	القول الفصل
الفتح الکبیر	فردوس الاخبار
نظم درر السمطین	اربعین ملا علی قاری
نور الابصار	مناقب عبداللہ شافعی
الشرف المؤبد	حصول المامول
کشف الظنون	کتاب الاحکام
جامع العلم	عمدة القاری
شرح صحیح مسلم سنوسی	الروضة الندیه
فواتح الرحموت	کتاب الاحداث
تاریخ الامم والملوک طبری	تہذیب التہذیب
بحار الانوار	تحفة الاحباب
مجالس المؤمنین	
تنقیح المقال تک	

عباس بک ایجنسی کی نئی پیشکش

★ ★ ★ ★ ★

حق و باطل	علامہ استاد مرتضیٰ مظہری
اسلام اور وقت کے تقاضے	علامہ استاد مرتضیٰ مظہری
نماز کی گہرائیاں	آیت اللہ العظمیٰ سید علی خامنہ ای
آسان مسائل	خواتین کے مخصوص احکام
آسان عقائد اول، دوم	گروہ دانش منداں
نفس مطمئنہ	آیت اللہ العظمیٰ سید محمد حسین دستغیب
اجساد جاوداں (تر و تازہ مردے)	مولانا سید محمد عباس قمر زیدی
انتخاب میر انیس	مراثی، سلام، و رباعیات انیس
مراثی جوش	جوش ملیح آبادی کے مسدس مراثی
کائنات روش (جدید مراثی)	باقر علی خاں روش لکھنوی
لعین ابن لعین	علامہ فروغ کاظمی
احسن المجالس	ڈاکٹر سید شبیہ الحسن نونہروی
اسلام میں علم کی اہمیت	حجۃ الاسلام مولانا سید کلب صادق صاحب قبلہ
شفاعت	حجۃ الاسلام مولانا سید اقبال حیدر حیدری
حکومت الٰہیہ	سید امتیاز حیدر پرتاب گڈھی

عباس بک ایجنسی درگاہ حضرت عباس رستم نگر لکھنؤ ۳

فون:- 260756, 269598 فیکس:- 260923

نفس مطمئنہ

مصنف

شہید محراب آیۃ اللہ دستغیب شیرازی

مترجم

محمدّ بن باوہاب

ناشر

عباس بک ایجنسی

رستم نگر، درگاہ حضرت عباسؑ، لکھنؤ۔۳

نہج البلاغہ

کلام امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابیطالبؑ

مترجم : علامہ مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ

اضافہ شدہ اڈیشن

خطبہ معجزہ بغیر الف، بغیر نقطہ

خوشنما رنگین جلد آفسیٹ چھپائی ہدیہ -/۱۷۰ روپے

تہذیب الاسلام

مولف : علامہ مجلسی علیہ الرحمہ

مترجم : مولانا مقبول احمد صاحب دہلوی

زندگی کیسے گذاریں؟ تعلیمات ائمہ معصومین علیہم السلام کے زرین اقوال کی روشنی میں بے بہا خزانہ ہدیہ ۱۰۰ روپے (اردو) (ہندی) ۲۰ روپے

تفسیر اسلام

ابتدائے افرینش، تخلیق آدمؑ تا خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰؐ کے حالات زندگی خلافت وامامت کے حالات تا ظہور امام مہدیؑ

مولف : محقق بصیر علامہ فروغ کاظمی

ہدیہ ۲۵۰ روپے (ہندی) چار جلدیں ۲۹۵ روپے

حق وباطل

مصنف

استاد شہید مرتضیٰ مطہری

مترجم

غضنفر حسین بخاری مرحوم

ناشر

عباس بک ایجنسی

رستم نگر، درگاہ حضرت عباسؑ، لکھنؤ۔ ۳

فون نمبر۔ 269598،260756 فیکس 260923(0522)

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

Knowledge for All
SABIL-E-SAKINA

یا عباس

۷۸۶
۱۱۰-۹۲
یا صاحب الزماں ادرکنی

DvD Version

لبیک یا حُسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری۔

SABEEL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.co.cc
sabeelesakina@gmail.com